

عام فہم زبان مشکل الفاظ کے سلیس معانی، اور اختلافی مسائل کے محققانہ حل سے مزین تفسیر

الفوائد التفسیریۃ السلفیۃ

تالیف
محمد ابو سعید
ابن
شیخ القرآن
علامہ سید عبد السلام رستمی

ناشر:
الجامعۃ العربیۃ
سیفن چوک کوہاٹ روڈ بڈھ بیر پشاور
091-2325499



سورة النور(مدنیة)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱﴾

یہ سورۃ ہے جس کو ہم نے نازل کیا اور اس کو فرض کر دیا اور اس میں واضح المطالب آیتیں نازل کیں تا کہ تم یاد رکھو

اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ

بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرے مارو

وَّ لَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ

اور اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو نفاذ حکم الٰہی میں تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آئے

الۡاٰخِرِ ۚ وَ لۡیَشۡہَدۡ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲﴾ اَلزَّانِیۡ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا

اور چاہئیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو ۔[ع] بدکار مرد تو

زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً ۫ وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُہَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ

بدکار یا مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت کو بھی بدکار یا مشرک مرد کے سوا اور کوئی نکاح میں نہیں لاتا

وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾

اور یہ مومنوں پر حرام ہے۔[1]

---

[1] "الزانیة و الزانی" الایة، یہ ستر و عفاف اور تطہیر معاشرہ سے متعلق احکام اربعہ میں سے پہلا حکم ہے، یعنی

زانی اورزانیہ کوسوسو کوڑے مارو،ان پر یہ شرعی حدقائم کروتا کہ لوگ بدکاری سے باز آجائیں۔لیکن ان پر حد جاری کرتے وقت دو باتوں کا خاص خیال رکھو:اول ''و لاتـأخـذكم بهمـا رأفة'' اگر واقعی تم اللہ پر اورآخرت پر یقین رکھتے ہوتو زانی اورزانیہ پر حدقائم کرتے وقت کسی قسم کی نرمی نہ کرو نہ ان پر ترس کھا کر حدکوروکو، نہ کوڑوں کی تعداد میں کمی کرواور نہ اس قدر ہلکے کوڑے مارو کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے۔ان کے لئے معافی یا رعایت کی سفارش کرنا بھی اس نہی کے تحت داخل ہے۔

دوم ﴿ليشهدعذابهماطائفة﴾ حد جاری کرتے وقت مسلمانوں کے ایک جماعت وہاں موجود ہونی چاہئے ،تا کہ ان مجرموں کی مزید رسوائی ہواورآئندہ کے لئے وہ گناہ کی جرأت نہ کریں۔یہ کنوارے زانی اورزانیہ کی سزا ہے اگر کوئی شادی شدہ مرد وعورت زنا کریں توان کی سزا رجم ہے،رجم کا حکم نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اوردیگر محکمات کی طرح قطعی اورمحکم ہے۔رجم کا حکم بالکل اسی طرح متواتر ہے جس طرح عدد رکعات اورمقادیرزکواۃ متواتر ہیں:ثبـوت الرجم منه عليه السلام متواتر المعنى كشجاعة على كرم اللهتعالى وجهه وجود حاتم (روح).

اس کے علاوہ رجم خودقرآن کے اشارے سے بھی ثابت ہے رسول پاک ﷺ کے زمانے میں ایک شادی شدہ یہودی اور یہودیہ نے زنا کیا تورات میں چونکہ رجم کا حکم تھا اس لئے رجم سے بچنے کے لئے وہ نبی کریم ﷺ کے پاس مقدمہ لے آئے ان کا خیال تھا کہ اسلام میں رجم کی سزا نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا تورات میں شادی شدہ زانی کی سزا کیا ہے؟انہوں نے کہا کوڑے لگانا اورمنہ کالا کرنا۔

آپ نے فرمایا میں تم پر تورات کا حکم نافذ کروں گا۔اورتورات میں اس جرم کی سزا رجم ہے۔چنانچہ آپ ﷺ نے یہودیوں کے ایک عالم ابن صوریا کو حلف دیکر پوچھا سچ بتاؤ تورات میں اس گناہ کی سزا کیا ہے؟اس نے اقرار کرلیا کہ رجم ہے۔چنانچہ آپ نے رجم کا حکم نافذ کردیا اس پر یہ ایت نازل ہوئی:﴿وكيف يحكمونك وعندهم التوراة فيهاحكم الله﴾ مائدہ:۴۳۔گذشتہ شرائع کے احکام کوقرآن میں بلانکیر ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہماری شریعت میں بھی وہ نافذ ہیں۔

[غ] ''الزانی لاینکح'' الایة، یہ دوسرا حکم ہے زنا کی سزا کے بعد زانی اورزانیہ کی عادت بدکا ذکر کیا گیا ہے یعنی جو مرد وعورت زنا کی عادت بد میں مبتلا ہو جائیں اور زنا کو عیب نہ سمجھیں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی پاکدامن مومن مرد یا عورت سے ان کا تعلق ازدواج قائم کیا جا سکے۔انکی ناپاک اورذلیل طبیعت کا تقاضا تو یہ ہے کہ کسی ایسے ہی بدکار مرد وعورت یا ان سے بھی بدتر کسی مشرک مرد وعورت سے ان کا تعلق قائم کیا جائیں ان کی عادت بدکا اقتضاء تو یہی ہے لیکن

اللہ تعالی نے بعض مصالح کی بناء پر ایسے بدکار او نام نہاد مسلمان مرد وعورت کا مشرک ومشرکہ کے ساتھ نکاح ناجائز قرار دیا ہے اسی طرح اگر کسی بدکار مسلمان مرد وعورت کا کسی پارسا عورت ومرد سے عقد ہو جائیں تو اسے باطل نہیں قرار دیا۔

اس ایت سے زنا کی عادت شنیعہ کی برائی اور قباحت کو واضح کرنا مقصود ہے اس صورت میں لاینکح کے معنی یہ ہونگے کہ اس کیلئے لائق نہیں کہ وہ نکاح کرے یعنی عدم لیاقت فعل کو عدم فعل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ محاورہ ہے السلطان لایکذب، یعنی جھوٹ بولنا بادشاہ کے شایان شان نہیں یہ مطلب نہیں کہ بادشاہ جھوٹ بول ہی نہیں سکتا. تقبیح الامر الزانی اشدتقبیحاببیان انه بعدان رضی بالزنی لایلیق به ان ینکح العفیفة المومنة .وانمایلیق به ان ینکح زانیة هی فی طبقته . (فلاینکح)خبرمرادمنه لایلیق به ان ینکح کماتقول السلطان لایکذب ای لایلیق به ان یکذب نزل فیه عدم لیاقت الفعل منزلة عدمه (روح المعانی).

یا نکاح سے یہاں وطی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس مرد وعورت کو یہ عادت بد چمٹ جائیں۔ وہ ایسے ہی بدکار مرد وعورت سے یا ان سے بھی بدتر مشرک ومشرکہ کے ساتھ ہی زنا کرتے ہیں کیونکہ پارسا مرد وعورت تو اس فعل بد سے کلی اجتناب کرتے ہیں۔ فالمعنی الزانی لایطأ فی وقت الزنا الازانیة من المسلمین اومن هی اخس منها من المشرکات. وقدروی عن ابن عباسؓ واصحابه ان النکاح فی هذه الایة الوطی(قرطبی).

یا نکاح سے عقد شرعی مراد ہے اور آیت منسوخ ہے بایت وانکحوا الایامی منکم (قرطبی) لیکن پہلا مطلب ارجح اور دوسرا راجح ہے۔

"وحـــــرم ذلک "الایة، "ذلک" سے زنا کی طرف اشارہ ہے جو ماقبل سے مفہوم ہے اس صورت میں حرمت سے حرمت شرعیہ مراد ہوگی اور یہ جملہ ماقبل کی علت ہوگا والاشـــــــارة یحتمل ان تکون للزناالمفهوم مماتقدم، والتحریم علیه علی ظاهره ولعل هذا الجملة وماقبلهامتضمنة لتعلیل ماتقدم، الخ(روح).

یا اشارہ مذکورہ بالا نکاح کی طرف ہے اور تحریم بمعنی منع ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وحـــرمـنــا علیـــه المـراضع ،(قصص : ۱۲) الایة، اور مومنین سے افراد کاملہ مراد ہیں اور مطلب یہ کہ ہم نے تکوینی طور پر مومنین کاملین کے دلوں کو ایسے بدکار مردوں اور عورتوں کے نکاح سے متنفر کر دیا ہے۔ اوران کے دل ایسے گندے لوگوں کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔ ویحتمل ان تکون لنکاح الزانیة وعلیه فالمرادمن التحریم المنع وبالمؤمنین =

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ
اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا الزام لگائیں، اور اس پر چار گواہ نہ لائیں
شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ
تو ان کو اسی کوڑے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو
شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا
اور یہی بدکردار ہیں۔[2] ہاں جو ان کے بعد توبہ کر لیں اور
مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾
(اپنی حالت) سنوار لیں تو اللہ (بھی) بخشنے والا مہربان ہے

= المؤمنون الکاملون ومعنی منعهم عن نکاح الزوانی جعل نفوسهم آبیة عن المیل الیه فلایلیق ذالک بهم . الخ(روح المعانی).

[2] "و الذین یرمون المحصنات" الایة، یہ تیسرا حکم ہے جب یہ بات واضح ہوگئی کہ مومنوں کی شان سے بعید ہے کہ وہ زنا جیسے برے فعل کا ارتکاب کرے تو اب اگر کوئی شخص کسی پاکدامن عورت یا پارسا مرد پر زنا کی تہمت لگا دے تو اس سے چار گواہوں کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر وہ چار قابل اعتماد گواہ پیش نہ کر سکیں تو انہیں حدقذف یعنی تہمت لگانے کی سزا کے طور پر اسی (۸۰) درے مارے جائیں۔

"ولا تقبلوا لهم" الایة، اور آئندہ کے لئے کسی معاملہ میں کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کی جائے اولٰئک هم الفٰسقون یہ تہمت لگانے والوں کے حال کا بیان ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ کلام مستانف غیر داخل فی حیز جزاء الشرط کانه حکایة حال الرامین عندالله بعدانقضاء الجملة الشرطیة. (مدارک،بحر محیط).

☆☆☆

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنْفُسُهُمْ

اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں

فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾

تو ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے تو چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بیشک وہ سچا ہے

وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا

اور پانچویں بار یہ (کہے) کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت۔ اور عورت سے سزا کو

الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾

یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بیشک یہ جھوٹا ہے

وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾

اور پانچویں دفعہ یوں (کہے) کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب (نازل ہو)[۳]

---

[۳] ”و الذین یرمون ازواجهم“ الایة، یہ چوتھا حکم ہے پہلے اجنبی پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے کا حکم بیان کیا گیا اب اس کی مناسبت سے اپنی بیویوں پر تہمت زنا لگانے کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔ لما ذکر حکم قذف الاجنبیات، بین حکم قذف الزوجات (مدارک)۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر تہمت زنا لگادے اور گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر حد قذف نہیں بلکہ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان لعان ہوگا یعنی دونوں میاں بیوی چار چار بار قسم کھا کر اپنی سچائی کی گواہی دیں، اور پانچویں بار اپنے اوپر بددعا کرے کہ وہ اگر جھوٹے ہوں تو اللہ ان پر لعنت کرے۔ فشهادة احد هم، یہ تہمت لگانے والے کے لئے چار شہادتوں کا طریقہ ہے وہ چار بار قسم کھا کر شہادت دے کہ وہ تہمت میں سچا ہے، و الخامسة، الایة، اور پانچویں بار یوں کہے: کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت, اگر خاوند اس طرح لعان کرے تو اس پر حد قذف نہیں ہوگی۔

”ویدرؤ عنها“ الایۃ ”ان تشهد“ میں ”ان“ مصدر یہ ہے، اور جملہ بتاویل مصدر ”یدرؤ“ کا فاعل ہے=

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتیں مگر وہ صاحبِ کرم ہیں اور یہ کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا اور حکیم ہے

إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ

جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اس کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھنا بلکہ وہ تمہارے لئے

خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ

اچھا ہے ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لئے اتنا وبال ہے

وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔[۴] جب تم نے وہ بات سنی تھی

= اور ''العـذاب'' سے حدِ زنا مراد ہے، یعنی اگر عورت بھی بطریق ذیل لعان کرے تو اس سے حدِ زنا ساقط ہو جائے گی۔ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے، اور پانچویں باریوں کہے کہ اگر اس کا خاوند اپنے دعویٰ میں سچا ہو تو اس (بیوی) پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ جب خاوند بیوی دونوں بطریق بالا لعان کرلیں، تو ان دونوں کے درمیان زوجیت کے حقوق ختم ہو جائیں گے۔ اور اس سے ان کے درمیان فرقت تابیدی (ہمیشہ) واقع ہو جائے گی۔ (روح، مدارک)۔

[۴] ''واقعہ افک'' کے متعلق امام بخاری نے عائشہؓ سے جو لمبی روایت نقل کی ہے ہم اس کو نقل کرتے ہیں: عائشہؓ نے کہا: نبی کریم ﷺ کا دستور تھا آپ جب سفر میں جاتے تو اپنی بی بیوں پر قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے، ایک بار ایسا ہوا ایک لڑائی (غروۃ مریسیع) میں آپ نے ہم پر قرعہ ڈالا، میرا نام نکلا، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئی، اس وقت پردے کا حکم اتر چکا تھا، میں ایک ہودے میں بٹھا کر اونٹ پر چڑھائی جاتی اور اسی میں رہ کر اتاری جاتی، خیر ہم اسی طرح سفر کرتے رہے، جب آپ اس جہاد سے لوٹے اور ہم مدینہ کے نزدیک پہنچے تو ایک رات آپ نے کوچ پکارا، جب کوچ پکارا گیا، تو میں اٹھی اور حاجت کے لئے اکیلی چلی، لشکر کے پرے نکل گئی، جب

حاجت سے فارغ ہوئی تو اپنی جگہ پر آئی، میں نے اپنا سینہ جو چھوا، تو معلوم ہوا میرا ہار جو اظفار کے نگینوں کا تھا، وہ ٹوٹ کر گر گیا ہے، میں پھر لوٹی اور ہار ڈھونڈنے لگی، اس کو ڈھونڈنے میں مجھ پر دیر ہو گئی، ادھر وہ لوگ آن پہنچے جو میرا ہودہ اٹھایا کرتے تھے، وہ سمجھے کہ میں ہودے میں بیٹھی ہوں، انہوں نے ہودہ اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا، جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی، اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی تھیں، ایسی موٹی پر گوشت نہ تھیں، ذرا سا تو کھانا کھاتیں، اس لئے ہودہ اٹھانے والوں نے جب ہودہ اٹھایا، انہوں نے اس کے ہلکے پن پر خیال نہیں کیا اور یہ بھی تھا کہ میں اس وقت کمسن لڑکی تھی (میرا بوجھ ہی کیا تھا؟) غرض انہوں نے اونٹ اٹھایا اور چلتے ہوئے جب سارا لشکر چمپت ہو گیا اس وقت میرا ہار ملا میں جوان کے ٹھکانوں میں آئی دیکھتی کیا ہوں آدمی کا نام نہیں نہ کوئی بات کرنے والا نہ کوئی جواب دینے والا (اخر مجبور ہو کر) میں اس مقام پر چلی گئی جہاں میں ٹھہری تھی، میں نے یہ خیال کیا کہ جب قافلے والے مجھ کو (ہودہ) میں نہ پائیں گے تو یہیں ڈھونڈھنے آئیں گے، خیر میں اسی جگہ بیٹھی تھی، اتنے میں میری انکھ لگ گئی، یہیں سو گئی ایک شخص تھا صفوان بن معطل سلمی ذکوانی وہ لشکر کے پیچھے رہا کرتا۔ اگر (گرا پڑا اٹھالیتا) وہ جو میرے ٹھکانے میں آیا اس نے دیکھا کوئی شخص سو رہا ہے، اس نے دیکھتے ہی مجھ کو پہچان لیا، کیونکہ پردے کا حکم اترنے سے پہلے اس نے مجھ کو دیکھا تھا، اس نے مجھے پہچان کر "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا، تو میری آنکھ کھل گئی، میں نے اوڑھنی سے منہ ڈھانپ لیا، اللہ کی قسم نہ ہم دونوں نے کوئی بات کی نہ میں نے اس کی کوئی بات سنی، سوائے "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہنا تو سنا، خیر وہ اونٹ پر سے اترا، اس نے اونٹ بٹھایا اور اونٹ کے ہاتھ پر پاؤں رکھا، میں کھڑی ہوئی اونٹ پر چڑھ گئی، اور وہ بیچارہ پیدل چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم دونوں سخت گرمی کے وقت ٹھیک دوپہر کو لشکر میں پہنچے، اس وقت لشکر کے لوگ آرام کے لئے اتر پڑے تھے۔ عائشہؓ کہتی ہے پھر جو لوگ تباہ ہونے والے تھے وہ اس مقدمہ میں طوفان لگا کر تباہ ہوئے،

اور اس طوفان والوں کا سرغنہ (بانی مبانی) عبداللہ بن ابی بن سلول منافق مشہور تھا، عروہؒ نے کہا مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ اس طوفان کا اس کے پاس چرچہ ہوتا لوگ بیان کرتے تو وہ اس کو تسلیم کرتا، کان لگا کر سنتا، کھود کر خوامخواہ اس کو پوچھتا، (اسی سند سے) عروہؒ سے منقول ہے کہ ان طوفان جوڑنے والوں میں انہی لوگوں کا نام لیا گیا، حسان بن ثابتؓ، مسطح بن اثاثہؓ، حمنۃ بنت جحشؓ، باقی لوگوں کے نام معلوم نہیں ہوئے، مگر ان کی جماعت تھی، جیسے اللہ تعالی نے فرمایا: اب سب میں مڈھ (یعنی بڑا) عبداللہ بن ابی بن سلول تھا، (اسی

سند سے) عروہؒ نے کہا عائشہؓ باوجود اس کے کہ حسانؓ نے ان کو تہمت لگائی تھی، مگر وہ حسانؓ کو برا کہنا پسند نہیں کرتی تھیں، اور کہتی تھیں حسانؓ نے ہی یہ شعر کہی ہے:

میرا باپ دادمیری آبرو☆ ☆ محمد ﷺ کی عزت کا ہوں گے بچاؤ۔

عائشہؓ نے کہا (یہ بات تو بیچ میں آ گئی) خیر میں سفر سے مدینہ آئی، اور ایک مہینہ تک بیمار رہی۔ اور سب سے بڑی وجہ طبیعت خراب ہونے کی یہ ہوگئی کہ میں رسول اللہ ﷺ کا وہ لطف وکرم اپنے ساتھ نہ دیکھتی تھی جو ہمیشہ سے معمول تھا بلکہ اس عرصہ میں آپ کا معاملہ یہ رہا کہ گھر میں تشریف لاتے اور سلام کرتے پھر پوچھ لیتے کیا حال ہے؟ اور واپس تشریف لے جاتے تھے۔ مجھے چونکہ اس کی کچھ خبر نہ تھی، کہ میرے بارے میں کیا خبر مشہور کی جارہی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے اس طرزِ عمل کا راز مجھ پر نہ کھلتا تھا، میں اسی غم میں گھلنے لگی، ایک روز اپنی کمزوری کی وجہ سے مسطح صحابی کی والدہ ام مسطح کو ساتھ لیکر میں نے قضاء حاجت کے لئے باہر جانے کا ارادہ کیا کیونکہ اس وقت گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا۔ جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہوکر گھر کیطرف آنے لگی تو اُم مسطح کا پاؤں اُن کی بڑی چادر میں الجھا اور یہ گر پڑیں، اس وقت انکی زبان سے یہ کلمہ نکلا 'تعس مسطح' یہ ایسا کلمہ ہے جو عرب میں بددعاء کے لئے استعمال ہوتا ہے اس میں ماں کی زبان سے اپنے بیٹے مسطح کے لئے بددعاء کا کلمہ سن کر عائشہ صدیقہؓ کو تعجب ہوا، ان سے فرمایا کہ یہ بہت بری بات ہے تم ایک نیک آدمی کو برا کہتی ہو جو غزوۂ بدر میں شریک تھا یعنی ان کا بیٹا مسطح، اس پر اُم مسطح نے تعجب سے کہا کہ بیٹی کیا تم کو خبر نہیں کہ مسطح میرا بیٹا کیا کہتا پھرتا ہے؟ میں نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟ تب اُن کی والدہ نے مجھے یہ سارا واقعہ اہل اِفک کی چلائی ہوئی تہمت کا اور مسطح کا اسمیں شریک ہونا بیان کیا۔

صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میرا مرض دوگنا ہوگیا۔ جب میں گھر میں واپس آئی اور حسب معمول رسول اللہ ﷺ تشریف لائے سلام کیا اور مزاج پرسی فرمائی تو صدیقہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ آپ نے اجازت دیدی۔ منشأ یہ تھا کہ والدین سے اس معاملہ کی تحقیق کریں۔ میں نے جا کر والدہ سے پوچھا، انھوں نے تسلی دی کہ تم جیسی عورتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں مشہور کیا کرتے ہیں تم اس کے غم میں نہ پڑو، خود بخود معاملہ صاف ہوجاویگا۔

میں نے کہا 'سبحان اللہ'! لوگوں میں اس کا چرچا ہو چکا میں اس پر کیسے صبر کروں۔ میں ساری رات روتی رہی، نہ میرا آنسو تھما، نہ آنکھ لگی، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے جو اس خبر کے پھیلنے سے سخت غمگین تھے، اور اس عرصہ میں اس

معاملے کے متعلق کوئی وحی بھی آپ پر نہ آئی تھی اس لئے علی کرم اللہ وجھہ اوراسامۃ بن زیدؓ جو دونوں گھر کے ہی آدمی تھے ان سے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ اسامۃ بن زیدؓ نے تو کھل کر عرض کیا کہ جہاں تک ہمارا علم ہے ہمیں عائشہؓ کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں، ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو، آپ ان افواہوں کی کچھ پرواہ نہ کریں۔

علی کرم اللہ وجہہ نے آپکو غم و اِضطراب سے بچانے کے لئے یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالی نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی اگر اُفواہوں کی بناء پر عائشہؓ کیطرف سے کچھ تکدّر طبعی ہوگیا ہے تو عورتیں اور بہت ہیں۔ آپ کا یہ تکدّر اس طرح بھی رفع ہوسکتا ہے کہ بریرہؓ جو صدیقہ عائشہؓ کی کنیز ہیں اُن سے ان کے حالات کی تحقیق فرمالیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بریرہؓ سے پوچھ گچھ فرمائی، بریرہؓ نے عرض کیا کہ اور تو کوئی بات عیب کی مجھے ان میں نظر نہیں آئی بجز اسکے کہ نوعمر لڑکی ہیں بعض اوقات آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں خود سو جاتی ہیں بکری آکر آٹا کھا جاتی ہیں، اس کے بعد حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ دینا اور برسر منبر تہمت گھڑنے والوں اورافواہ پھیلانے والوں کی شکایت کا ذکر فرمانا اور طویل قصہ مذکور ہے۔

آگے کا مختصر قصہ یہ ہے کہ: صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ سارا دن پھر دوسری رات بھی مسلسل روتے ہوئے گزری میرے والدین بھی میرے پاس آگئے تھے وہ ڈر رہے تھے کہ رونے سے میرا کلیجہ پھٹ جائیگا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے، اور جب سے یہ قصہ چلا تھا اس سے پہلے آپ میرے پاس آکر نہ بیٹھے تھے، پھر آپ نے ایک مختصر خطبۂ شہادت پڑھا اور فرمایا: اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں، اگر تم بری ہو تو اللہ تعالی ضرور تمہیں بری کردینگے (یعنی برأت کا اظہار بذریعہ وحی فرمادینگے) اور اگر تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہے تو اللہ تعالی سے توبہ واستغفار کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرکے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالی اس کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔

جب رسول ﷺ نے اپنا کلام پورا فرمالیا تو میرے آنسو بالکل خشک ہوگئے، میری آنکھوں میں ایک قطرہ نہ رہا، میں نے اپنے والدابوبکرالصدیقؓ سے کہا کہ آپ رسول ﷺ کی بات کا جواب دیجئے، ابوبکرؓ نے عذر کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں، پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ جواب دیجئے، انہوں نے بھی عذر کیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں، اب مجبور ہوکر مجھے ہی بولنا پڑا، میں ایک کم عمر لڑکی تھی اب تک قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی، اس وقت اس رنج

وغم اور انتہائی صدمہ کی حالت میں جبکہ اچھے اچھے عقلاء کو بھی کوئی معقول کلام کرنا آسان نہیں ہوتا، عائشہؓ صدیقہؓ نے جو کچھ فرمایا وہ ایک عجیب وغریب عاقلانہ فاضلانہ کلام ہے اسکے الفاظ بعینہ لکھے جاتے ہیں: **واللہ لقد عرفت لقد سمعتم هذ الحديث حتى استقر في انفسكم و صدقتم به و لئن قلت لكم انى بريئة والله يعلم انى بريئة لاتصدقوني ولان اعترفت لكم بامر، والله يعلم انى منه بريئة ، لتصدقوني والله لا اجدلى ولكم مثلاالا كماقال ابويوسف فصبر جميل والله المستعان على تصفون.**

اللہ کی قسم مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ نے اس بات کو سنا اور سنتے رہے یہاں تک کہ آپ کے دل میں بیٹھ گئی اور آپ نے اس کی عملا تصدیق کردی، اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں، جیسا کہ اللہ جانتا ہے، کہ واقعی میں بری ہوں، تو آپ میری تصدیق نہ کرینگے اور اگر میں ایسے کام کا اعتراف کرلوں جس سے میرا بری ہونا اللہ تعالی جانتا ہے، تو آپ میری بات مان لیں گے، واللہ اب میں اپنے اور آپ کے معاملہ کی کوئی مثال بجز اسکے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام کے والد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کی غلط بات سنکر فرمائی تھی، کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں، اور اللہ سے اس معاملہ میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کررہے ہو۔

عائشہؓ صدیقہؓ فرماتی ہیں: کہ اتنی بات کر کے میں الگ اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا کہ میں فی الواقع بری ہوں اللہ تعالی میری برأت کا اظہار بذریعہ وحی ضرور فرماویں گے۔ لیکن یہ وہم وخیال بھی نہ تھا کہ میرے معاملے میں قرآن کی آیت نازل ہونگی، جو ہمیشہ تلاوت کی جاوینگی کیونکہ میں اپنا مقام اس سے بہت کم محسوس کرتی تھی، ہاں یہ خیال تھا کہ غالبًا آپ کو خواب میں میری برأت ظاہر کردی جاوے گی۔ عائشہؓ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ اپنی اس مجلس سے ابھی نہیں اٹھے تھے اور گھر والوں میں بھی کوئی نہیں اٹھا تھا کہ آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت ہوا کرتی تھی، جس سے سخت سردی کے زمانے میں آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ پھوٹنے لگتا تھا، جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو رسول ﷺ ہنستے ہوئے اٹھے اور سب سے پہلا کلمہ جو فرمایا وہ یہ تھا: **ابشرى ياعائشه اماالله فقدابرأک**، یعنی اے عائشہؓ صدیقہؓ خوشخبری سنو اللہ تعالی نے تو تمہیں بری کردیا، میری والدہ نے کہا کہ کھڑی ہوجاؤ اور نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو، میں نے کہا کہ نہ میں اس معاملہ میں اللہ کے سوا کسی کا احسان مانتی ہوں نہ کھڑی ہوں گی میں اپنے رب کی شکرگذار ہوں کہ اسی نے مجھے بری فرمایا۔ [بخاری؛رقم: ۴۱۴۱، مسلم، رقم: ۲۷۷۰]۔

ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هٰذَا إِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾

تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے[۵]

لَوْلَا جَاؤُا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰئِكَ عِنْدَ

یہ(افتراء پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے (لئے) چار گواہ کیوں نہ لائے؟ تو جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو اللہ کے نزدیک

اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا

یہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیاو آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی

وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا أَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾

تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا (سخت) عذاب نازل ہوجاتا

---

[۵] عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: رأيت رسول اللهﷺ يطوف بالكعبة،ويقول مااطيبک واطيب ريحک،مااعظمک واعظم حرمتک،و الذى نفس محمدبيده لحرمة المومن اعظم عندالله حرمة منک،ماله ودمه،وان نظن به الاخيرا.سنن ابن ماجه،ابواب الفتن رقم: ۳۹۳۲.

میں نے رسول اللہﷺ کو دیکھا، کہ آپﷺ کعبہ کا طواف کررہے ہیں، اور کعبے سے خطاب کرتے ہوئے فرمارہے ہیں، کہ تو کتنا پاک ہے؟ اور تیری خوشبو کتنی اچھی ہے؟ تو کتنا عظیم ہے؟ اور تیری حرمت کتنی بڑی ہے؟ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدﷺ کی جان ہے، یقیناً ایک مومن کی حرمت اللہ تعالی کے نزدیک تیری حرمت سے بھی زیادہ عظیم ہے، اس کے مال کی بھی، اس کے خون کی بھی، اور اس بات کی بھی کہ ہم اس کے بارے میں اچھے گمان کے سوا کوئی اور گمان کریں۔اس حدیث کی سند میں ایک راوی کو بعض علماء نے ضعیف کہا ہے، جبکہ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے، مصباح الزجاجة: ۱۶۴/۴، لیکن یہی مضمون والی حدیث عبداللہ بن عباسؓ اور جابرؓ اور عبداللہ بن عمروؓ سے بھی مختلف سندوں سے مروی ہے، شعب الایمان للبیہقی: ۴۰۶/۳، معجم کبیر للطبرانی ۱۰۹۶۶، معجم اوسط: ۵۷۱۹، مجمع الزوائد: ۲۵۵/۱، جس کی وجہ سے علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث قابل قبول ہے۔فیض القدیر: ۳۶۶/۵۔

إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ

جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمہیں کچھ علم نہ

وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿۱۵﴾

تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی

وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ

اور جب تم نے اسے سنا تو کیوں نہ کہا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں (پروردگار!) تو پاک ہے

هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم

یہ تو (بہت) بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا

مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۷﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۸﴾

اور اللہ تمہارے (سمجھانے کے لئے) اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا

اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت بدکاری کی خبر) پھیلے

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۹﴾

ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہو گا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۲۰﴾

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ نہ ہوتا مگر وہ کریم ہے) اور یہ کہ اللہ نہایت مہربان اور رحیم ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ

اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان

يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا
تو بے حیائی (کی باتیں) اور بُرے کام ہی بتائے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی
مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾
تم میں پاک نہ ہوسکتا مگر جس کو اللہ چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے (اور) اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے
وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْا أُولِى الْقُرْبٰى
اور جو لوگ تم میں صاحبِ فضل (اور صاحبِ) وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں
وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا
اور محتاجوں اور وطن چھوڑ جانے والوں کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے ان کو چاہئیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں
أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ
کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ جو لوگ
يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
پرہیزگار اور بُرے کاموں سے بےخبر اور ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت (دونوں) میں
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيْهِمْ
لعنت ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔ (یعنی قیامت کے روز) جس دن ان کی زبانیں ہاتھ اور پاؤں سب
وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ
ان کے کاموں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک ٹھیک بدلا دے گا
دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾
اور ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ برحق (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے

اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَالۡخَبِیۡثُوۡنَ لِلۡخَبِیۡثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے

وَالطَّیِّبُوۡنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا یَقُوۡلُوۡنَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ کَرِیۡمٌ

اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے یہ (پاک لوگ) ان کی باتوں سے بَری ہیں ان کے لئے بخشش اور نیک روزی ہے

﴿٢٦﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ بُیُوۡتِکُمۡ حَتّٰی تَسۡتَاۡنِسُوۡا

مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے

وَتُسَلِّمُوۡا عَلٰۤی اَهۡلِهَا ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿٢٧﴾

اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (اور ہم یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو

فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا فِیۡهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدۡخُلُوۡهَا حَتّٰی یُؤۡذَنَ لَکُمۡ وَاِنۡ قِیۡلَ لَکُمُ

اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو اور اگر یہ کہا جائے گا (اس

ارۡجِعُوۡا فَارۡجِعُوۡا هُوَ اَزۡکٰی لَکُمۡ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ ﴿٢٨﴾

وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے

لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡکُوۡنَةٍ فِیۡهَا مَتَاعٌ لَّکُمۡ

اگر تم کسی ایسے گھر میں جاؤ جس میں کوئی بستا نہ ہو اور اس میں تمہارا اسباب ہو تم پر کچھ گناہ نہیں

وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَکۡتُمُوۡنَ ﴿٢٩﴾ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ

اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو پوشیدہ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔ مومن مردوں سے کہہ دو

یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَهُمۡ

کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے

إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ
اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے خبردار ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں
مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو
وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ
اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند
أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُوْلَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ
اور باپ اور خسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں
أَوْ بَنِيْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ
اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا
أَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُوْلِي الْأِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا
نیز ایسے نوکر جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے
عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ
واقف نہ ہوں کسی پر اپنی زینت (اور سنگھار کے مقامات) ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں
لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ
نہ ماریں کہ (جھنکار کی آواز کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ
تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں

مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا اور اللہ (بہت) وسعت والا اور جاننے والا ہے

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اور جن کو بیاہ کا مقدور نہ ہو وہ پاکدامنی کو اختیار کئے رہیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ

اور جو غلام تم سے مکاتبت چاہیں اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی پاؤ تو ان سے مکاتبت کر لو

خَيْرًا وَآتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ آتٰكُمْ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى

اور اللہ نے جو مال تمہیں بخشا ہے [۶] اس میں سے ان کو بھی دو اور اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے)

الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ

دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرنا اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بیچاریوں) کے مجبور کئے

فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ

جانے کے بعد اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل کی ہیں

---

[۶] آج کل دنیا میں مادہ پرستی کا دور دورہ ہے، ساری دنیا معاد و آخرت کو بھلا کر صرف معاش کے جال میں پھنس گئی ہے، ان کی علمی تحقیقات اور غور و فکر کا دائرہ صرف معاشیات ہی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، اور اس میں بحث و تحقیق کے زور نے ایک ایک معمولی مسئلے کو ایک مستقل فن بنا دیا ہے، ان فنون میں سب سے بڑا فن معاشیات کا ہے۔ اس معاملے میں آج کل عقلا دنیا کے دو نظریئے زیادہ معروف و مشہور ہیں، وہ دونوں ہی باہم متصادم ہیں، ان کے تصادم نے اقوام دنیا میں تصادم اور جنگ و جدال کے ایسے دروازے کھول دیئے ہیں کہ ساری دنیا امن و اطمینان سے محروم ہو گئی۔

ایک نظام سرمایہ دارانہ نظام ہے، جس کو اصطلاح میں کیپٹل ازم کہا جاتا ہے، دوسرا نظام اشتراکیت کا ہے جس

کوکمیونیزم یا سوشل ازم کہا جاتا ہے، اتنی بات تو مشاہدہ کی ہے جس کا دونوں نظاموں میں سے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، کہ اس دنیا میں انسان اپنی محنت اور کوشش سے جو کچھ کماتا اور پیدا کرتا ہے اس سب کی اصل بنیاد قدرتی وسائل، پیداوار زمین، پانی اور معادن میں پیدا ہونے والی قدرتی اشیاء پر ہے، انسان اپنے غور وفکر اور محنت ومشقت کے ذریعہ انہیں وسائل پیداوار میں جوڑ توڑ اور تحلیل وترکیب کے ذریعہ اپنی ضرورت کی لاکھوں اشیاء پیدا کرتا اور بناتا ہے، عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ دونوں نظام پہلے یہ سوچتے کہ یہ قدرتی وسائل خود تو پیدا نہیں ہوگئے، ان کا کوئی پیدا کرنے والا ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کا اصل مالک بھی وہی ہوگا۔ جو ان کا پیدا کرنے والا ہے ہم ان وسائل پر قبضہ کرنے اور ان کے مالک بننے یا استعمال کرنے میں آزاد نہیں بلکہ اصل مالک وخالق نے اگر کچھ ہدایات دی ہیں تو ان کے تابع چلنا ہمارا فرض ہے، مگر مادہ پرستی کے جنون نے ان سبھی کو اصل خالق ومالک کے تصور ہی سے غافل کردیا۔ ان کے نزدیک اب بحث صرف یہ رہ گئی کہ وسائل پیداوار پر قبضہ کرکے ان سے ضروریات زندگی پیدا کرنے والا ان سب چیزوں کا خود بخود آزاد مالک ومختار ہو جاتا ہے، یا یہ سب چیزیں وقف عام اور مشترک ہیں، ہر ایک کو ان سے نفع اٹھانے کا یکساں حق حاصل ہے۔

پہلا نظریہ سرمایہ دارانہ نظام کا ہے جو انسان کو ان چیزوں پر آزاد ملکیت کا حق دیتا ہے۔ کہ جس طرح چاہے اس کو حاصل کرے اور جہاں چاہے اس کو خرچ کرے، اس میں اس پر کوئی روک ٹوک برداشت نہیں، یہی نظریہ قدیم زمانے کے مشرکین وکفار کا تھا، جنہوں نے شعیب علیہ السلام پر یہ اعتراض کیا تھا کہ یہ مال ہمارے ہیں، ہم ان کے مالک ہیں، آپ کو کیا حق ہے کہ ہم پر پابندی لگائیں کہ فلاں کام میں خرچ کرنا جائز اور فلاں میں حرام ہیں۔ آیت قرآن: ''او ان نفعل فی امو النامانشاء'' (ھود:۸۷) کا یہی مطلب ہے۔

اور دوسرا نظریہ اشتراکیت کا ہے، جو کسی کو کسی چیز پر ملکیت کا حق نہیں دیتا بلکہ ہر چیز کو تمام انسانوں میں مشترک اور سب کو اس سے فائدہ اٹھانے کا یکساں حقدار قرار دیتا ہے، اور اصل نظریہ اشتراکیت کی بنیاد یہی ہے، مگر پھر جب دیکھا کہ یہ ناقابل عمل تصور ہے، اس پر کوئی نظام نہیں چلایا جاسکتا۔ تو پھر کچھ اشیاء کو ملکیت کے لئے مستثنیٰ بھی کردیا ہے، قرآن کریم نے ان دونوں بیہودہ نظریوں پر رد کرکے اصول یہ بنایا کہ کائنات کی ہر چیز دراصل اللہ تعالی کی مِلک ہے جو ان کا خالق ہے، پھر اس نے اپنے فضل وکرم سے انسان کو ایک خاص قانون کے تحت ملکیت عطا فرمائی ہے۔

جن چیزوں کا اس قانون کی رو سے وہ مالک بنادیا گیا ہے، اس میں دوسروں کے تصرف کو بغیر اس کی اجازت کے حرام قرار دیا۔ مگر مالک بننے کے بعد بھی اس کو آزاد ملکیت نہیں دی، کہ جس طرح چاہے کمائے اور جس طرح چاہے=

مُّبَيِّنٰتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾
اور جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی خبریں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت
اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ
اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک طاق ہے جس میں چراغ ہے
اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ
اور چراغ ایک قندیل میں ہے اور قندیل (ایسی صاف شفاف ہے کہ) گویا موتی کا سا چمکتا ہوا تارا ہے
يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ
اس میں ایک مبارک درخت کا تیل جلایا جاتا ہے (یعنی) زیتون کہ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف (ایسا معلوم ہوتا
يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ
ہے کہ) اس کا تیل خواہ آگ اسے نہ بھی چھوئے جلنے کو تیار ہے اور روشنی پر روشنی (بڑھ رہی ہے) اللہ اپنے نور سے جس

= خرچ کرے۔ بلکہ دونوں طرف ایک عادلانہ اور حکیمانہ قانون رکھا ہے کہ فلاں طریقہ کمانے کا حلال ہے فلاں حرام اور فلاں جگہ خرچ کرنا حلال ہے اور فلاں حرام۔ اور یہ کہ جو چیز اس کی ملکیت میں دی ہے اس میں کچھ اور لوگوں کے حقوق بھی لگا دیے ہیں۔ جن کو ادا کرنا اس کی ذمہ داری ہے، آیت مذکورہ اگرچہ ایک اور مضمون کے لئے آئی ہے مگر اس کے ضمن میں اسی اہم معاشی مسئلہ کے چند اصول بھی آ گئے ہیں۔ الفاظ آیت پر نظر کیجئے: ''واتوھم من مال اللہ الذی اتکم'' یعنی دو! ان حاجتمند لوگوں کو اللہ کے اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں دے دیا ہے، اس میں تین باتیں ثابت ہوئیں، اول یہ کہ اصل مالک مال اور ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ہے، دوسرے یہ کہ اسی نے اپنے فضل سے اس کے ایک حصہ کا تمہیں مالک بنا دیا ہے، تیسرے یہ کہ جس چیز کا تم کو مالک بنایا ہے اس پر کچھ پابندیاں بھی اس نے لگائی ہیں۔ بعض چیزوں میں خرچ کرنے کو ممنوع قرار دیا اور بعض چیزوں میں خرچ کرنے کو لازم و واجب اور بعض میں مستحب اور افضل قرار دیا ہے، واللہ اعلم۔

مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا تا ہے اور اللہ جو مثالیں بیان فرماتا ہے (تو) لوگوں کے لئے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے [7]

فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيْهَا

(وہ قندیل) ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں اور وہاں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے [۷]

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

(اور) ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہیں۔ (یعنی ایسے) لوگ جن کو اللہ کے ذکر

وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ

اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت وہ اس دن سے جب دل (خوف وگھبراہٹ

---

[7] آیت مذکورہ کو اہل علم آیت نور لکھتے ہیں کیونکہ اس میں نور ایمان اور ظلمت کفر کو بڑی تفصیلی مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ امام غزالی نور کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الظاهر بنفسه والمظهر لغيره ،یعنی خود اپنی ذات سے ظاہر اور روشن ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر و روشن کرنے والا ہو۔ اور تفسیر مظہری میں ہے: کہ نور در اصل اس کیفیت کا نام ہے جس کو انسان کی قوت باصرہ پہلے ادراک کرتی ہے، اور پھر اس کے ذریعہ ان تمام چیزوں کا ادراک کرتی ہے جو آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں جیسے آفتاب اور چاند کی شعاعیں ان کے مقابل اجسام کثیفہ پر پڑ کر اول اس چیز کو روشن کر دیتی ہیں پھر اس سے شعاعیں منعکس ہو کر دوسری چیزوں کو روشن کرتی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ ''نور'' کا اپنے لغوی اور عرفی معنے کے اعتبار سے حق تعالی جل شانہ، کی ذات پر اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ جسم اور جسمانیات سب سے بری اور وراء الوراء ہے۔ اس لئے آیۃ مذکورہ میں جو حق تعالی کے لئے لفظ نور کا اطلاق ہوا ہے اس کے معنے باتفاق ائمہ تفسیر منوّر یعنی روشن کرنے والے کے ہیں، یا پھر صیغہ مبالغہ کی طرح صاحب نور کو نور سے تعبیر کر دیا گیا۔ جیسے صاحب کرم کو کرم اور صاحب عدل کو عدل کہہ دیا جاتا ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالی نور بخشنے والے ہیں، آسمان وزمین کو اور اس میں بسنے والی مخلوق کو، اور مراد اس نور سے نور ہدایت ہے۔ ابن کثیر نے

ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے: **الله هادی اهل السمٰوات والارض۔**

"مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ" الایۃ،اللہ تعالیٰ کا نور ہدایت جو مومن کے قلب میں آتا ہے یہ اس کی ایک عجیب مثال ہے جیسا کہ ابن جریر نے ابی بن کعبؓ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے: **هو المؤمن الذی جعل الله الایمان و القرآن فی صدره فضرب الله مثله فقال: ،الله نور السمٰوات والارض ،فبدأبنورنفسه ثم ذكرنور المؤمن فقال مثل نورمن آمن به فكان ابی بن كعبؓ يقرأهامثل نورمن آمن به(ابن كثير).**

یعنی یہ مثال اس مومن کی ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور قرآن کا نور ہدایت ڈالدیا ہے،اس آیت میں پہلے تو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نور کا ذکر فرمایا "**الله نور السموات والارض**" ۔پھر قلب مومن کے نور کا ذکر فرمایا"**مثل نوره**" اوراس آیت کی قرأت بھی ابی بن کعبؓ کی مثل نورہ کے بجائے "**مثل نور من آمن به**"کی ہے، اور سعید بن جبیرؓ نے یہی قرأت ،اور آیت کا یہی مفہوم ابن عباسؓ سے بھی روایت کیا ہے،ابن کثیر نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "**مثل نوره**" کی ضمیر کے متعلق ائمہ تفسیر کے دوقول ہیں:ایک یہ کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ کا نور ہدایت جو مومن کے قلب میں فطرۃً رکھا گیا ہے اس کی مثال یہ ہے۔"**كمشكواة**" الایۃ ، یہ قول ابن عباسؓ کا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ضمیر ہی مومن کیطرف راجع ہو جس پر سیاق کلام دلالت کررہا ہے،اس لئے حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ مومن کا سینہ ایک طاق کی مثال ہے اس میں اس کا دل ایک قندیل کی مثال ہے اس میں نہایت شفاف روغن زیتون فطری نور ہدایت کی مثال ہے ،جومومن کی فطرت میں ودیعت رکھا گیا ہے،جسکا خاصہ خود بخود بھی قبول حق کا ہے۔

پھر جس طرح روغن زیتون آگ کے شعلہ سے روشن ہوکر دوسروں کو روشن کرنے لگتا ہے،اسی طرح فطری نور ہدایت جو قلب مومن میں رکھا گیا ہے، جب وحی الٰہی اور علم الٰہی کے ساتھ اس کا اتصال ہو جاتا ہے تو روشن ہوکر عالم کو روشن کرنے لگتا ہے،اور صحابہ وتابعین نے جو اس کی مثال کو قلب مومن کے ساتھ مخصوص فرمایا وہ بھی غالباً اس لئے ہے کہ فائدہ اس نور کا صرف مومن ہی اٹھاتا ہے، ورنہ وہ فطری نور ہدایت جو ابتداء تخلیق کے وقت انسان کے قلب میں رکھا جاتا ہے وہ مومن کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر انسان کے فطرت وجبلت میں وہ نور ہدایت رکھا جاتا ہے،اسی کا یہ اثر دنیا کی ہر قوم، ہر خطہ، ہر مذہب ومشرب کے لوگوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ کے وجود کو اور اس کی عظیم قدرت کو فطرۃً مانتا ہے اس کی طرف رجوع کرتا ہے،اس کے تصور اور تعبیر میں خواہ کیسی ہی غلطیاں کرتا ہو مگر اللہ تعالیٰ کے نفس وجود کا ہر انسان فطرۃً

قائل ہوتا ہے، بجز چند مادہ پرست افراد کے جن کی فطرت مسخ ہوگئی ہے کہ وہ اللہ ہی کے وجود کے منکر ہیں۔

ایک صحیح حدیث سے اس عموم کی تائید ہوتی ہے، جس میں یہ ارشاد ہے: ''**کل مولود یولد علی الفطرۃ**'' (بخاری:۱۲۹۶، مسلم:۴۸۰۳) یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو فطرت کے تقاضوں سے ہٹا کر غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں۔

اس فطرت سے مراد ہدایت ایمان ہے، یہ ہدایت ایمان اور اس کا نور ہر انسان کی پیدائش کے وقت اس میں رکھا جاتا ہے، اور اسی نور ہدایت کی وجہ سے اس میں قبول حق کی صلاحیت ہوتی ہے، جب انبیاء اور ان کے نائبوں کے ذریعہ وحی الٰہی کا علم ان کو پہنچتا ہے تو وہ اس کو بسہولت قبول کر لیتے ہیں، بجز ان منسوخ الفطرت لوگوں کے جنہوں نے اس فطری نور کو اپنی حرکتوں سے مٹا ہی ڈالا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے شروع میں تو عطاء نور کو عام بیان فرمایا ہے۔ جو تمام اسمان والوں اور زمین والوں کو شامل ہے، مومن کافر کی بھی کوئی تخصیص نہیں۔

اور آخر میں یہ فرمایا: ''**یھدی اللہ لنورہ من یشاء**'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نور کیطرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے، یہاں مشیت الٰہی کی قید اس نور فطرت کے لئے نہیں جو ہر انسان میں رکھا ہے بلکہ نور قرآن کے لئے ہے جو ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا، بجز اس خوش نصیب کے جس کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے توفیق نصیب ہو۔ ورنہ انسان کی کوشش بھی بلا توفیق الٰہی بیکار بلکہ بعض اوقات مضر بھی پڑ جاتی ہے۔

اذالم یکن عون من اللہ للفتی — فاول مایجنی علیه اجتهادہ

یعنی اللہ کے طرف سے بندہ کی مدد نہ ہو تو اس کی کوشش ہی اس کو الٹا نقصان پہنچا دیتی ہے۔

امام بغوی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ابن عباسؓ نے کعب احبار سے پوچھا کہ آس آیت کی تفسیر میں آپ کیا کہتے ہیں مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ ، الایۃ؟ کعب احبار جو تورات اور انجیل کے بڑے عالم مسلمان تھے، انہوں نے فرمایا کہ یہ مثال رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک کی بیان کی گئی ہے۔ مِشْكٰوةٍ آپ کا سینہ اور ''زجاجۃ'' (قندیل) آپ کا قلب مبارک اور ''مصباح'' چراغ نبوت ہے، اور اس نور نبوت کا خاصہ یہ ہے کہ نبوت کے اظہار و اعلان سے پہلے ہی اس میں لوگوں کے لئے روشنی کا سامان ہے، پھر وحی الٰہی، اور اس کے اعلان کا اس کے ساتھ اتصال ہو جاتا ہے، تو یہ ایسا نور ہوتا ہے کہ سارے عالم کو روشن کرنے لگتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے اظہار نبوت و بعثت بلکہ آپ کی پیدائش سے بھی پہلے جو بہت سے عجیب و غریب واقعات عالم

میں ایسے پیش آئے جو آپؐ نبوت کی بشارت دینے والے تھے۔جن کو اصطلاح محدثین میں ارہاصات کہا جاتا ہے کیونکہ معجزات کا لفظ تو اس قسم کے ان واقعات کے لئے مخصوص ہے جو دعوی نبوت کی تصدیق کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے کسی پیغمبر کے ہاتھ پر جاری کئے جاتے ہیں۔اور دعوی نبوت سے پہلے جو اس قسم کے واقعات دنیا میں ظاہر ہوں ان کو ارہاصات کا نام دیا جاتا ہے،اس طرح کے بہت سے واقعات عجیبہ صحیح روایات سے ثابت ہیں جن کو سیوطی نے خصائص کبری میں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور دوسرے علماء نے بھی اپنی مستقل کتابوں میں جمع کر دیا ہے۔

''شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ ''اس سے زیتون اور اس کے درخت کا مبارک اور نافع ومفید ہونا ثابت ہوتا ہے،علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے اس میں بےشمار منافع وفوائد رکھے ہیں۔اس کو چراغوں میں روشنی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے،اس کے پھل کو بطور تفکّہ کے کھایا جاتا ہے اور یہ ایسا تیل ہے جس کے نکالنے کے لئے کسی مشین یا چرخی وغیرہ کی ضرورت نہیں خود بخود اس کے پھل سے نکل جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: کلوا الزیت وادھنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ: ،روغن زیتون کو کھاؤ بھی اور بدن پر مالش بھی کرو کیونکہ یہ شجرہ مبارکہ ہے۔(رواہ و الترمذی مرفوعا عن عمرؓ: ۱۷۷۴)۔

فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ، الایۃ،سابقہ ایت میں حق تعالی نے قلب مومن میں اپنا نور ہدایت ڈال دینے کی ایک خاص مثال بیان فرمائی تھی اور آخر میں یہ فرمایا تھا کہ اس نور سے فائدہ وہ ہی لوگ اٹھاتے ہیں جنکو اللہ چاہتا ہے اور توفیق دیتا ہے۔اس آیت میں ایسے مومنین کا مستقر ومحل بیان فرمایا گیا کہ ایسے مومنین کا اصل مقام ومستقر جہاں وہ اکثر اوقات خصوصا پانچ نمازوں کے اوقات میں دیکھے جاتے ہیں،وہ بیوت یعنی مکانات ہیں جن کے لئے اللہ تعالی کا حکم یہ ہے کہ ان کو بلند وبالا رکھا جائے ،اوران میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے اوران بیوت ومکانات کی شان یہ ہے کہ ان میں اللہ کے نام کی تسبیح وتقدیس صبح شام یعنی تمام اوقات میں ایسے لوگ کرتے رہتے ہیں جن کی خاص صفات کا بیان آگے آتا ہے۔

اس تقریر کی بنا اسپر ہے کہ نحوی ترکیب میں ''فی بیوت''کا تعلق آیت کے جملہ ''یھدی اللہ لنورہ''کے ساتھ ہو(کما یستفاد من ابن کثیر وغیرہ من المفسرین)بعض علماء نے اس کا تعلق لفظ'' یسبح''محذوف کے ساتھ کیا ہے جس پر آگے آنے والا لفظ''یسبح'' دلالت کرتا ہے مگر پہلا احتمال نسق کلام کے اعتبار سے بہتر معلوم ہوتا ہے،اور مطلب ایت کا یہ ہوگا کہ مثال سابق میں اللہ تعالی کے جس نور ہدایت کا ذکر ہوا ہے اس کے ملنے کی جگہ وہ بیوت

ومکانات ہیں جہاں صبح شام اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے۔ جمہور مفسرین کے نزدیک ان بیوت سے مراد مساجد ہیں۔

مساجد اللہ کے گھر ہیں ان کی تعظیم واجب ہے، قرطبی نے اسی کو ترجیح دی اور استدلال میں انسؓ کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من احب الله عزوجل فليحبني ومن احبني فليحب اصحابي ومن احب اصحابي فليحب القرآن ومن احب القرآن فليحب المساجدفانها افنية الله، اذن الله في رفعهاوبارك فيها ميمونة ميمون اهلها، محفوظة محفوظ اهلها، هم في صلاتهم والله عزوجل في حوائجهم هم في المساجدوالله من ورائهم. (الكامل لابن عدى: ٦ ٢ /٨).**

جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا چاہتا ہے، اس کو چاہے کہ مجھ سے محبت کرے، اور جو مجھ سے محبت رکھنا چاہے اس کو چاہیئے کہ میرے صحابہؓ سے محبت کرے، اور جو صحابہ سے محبت رکھنا چاہے، اس کو چاہیئے کہ قرآن سے محبت کرے، اور جو قرآن سے محبت رکھنا چاہے، اس کو چاہیئے کہ مسجدوں سے محبت کرے۔ کیونکہ وہ اللہ کے گھر ہیں، اللہ نے ان کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔ اور ان میں برکت رکھی ہے، وہ بھی بابرکت ہیں، اور ان کے رہنے والے بھی بابرکت۔ وہ بھی اللہ کی حفاظت میں ہیں اور ان کے رہنے والے بھی حفاظت میں۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کام بناتے اور حاجتیں پوری کرتے ہیں، وہ مسجدوں میں ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے پیچھے ان کی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں (قرطبی)۔

''أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ'' ''اَذِنَ'' اِذن سے مشتق ہے جس کے معنی اجازت دینے کے ہیں، اور ''ترفع'' رفع سے مشتق ہے جس کے معنی بلند کرنے اور تعظیم کرنے کے ہیں، معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے مسجدوں کو بلند کرنے کی۔ اجازت دینے سے مراد اُس کا حکم کرنا ہے اور بلند کرنے سے مُراد اُن کی تعظیم کرنا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بلند کرنے کے حکم میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں میں لغو کام کرنے اور لغو کلام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)۔

عکرمہ ومجاہدؒ امامِ تفسیر نے فرمایا کہ رفع سے مراد مسجد کا بنانا ہے، جیسے بناء کعبہ کے متعلق قرآن میں آیا ہے: ﴿**وَاِذْ يَرْفَعُ ابراهيم القواعد من البيت**﴾ (بقرة: ۱۲۷) ۔ کہ اس میں رفع قواعد سے مراد بناءِ قواعد ہے اور حسن بصریؒ نے فرمایا کہ رفع مساجد سے مراد مساجد کی تعظیم واحترام اور اُن کو نجاستوں اور گندی چیزوں سے پاک رکھنا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے مسجد میں سے ناپاکی اور گندگی اور ایذا کی چیز کو نکال دیا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں گھر بنادیں گے۔ رواہ ابن ماجہ: ۷۴۹۔

وَالۡأَبۡصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجۡزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا

کے سبب) الٹ جائیں گے اور آنکھیں (اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں۔ تا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلا دے

وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے اور جس کو چاہتا ہے اللہ بے شمار رزق دیتا ہے

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡٓا أَعۡمَالُهُمۡ كَسَرَابٍ بِقِيۡعَةٍ يَّحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ

جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے

حَتّٰٓى إِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ ؕ

یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے اور اللہ ہی کو اپنے پاس دیکھے تو وہ اس کا حساب پورا پورا چکا

وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۳۹﴾ أَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِيۡ بَحۡرٍ لُّجِّيٍّ يَّغۡشٰهُ مَوۡجٌ

دے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے دریائے عمیق میں اندھیرے جس پر لہر چلی آتی ہو

مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ إِذَآ أَخۡرَجَ

اور اس کے اوپر اور لہر (آ رہی ہو) اور اس کے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک

يَدَهٗ لَمۡ يَكَدۡ يَرٰهَا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ﴿۴۰﴾

جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو (کہیں بھی) روشنی نہیں (مل سکتی)

أَلَمۡ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡأَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پر پھیلائے ہوئے جانور بھی

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾

اور سب اپنی نماز اور تسبیح کے طریقے سے واقف ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کو معلوم ہے[٨]

---

[٨] شروع آیت میں یہ فرمایا ہے کہ زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر مخلوق اور ہر چیز اللہ تعالی کی تسبیح وتقدیس کرنے میں مشغول ہے۔اس تسبیح کا مفہوم سفیانؒ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز آسمان، زمین آفتاب مہتاب، اور کل سیارے اور ستارے اور زمین کے عناصر آگ، پانی، مٹی، ہوا، سب کو خاص خاص کاموں کے لیے پیدا فرمایا ہے اور جس کام کے لیے پیدا فرمایا ہے وہ برابر اسپر لگے ہوے ہیں اس سے سرِمو خلاف نہیں کرتا، اسی اطاعت وانقیاد کو ان چیزوں کی تسبیح فرمایا ہے۔حاصل یہ ہے کہ ان کی تسبیح حالی ہے مقالی نہیں۔ان کی زبان حال بول رہی ہے کہ یہ اللہ تعالی کو پاک وبرتر سمجھ کر اس کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

زمخشری اور دوسرے مفسرین نے فرمایا: کہ اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کے اندر اتنا فہم وشعور رکھا ہو جس سے وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے، اور اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ ان کو کسی خاص قسم کے گویائی عطا فرمائی ہو، اور خاص قسم کی تسبیح وعبادت ان کو سکھا دی ہو، جس میں وہ مشغول رہتے ہوں۔آخری جملے " **کل قدعلم صلاتہ** " میں اسی مضمون کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے، کہ اللہ تعالی کی تسبیح اور نماز میں ساری مخلوق لگی ہوئی ہے، مگر ہر ایک کی نماز اور تسبیح کا طریقہ اور صورت مختلف ہے، فرشتوں کا اور طریقہ، انسان کا دوسرا، اور نباتات کسی اور طرح سے عبادت، نماز وتسبیح ادا کرتے ہیں، جمادات کسی اور طریق سے۔

قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے بھی اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے **اعطی کل شئ خلقہ ثم ھدی**، (طہ:٥٠) یعنی اللہ تعالی نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو ہدایت دی۔وہ ہدایت یہی ہے کہ وہ ہر وقت حق تعالی کی اطاعت میں لگی ہوئی، اپنی مفوضہ ڈیوٹی کو پورا کر رہی ہے اس کے علاوہ اس کی اپنی ضروریات زندگی کے متعلق بھی اس کو ایسی ہدایت دے دی ہے کہ بڑے بڑے عقلاء کی عقل حیران ہوجاتی ہے پرندے اور جانور اپنے رہنے بسنے کیلئے کیسے کیسے گھونسلے اور بل وغیرہ بناتے ہیں۔اور اپنی غذا وغیرہ حاصل کرنے کے لئے کیسی کیسی تدبیریں کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿۴۲﴾
اور آسمان اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے
أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے پھر ان کو آپس میں ملا دیتا ہے اور ان کو تہ بتہہ کر دیتا ہے
فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ
پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل سے مینہ نکل (کر برس) رہا ہے اور آسمان میں جو (اولوں کے) پہاڑ ہیں ان سے اولے نازل کرتا
فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۖ يَكَادُ سَنَا
ہے تو جس پر چاہتا ہے اس کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے اور بادل میں
بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
جو بجلی ہوتی ہے اس کی چمک آنکھوں کو (خیرہ کر کے بینائی کو) اچکے لئے جاتی ہے اور اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے
إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ
اہلِ بصارت کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے۔ اور اللہ ہی نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ
تو ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں سے چلتے ہیں
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِي عَلٰى أَرْبَعٍ ۖ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۴۵﴾
اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے
لَقَدْ أَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۖ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ
ہم ہی نے روشن آیتیں نازل کی ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے

﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ
اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور (ان کا) حکم مان لیا پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ
مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ أُوْلٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَإِذَا دُعُوْآ إِلَى اللّٰهِ
پھر جاتا ہے اور یہ لوگ صاحبِ ایمان ہی نہیں ہیں۔ اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے
وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾
تاکہ (رسول اللہ) ان کا قضیہ چکا دیں تو ان میں سے ایک فرقہ منہ پھیر لیتا ہے
وَإِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوْآ إِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ أَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوْا
اور اگر معاملہ حق ان کو (پہنچتا) ہو تو ان کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا (یہ) شک میں ہیں
أَمْ يَخَافُوْنَ أَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ أُوْلٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾
یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے حق میں ظلم کریں گے؟ (نہیں) بلکہ یہ خود ظالم ہیں
إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا دُعُوْا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
بے شک مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کر دیں
أَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ
وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾
اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں[۹]

---

[۹] امام قرطبی نے تفسیر قرطبی میں اس جگہ ایک واقعہ فاروق اعظمؓ کا نقل کیا جس سے ان چاروں چیزوں کے =

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوا ج

اور (یہ) اللہ کی پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تم ان کو حکم دو تو (سب گھروں سے) نکل کھڑے ہوں کہہ دو کہ قسمیں مت کھاؤ

طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ط إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۵۳﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ

تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے بیشک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔ کہہ دو کہ اللہ کی فرمانبرداری کرو

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ

اور رسول اللہ کے حکم پر چلو اگر منہ موڑ و گے تو رسول پر (اس چیز کا ادا کرنا) جو ان کے ذمے ہے اور تم پر ہے جو تمہارے ذمے

= مفہوم کا فرق اور وضاحت ہو جاتی ہے، واقعہ یہ ہے کہ فاروق اعظمؓ ایک روز مسجد نبوی میں کھڑے تھے۔ اچانک ایک رومی دہقان آدمی بالکل آپ کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا، اور کہنے لگا ”انا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ“ فاروق اعظمؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو کہا میں اللہ کے لئے مسلمان ہو گیا ہوں، فاروق اعظمؓ نے پوچھا کیا اس کا کوئی سبب ہے؟ اس نے کہا ہاں، بات یہ ہے کہ میں نے تورات، انجیل، زبور، اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ مگر حال میں ایک مسلمان قیدی قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا وہ سنی تو معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے، فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے؟ تو اس رومی دہقان نے یہی آیت مذکورہ تلاوت کی، اور اس کے ساتھ اس کی تفسیر بھی عجیب وغریب اس طرح بیان کی کہ ”من یطع اللہ“ فرائض الٰہیہ کے متعلق ہے ”و رسولہ“ سنت نبوی کے متعلق ہے ”و یخش اللہ“ گزشتہ عمر کے متعلق ہے ”و یتقہ“ آئندہ باقی عمر کے متعلق ہے، جب انسان ان چار چیزوں کا عامل ہو جائے تو اس کو ”او لائک ھم الفائزون“ کی بشارت ہے اور ”فائز“ وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے۔ اور جنت میں اس کو ٹھکانہ ملے۔ فاروق اعظمؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ (کے کلام میں اس کی تصدیق موجود ہے) آپؐ نے فرمایا: ”اوتیت جوامع الکلم“ (مسند احمد: ۷۴۰۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے جامع کلمات عطا فرمائیں ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی نہایت وسیع ہیں۔

وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾

ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا رستہ پاؤ گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف (احکامِ الٰہی کا) پہنچا دینا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنادے گا

فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي

جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے

ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ

پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو

بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿٥٥﴾

شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور پیغمبرِ الٰہی کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحم کی جائے

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَأْوٰهُمُ النَّارُ

اور ایسا خیال نہ کرنا کہ تم پر کافر لوگ غالب آجائیں گے ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٥٧﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ

اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ مومنو! تمہارے غلام لونڈیاں

أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرّٰتٍ ۚ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ

اور جو بچے تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے تین دفعہ (یعنی تین اوقات میں) تم سے اجازت لیا کریں (ایک تو) نمازِ صبح

الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۗ
سے پہلے اور جب تم کپڑے اتار دیتے ہودوپہرکو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد
ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ط
(یہ) تین (وقت) تمہارے پردے (کے) ہیں ان کے (آگے) پیچھے (یعنی دوسرے اوقات میں) نہ تم پر کچھ گناہ ہے
طَوَّافُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
نہ ان پر کہ کام کاج کے لئے ایک دوسرے کے پاس آتے رہتے ہواس طرح اللہ اپنی آیتیں تم پر کھول کھول کر بیان فرماتا
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوْا
ہےاور اللہ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیئے
كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ
جس طرح ان سے اگلے (یعنی بڑے آدمی) اجازت حاصل کرتے ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا
اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی
فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ ط
اور وہ کپڑے اتار کر سر ننگا کر لیا کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ اپنی زینت کی چیزیں نہ ظاہر کریں
وَأَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾
اور اگر اس سے بھی بچیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے
لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ
نہ تو اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر

حَرَجٌ وَّلَا عَلَىٓ أَنفُسِكُمْ أَن تَأْكُلُوا مِنۢ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ اٰبَآئِكُمْ
اور نہ خود تم پر کہ اپنے گھروں سے کھانا کھاؤ یا اپنے باپوں کے گھروں سے
أَوْ بُيُوتِ أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ
یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے
أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ
چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی
خٰلٰتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُم مَّفَاتِحَهُۥٓ أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ
خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی کنجیاں تمہارے ہاتھ میں ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (اور اس کا
أَن تَأْكُلُوا جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۚ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ
بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھانا کھاؤ یا جدا جدا اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھر والوں کو) سلام کیا کرو
تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦١﴾
(یہ) اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے اس طرح اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو
إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِۦ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُۥ عَلَىٰٓ أَمْرٍ
مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب کبھی ایسے کام کے لئے جو
جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتّٰى يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ
جمع ہوکر کرنے کا ہو پیغمبر الٰہی کے پاس جمع ہوں تو ان سے اجازت لئے بغیر چلے نہیں جاتے اے پیغمبر! جو لوگ تم سے اجازت حاصل کرتے ہیں
أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِۦ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ
وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں سو جب یہ لوگ تم سے کسی کام کے لئے اجازت مانگا کریں

فَأْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٢﴾

تو ان میں سے جسے چاہو اجازت دیدیا کرو اور ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگا کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ

مومنو! پیغمبر کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا تم آپس میں ایکدوسرے کو بلاتے ہو[١٠] بیشک اللہ کو یہ لوگ معلوم ہیں

---

[١٠] یہ بھی ادب رسول ہے یعنی جب اللہ کا پیغمبر تمہیں بلائے تو فوراً حاضر ہوجایا کرو اور آپ کے ارشاد کی تعمیل میں تاخیر یا سستی نہ کیا کرو۔جس طرح اپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو۔جب آپ کے بلانے پر حاضر ہوجاؤ تو جہاں آپ حکم دیں وہاں بیٹھو اور جب اجازت دیں تب اٹھو۔اس صورت میں دعا مصدر کی طرف مضاف ہوگا۔ای اذااحتاج رسول اللہ ﷺ الی اجتماعکم عندہ لامر فدعاکم فلاتقربوا منہ الاباذنہ ولاتقیسوادعاءہ ایاکم علی دعاء بعضکم بعضا .مدارک۔یا دعا اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے،یعنی پیغمبر علیہ السلام کوآواز دیتے وقت آپ کے آدب وتعظیم کا خیال رکھو، نہ آپ کا نام لے کرآواز دو ، نہ دور سے اور بلند آواز سے پکارو،بعض لوگ آپ کو یا محمد کہہ کرآواز دیتے تھے،اوربعض دیہاتی چلاّ کرآپ کو پکارتے ،ان باتوں سے منع کیا گیا، کیونکہ ادب پیغمبر کے خلاف ہیں:یریدیصیح من بعیدیاابا القاسم بل عظموہ کمافی الحجرات ﴿ان الذین یغضون اصواتھم عندرسول اللہ﴾ الایۃ(الحجرات:٣) وقال سعیدبن جبیرومجاھد المعنی قولوایارسول اللہ فی رفق ولین ولاتقولوا یامحمدبتجھم.(قرطبی)۔

ابن جریر نے ایک تیسری توجیہ بھی ذکر کی ہے کہ اس سے مراد بددعا ہے،یعنی رسول اللہ ﷺ کی بددعائی سے اپنے آپ کوبچاؤ،فرماتا ہے:نھی اللہ بھذہ الایۃ المؤمنین ان یتعرضوا لدعاء الرسول علیھم، وقال لھم اتقوا دعائہ علیکم ،بان تفعلوامایسخطہ فیدعولذالک علیکم فتھلکوا،فلاتجعلوادعائہ کدعاء غیرہ من الناس فان دعائہ موجبۃ ،اوراس کی نسبت عبداللہ بن عباس ؓ کو کیا ہے،جبکہ ابن ابی حاتم ،ماوردی وغیرہ نے بھی یہی معنی اختیار کیا ہے۔

یہاں بعض مفسرین نے ایک بری عادت جو کہ عوام میں رائج ہے کے منع کے لئے استدلال کیا ہے، جو کہ رسول

اللہ ﷺ کو یا محمد سے پکارنا ہے۔تفسیر معارف القرآن والے لکھتے ہیں: کہ رئیس المفسرین عبداللہ بن عباسؓ سے ابن کثیر اور قرطبی وغیرہ نے یہ نقل کی ہے کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کو کسی کام کے لئے بلاتے ہو یا گفتگو میں مخاطب کرتے ہو تو جس طرح عام لوگ ایک دوسرے کو نام لیکر پکارتے ہیں تو تم اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو نام لیکر یا محمد کہہ کر نہ پکارو، کیونکہ یہ بے ادبی ہے، بلکہ جب وہ حاضر ہیں اور تمہاری اواز سن سکتے ہیں تو ادب کے القاب سے خطاب کرو۔مثلا یا رسول اللہ!

چنانچہ درمنثور میں بروایت ابن اسحاق عن ابن عباسؓ نقل ہے کہ بنو تمیم کے کچھ لوگ آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ گھر میں تشریف فرما تھے، تو آپ کا انتظار کئے بغیر باہر ہی سے کھڑے ہو کر آپ کا نام لے کر پکارنے لگے کہ "یا محمد اخرج الینا"، تو سورت الحجرات کی ابتدائی آیتیں اس کے متعلق نازل ہوئیں، ان کو زجر دیا گیا، اور نبی کے ساتھ گفتگو اور بلانے کے آداب بیان کئے گئے۔ یہ تو بنی تمیم نے اس وقت آواز دی تھی جبکہ نبی ﷺ گھر کے اندر موجود تھے۔روئے زمین کے اوپر تشریف فرما تھے۔آپ ؐ کے اور یا محمد کہنے والے بنو تمیم کے درمیان صرف حجرہ مبارکہ کی دیواریں حائل تھیں۔پھر بھی ان کے بارے میں اللہ تعالی نے "ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون"۔(حجرات:۴) فرمادیا۔

اور آج بھی نبی ﷺ حجرہ مقدسہ کے اندر مدفون ہیں۔اور یہاں سے حجرہ مبارکہ تک کتنے پہاڑ، بلاد، خشکیاں اور سمندر درمیان میں حائل ہیں۔لیکن یہاں سے یا محمد کہنے والا آپ کو من وراء الحجرات نہیں سمجھتا ہے بلکہ یا تو نبی ﷺ کو اپنے ہاں حاضر سمجھتے ہیں اور یا نبی کو عالم الغیب سمجھتے ہیں اور دونوں عقیدے غلط ہیں۔جیسا حکیم الامت مولانا اشرف علیؒ کی کلام کا اقتباس ابھی آنے والا اور سورۃ النور سورت الحجرات کی دونوں ایتوں کا یہ مطلب اور یہ مراد لینا کہ نبی علیہ السلام کو نام لیکر یا محمد مت کہا کرو۔یہ اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے۔جن میں سے مشہور تفاسیر کے حوالے یہ ہیں: ابن کثیر۔تفسیر کبیر۔قرطبی۔خازن۔روح المعانی۔طبری۔بحر محیط ۔بیضاوی۔جلا لین۔کشاف۔زاد المسیر۔جامع البیان۔معارف القران۔صفوۃ التفاسیر۔الجصاص لاحکام القران۔مدارک۔التسھیل۔

اور اس قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے: ان ثوبانؓ مولی رسول اللہ ﷺ قال کنت قائما عند رسول اللہ ﷺ فجاء حبر من احبار الیھود فقال السلام علیک یامحمد فدفعته دفعة کادیسرع منھا، قال لم تدفعنی ؟ فقلت الا تقول یارسول اللہ، فقال الیھودی انماندعوہ باسمه الذی سماہ به اھله (الحدیث) یعنی ایک یہودی عالم نے آکر نبی علیہ السلام کو یا محمد کہہ دیا تو ثوبانؓ نے اس یہودی

کو دھکا دیکر اس کیساتھ جھگڑہ کرنے لگے کہ تو نے نبی علیہ السلام کا نام لیکر کیوں پکارا؟ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام "لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم" پر عمل کرتے ہوئے خود بھی آپ کو یا محمد ﷺ سے نہیں پکارتے، اور دوسروں کو بھی سختی سے منع کرتے تھے۔ یہ روایت طبرانی نے معجم اوسط:۱/۲۹۱، اور امام مسلم نے کتاب الحیض باب بیان صفة منی الرجل و المرأة (رقم: ۴۷۳) میں نقل کیا ہے۔

اور علی القاری نے روایت انس جو کہ بخاری نے رقم: ۲۱۲۰ و مسلم :۲۱۳۱، میں اور مشکواۃ باب الاسامی: ۴۶۷۸ میں نقل ہے کہ: کان رسول اللهﷺ فی السوق فقال الرجل یاابا القاسم فالتفتّ الیه النبیﷺ فقال انمادعوت هذا، فقال ﷺ سموا باسمی و لاتکنوا بکنیتی ۔ یعنی نبی کریم ﷺ ایک دفعہ کسی حاجت کے لئے بازار گئے تھے تو پیچھے سے ایک آدمی نے یاابا القاسم کہہ کر آواز دی، تو نبی علیہ السلام نے پیچھے اس وجہ سے التفات فرمائی کہ شاید مجھے کوئی بلا رہا ہے لیکن اس آدمی نے کہا میں آپ کو نہیں بلکہ اس شخص کو بلا رہا ہوں، بعد میں رسول اللہ ﷺ نے حکم صادر فرمادیا: میرے نام پر کسی کے لئے نام رکھ سکتے ہوں لیکن میری کنیت پر کنیت مت رکھو۔ تو اس حدیث کے تحت ملا علی القاری تحریر فرماتے ہیں: فانه لایوجب الاالتباس لانکم منهیّون عن دعائی باسمی لقوله تعالی لاتجعلوادعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا، اوللتعلیم العقلی من الله تعالی لعباده حیث ماخاطبه ﷺ فی کلامه الابیاایها النبی ونحوه ،بخلاف سائر الانبیاء حیث ناداهم باسمائهم وقال یاآدم ویاابراهیم، الخ ۔ مرقات ۹/۱۰۴۔ شارح کی اس وجہ کو بیان کرنے سے صاف معلوم ہوا کہ یا محمد کہنا مذکورہ ایت سے منع کیا گیا ہے۔

قاضی عیاض نے اپنی کتاب الشفاء میں کہا ہے وماذکر من خصائصه وبر الله تعالی به ان الله تعالی خاطب جمیع الانبیاء باسمائهم فقال یاآدم یانوح یاابراهیم یاموسی یاداودیاعیسی یاذکریایایحی ولم یخاطب هوالابیاایها الرسول یاایها النبی یاایها المزمل یاایها المدثر. الشفاء:۔ ۱/۳۱۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے اور اللہ تعالی کے آپ کے ساتھ احسان اور بھلائی میں سے ایک یہ ہے کہ باقی سب انبیا علیہم السلام کیساتھ اللہ تعالی نے ان کے ناموں کے ساتھ خطاب فرمایا ہے، مثلا یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، وغیرہ اور آپ ﷺ کیساتھ قرآن میں کہیں یا محمد کہہ کر خطاب نہیں کیا ہے۔ مگر بیاایها الرسول، یاایها النبی، یاایها المزمل، یاایها المدثر، جیسے القاب کیساتھ خطاب کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جب باری تعالی اپنے رسول کے ساتھ تعظیم اور ملاطفت

کے القاب سے خطاب کرتا ہے اور نام سے خطاب نہیں کیا تو ہم کیوں یا محمد کہہ کر بے آدبی کرتے ہیں۔

اگر کوئی سوال کرتا ہے کہ ہم اب یا محمد کو بعد الوفات حاضر و ناظر کے عقیدے پر نہیں کہتے ہیں اور نہ ان کو دور سے سنانا مقصود ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس عقیدے سے یا محمد کہنا تو نداء غیر اللہ کیوجہ سے ممنوع ہے۔اس کا حکم الگ ہے۔اور بغیر اس عقیدے کے اس کا کہنا بے ادبی اور ترک تعظیم کی وجہ سے ممنوع ہے اگر چہ عقیدہ حاضر و ناظر کا نہ ہو۔ کیونکہ تمام مفسرین نے سورۃ نور اور سوۃ حجرات کی آیتوں میں یا محمد کہنے کی ممانعت کی وجہ سے اسے ممنوع قرار دیا ہے اور علت صرف یہی بیان کی ہے کہ نام سے پکارنے میں بے ادبی ہے اور تعظیم و توقیر کے خلاف ہے۔

معارف القران میں مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: جب تم رسول پاک ﷺ کو کسی ضرورت سے بلاؤ یا مخاطب کرو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لیکر یا محمد نہ کہنا، کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔اور امام رازیؒ مسائل رازی:۳۲۱، میں رقمطراز ہیں: **نهاهم الله عن ذلک بقوله لاتجعلوا دعاء الرسول، الاية، اعظاماللنبى عليه السلام** ۔اور صفوۃ التفاسیر میں ہے:**لاتنادوا الرسول باسمه تفخيمالمقامه وتعظيمالشانه** ۔قاضی عیاض بھی الشفاء:۳۵، میں لکھتے ہیں:**ولاتنادوه باسمه نداء بعضكم لبعض ولكن عظموه ووقروه ونادوه باشرف مايحب ان ينادى به، وغير ذلک من التفاسير** ۔پس ان تمام نقول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یا محمد کہنے کی ممانعت نبی علیہ السلام کی ادب اور تعظیم و توقیر کیوجہ سے ہے،اگر چہ حاضر و ناظر کا عقیدہ ہی نہ ہو۔اب یہ ممانعت یا محمد کہنے کی ادب او تعظیم کیوجہ سے جس طرح حالت حیات میں تھی، تو اب بعد الوفات بھی ادب اور تعظیم ضروری ہے اور یہ بعد الوفات بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔علامہ الوسی روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:**وفى احكام القران للسيوطى، لان فى هذا النهى تحريم نداء** ﷺ **باسمه** یعنی سیوطی نے کہا ہے کہ ایت **لاتجعلوا دعاء الرسول** الایہ میں یہ نہی تحریم کے لئے ہے کہ ان کو نام سے پکارنا حرام ہے۔اور صاحب روح المعانی لکھتے ہیں **و الظاهر استمرار ذلک بعدوفاته الآن**. اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حرمت ابھی تک بعد الوفاۃ بھی باقی ہے۔معارف القرآن میں ہے قاضی ابوبکر ابن عربی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور آدب آپؐ کی وفات کے بعد ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ حیات میں تھی،اور جلالین کے حاشیہ پر صاوی سے نقل کرتے ہیں:**واستفيدمن الاية لايجوزنداء النبى بغيرمايفيد التعظيم لافى حياته ولابعدوفاته ،وبهذايعلم ان من استخف بجنابه** ﷺ **فهو كافرملعون فى الدنياوالاخرة** (جلالین:) جلالین کے=

الَّذِيۡنَ يَتَسَلَّلُوۡنَ مِنۡكُمۡ لِوَاذًا ۚ فَلۡيَحۡذَرِ الَّذِيۡنَ يُخَالِفُوۡنَ عَنۡ اَمۡرِهٖۤ

جوتم میں سے آنکھ بچا کر چل دیتے ہیں تو جولوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر

اَنۡ تُصِيۡبَهُمۡ فِتۡنَةٌ اَوۡ يُصِيۡبَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ

کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔ دیکھو جو کچھ

مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قَدۡ يَعۡلَمُ مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ ؕ وَيَوۡمَ

آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے جس (طریق) پر تم ہو وہ اسے جانتا ہے اور جس روز لوگ

يُرۡجَعُوۡنَ اِلَيۡهِ فَيُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۶۴﴾

اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جولوگ عمل کرتے رہے وہ ان کو بتادے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

= حاشیہ پر لکھتے ہے کہ اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی علیہ السلام کوایسے الفاظ کیساتھ نداء اور آواز جائز نہیں ہے ، جو کہ تعظیم اور آدب کے خلاف ہو نہ حالت حیات میں اور نہ وفات کے بعد۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کی توہین اور استخفاف کرنے والا کافر اور دنیا اور اخرت دونوں میں ملعون ہے۔

قاضی عیاض نے الشفاء میں ایک ہی فصل میں تین جگہ لکھا ہے: (واعلم ان حرمة النبی ﷺ بعدموته وتوقیره وتعظیمه لازم کماکان حال حیاته. وقال حرمته حیاو میتاسواء، الشفاء:۴۰-۴۱-۴۳۔ جب نبی علیہ السلام کی تعظیم حیات اور بعد الوفات دونوں حالتوں میں یکساں لازم ہے تو بعد الوفات بھی یا محمد ان کو کہہ کر پکارنا بے ادبی ہے اور خصوصا جولوگ نبی علیہ السلام کی حیات ناسوتی اور دینوی پر قبر میں قائل ہیں تو کیوں وہ لوگ یہ بے ادبی کرتے ہیں ان کے قول اور فعل میں تضاد ہے۔

سورة الفرقان (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِيَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِيۡنَ نَذِيۡرَا ۙ﴿۱﴾

وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ اہلِ حال کو ہدایت کرے

الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدًا

وہی ذات کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور جس نے (کسی کو) بیٹا نہیں بنایا

وَّلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ شَرِيۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا ﴿۲﴾

جس کا بادشاہی میں کوئی شریک نہیں اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا

وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخۡلُقُوۡنَ شَيۡـئًا وَّهُمۡ يُخۡلَقُوۡنَ وَلَا يَمۡلِكُوۡنَ

اور (لوگوں نے) اس کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے گئے ہیں

لِاَنۡفُسِهِمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا وَّلَا يَمۡلِكُوۡنَ مَوۡتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوۡرًا ﴿۳﴾

اور نہ اپنے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتے ہیں اور نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے اور نہ (مر کر) اٹھ کھڑے ہونا

وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفۡكُ ۨافۡتَرٰٮهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہیں جو اس (مدعی رسالت) نے بنا لی ہیں اور اور لوگوں نے اس میں اس

اٰخَرُوۡنَ ۛۚ فَقَدۡ جَآءُوۡ ظُلۡمًا وَّزُوۡرًا ۚ﴿۴﴾ وَقَالُوۡۤا

کی مدد کی ہے یہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم اور جھوٹ پر (اتر) آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ﴿۵﴾
جس کو اس نے لکھ رکھا ہے اور وہ صبح و شام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں
قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُوْرًا
کہہ دو کہ اس نے اس کو اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے
رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي
اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے
الْأَسْوَاقِ لَوْلَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهُ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ أَوْ يُلْقٰى إِلَيْهِ
کیوں نازل نہیں کیا گیا اس کے پاس کوئی فرشتہ کہ اس کے ساتھ ہدایت کرنے کو رہتا۔ یا اس کی طرف (آسمان سے)
كَنْزٌ أَوْ تَكُوْنُ لَهُ جَنَّةٌ يَّأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا
خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک جادو زدہ شخص کی
﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا
پیروی کرتے ہو۔ دیکھو تو یہ تمہارے بارے میں کس کس طرح کی باتیں کرتے ہیں سو گمراہ ہو گئے اور رستہ نہیں پا سکتے
﴿۹﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْ إِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
وہ (اللہ) بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دیں (یعنی) باغات جن کے نیچے
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ
نہریں بہہ رہی ہوں نیز تمہارے لئے محل بنا دے۔ بلکہ یہ تو قیامت ہی کو جھٹلاتے ہیں اور ہم نے قیامت کے جھٹلانے والوں
وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾ إِذَا رَأَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ
کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ جس وقت وہ ان کو دُور سے دیکھے گی (تو غضبناک ہو رہی ہو گی اور یہ)

سَـمِـعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيْرًا ﴿١٢﴾ وَإِذَآ أُلْـقُـوْا مِـنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِيْنَ

اس کے جوش اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔ اور جب یہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں (زنجیروں میں) جکڑ

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿١٣﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا

ڈالے جائیں گے تو وہاں موت کو پکاریں گے۔ آج ایک ہی موت نہ پکارو بہت سی موتوں کو پکارو

﴿١٤﴾ قُـلْ أَذٰلِكَ خَيْـرٌ أَمْ جَـنَّةُ الْـخُـلْـدِ الَّتِىْ وُعِـدَ الْـمُتَّـقُـوْنَ

پوچھو یہ بہتر ہے یا بہشت جاودانی جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے

كَـانَـتْ لَهُـمْ جَـزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿١٥﴾ لَهُـمْ فِيْهَـا مَـا يَشَـآءُوْنَ خٰـلِدِيْنَ ط

یہ ان (کے اعمال) کا بدلا اور رہنے کا ٹھکانہ ہوگا۔ وہاں جو چاہیں گے ان کے لئے میسر ہوگا ہمیشہ اس میں رہیں گے

كَـانَ عَـلٰـى رَبِّكَ وَعْـدًا مَسْـئُوْلًا ﴿١٦﴾ وَيَـوْمَ يَـحْشُـرُهُـمْ وَمَـا

یہ وعدہ اللہ کو (پورا کرنا) لازم ہی اور اس لائق ہے کہ مانگ لیا جائے۔ اور جس دن (اللہ) ان کو اور انہیں جنہیں یہ اللہ کے سوا

يَـعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِىْ هٰٓـؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ

پوجتے ہیں جمع کرے گا تو فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے؟

﴿١٧﴾ قَـالُـوْا سُبْـحٰـنَكَ مَـا كَـانَ يَـنبَغِىْ لَنَآ أَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ

وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا اوروں کو

مِـنْ أَوْلِيَـآءَ وَلٰـكِـنْ مَّتَّـعْتَهُـمْ وَاٰبَـآءَهُـمْ حَتّٰـى نَسُـوا الـذِّكْـرَ ج

دوست بناتے لیکن تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادا کو برتنے کو نعمتیں دیں یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے

وَكَـانُـوْا قَـوْمًـا بُـوْرًا ﴿١٨﴾ فَـقَـدْ كَـذَّبُـوْكُـمْ بِـمَـا تَـقُـوْلُـوْنَ

اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ تو (کافرو!) انہوں نے تو تمہیں تمہاری بات میں جھٹلا دیا پس (اب) تم (عذاب کو)

فَـمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَـنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا
نہ پھیر سکتے ہو نہ (کسی سے) مدد لے سکتے ہو اور جو شخص تم میں سے ظلم کرے گا ہم اس کو بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے

۱۹ وَمَـآ أَرْسَلْنَـا قَبْلَكَ مِـنَ الْـمُرْسَلِيْنَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ
اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کھانا کھاتے تھے

وَيَـمْشُـوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ ؕ وَجَـعَـلْنَـا بَـعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ أَتَـصْبِرُوْنَ
اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے کیا تم صبر کرو گے؟

وَكَـانَ رَبُّكَ بَصِيْـرًا ۲۰ وَقَـالَ الَّـذِيْـنَ لَا يَـرْجُـوْنَ لِقَـآءَ نَـا
اور تمہارا پروردگار تو دیکھنے والا ہے۔ اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں

لَـوْلَآ أُنْـزِلَ عَـلَيْـنَـا الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ
کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا ہم اپنی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھ لیں، یہ اپنے خیال میں بڑائی رکھتے ہیں

وَعَتَوْ عُتُـوًّا كَبِيْـرًا ۲۱ يَـوْمَ يَـرَوْنَ الْـمَلٰٓئِـكَةَ لَا بُشْـرٰى يَوْمَـئِـذٍ
اور (اسی بنا پر) بڑے سرکش ہو رہے ہیں۔جس دن یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کیلئے کوئی خوشی کی بات نہیں ہوگی

لِّـلْـمُـجْـرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۲۲ وَقَـدِمْـنَـآ إِلٰى مَا عَمِلُوْا
اور کہیں گے یہ محروم ہی محروم کئے گئے اور جو انہوں نے عمل کئے ہوں گے

مِـنْ عَـمَـلٍ فَـجَـعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۲۳ أَصْـحٰبُ الْـجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ
ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑتی خاک کر دیں گے۔اس دن اہلِ جنت کا ٹھکانہ بھی بہتر ہوگا

مُّسْتَـقَـرًّا وَّأَحْسَـنُ مَقِيْلًا ۲۴ وَيَـوْمَ تَشَـقَّـقُ السَّـمَـآءُ بِـالْـغَـمَـامِ
اور مقامِ استراحت بھی عمدہ ہو گی۔اور جس دن آسمان ابر کیساتھ پھٹ جائے گا

وَنُـزِّلَ الْـمَلَآئِـكَةُ تَـنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ

اور فرشتے نازل کئے جائیں گے ۔ اس دن سچی بادشاہی اللہ ہی کی ہو گی

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ

اور وہ دن کافروں پر (سخت) مشکل ہوگا ۔ اور جس دن (ناعاقبت اندیش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ

(اور کہے گا) کہ اے کاش میں نے پیغمبر کیساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے شامت کاش میں نے

أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ أَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِيْ

فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا ۔ اس نے مجھ کو نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْإِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ

اور شیطان انسان کو دغا دینے والا ہے ۔ اور پیغمبر کہیں گے

يٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

کہ اے اللہ! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔[1] اور اسی طرح ہم نے گنہگاروں میں سے ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا

---

[1] عن جابرؓ عن النبی ﷺ القرآن شافع مشفّع وماحلٌ مصدَّقٌ من جعله امامه قاده الی الجنة ومن جعله خلف ظهره ساقطه الی النار(ابن حبان: ۱/۳۳۳،رقم :۱۲۴،وبزار: ۱۲۲ ومجمع الزوائد: ۱/۱۷۱) ۔جابرؓ نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا، کہ قرآن پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی، اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کرلیا گیا، جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے، اس کو جنت کی طرف کھینچتا ہے، اور جو اس کو پس پشت ڈال دے، اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

اور تمہارا رب ہدایت دینے اور مدد کرنے کو کافی ہے ۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ج كَذٰلِكَ

اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا؟ اس طرح (آہستہ آہستہ) اس لئے اتارا گیا

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا

کہ اس سے تمہارے دل کو قائم رکھیں اور اسی واسطے ہم اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں ۔ اور یہ لوگ تمہارے پاس جو

جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ

بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اُن کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں ۔ جو لوگ اپنے مونہوں کے بل

عَلٰى وُجُوْهِهِمْ إِلٰى جَهَنَّمَ أُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾

دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے اُن کا ٹھکانہ بھی بُرا ہے اور وہ رستے سے بھی بہکے ہوئے ہیں ۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ أَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اُن کے بھائی ہارون کو مددگار بنا کر اُن کیساتھ کیا ۔

فَقُلْنَا اذْهَبَآ إِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ط فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾

اور کہا کہ دونوں اُن کے پاس جاؤ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تو ہم نے اُن کو ہلاک کر ڈالا ۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً

اور نوح کی قوم نے بھی جب پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں غرق کر ڈالا اور لوگوں کیلئے نشانی بنا دیا

وَّأَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَأَصْحٰبَ الرَّسِّ

اور ظالموں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔اور عاد اور ثمود اور کنوئیں والوں

وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ

اور اُن کے درمیان اور بہت سی جماعتوں کو بھی (ہلاک کر ڈالا)۔ اور سب کے (سمجھانے کیلئے) ہم نے مثالیں بیان کی

وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْ أُمْطِرَتْ مَطَرَ

اور (نہ ماننے پر) سب کو تہس نہس کر دیا۔ اور یہ کافر اس بستی پر بھی گزر چکے ہیں جس پر بُری طرح سے مینہ برسایا گیا تھا

السَّوْءِ ط أَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَإِذَا رَأَوْكَ

کیا وہ اس کو دیکھتے نہ ہوں گے بلکہ ان کو (مرنے کے بعد) جی اٹھنے کی امید ہی نہیں تھی۔ اور یہ لوگ جب تمہیں دیکھتے ہیں

إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا ط أَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾

تو تمہاری ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ ۔

إِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ

اگر ہم اپنے معبودوں کے بارے میں ثابت قدم نہ رہتے تو یہ ضرور ہم کو بہکا دیتا اور یہ عنقریب معلوم

يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

کر لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ سیدھے رستے سے کون بھٹکا ہوا ہے

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے پھر کیا تو اس کا ذمہ دار ہوسکتا ہے۔

أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ أَوْ يَعْقِلُوْنَ ط إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ

یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں

بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ أَلَمْ تَرَ إِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ

بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ بلکہ تم نے اپنے رب (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر

وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿۴۵﴾

(کے پھیلا) دیتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اُس کو (بے حرکت) ٹھہرا رکھتا پھر سورج کو اُس کا رہنما بنا دیتا ہے ۔

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا

پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں ۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ

وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ الرِّيٰحَ

اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت کے مینہ کے آگے ہواؤں کو خوشخبری

بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾

بنا کر بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک (اور شفاف) پانی برساتے ہیں ۔

لِنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ أَنْعَامًا وَّأَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾

تا کہ اس سے زمین مردہ کو زندہ کر دیں اور پھر ہم اسے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو ہم نے پیدا کئے ہیں پلاتے ہیں

وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا فَأَبٰٓى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾

اور ہم نے اس قرآن کو طرح طرح کے لوگوں میں بیان کیا تا کہ نصیحت پکڑیں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا قبول نہ کیا

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے ۔ تو تم کافروں کا کہا نہ مانو

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ

اور ان سے اس قرآن کے حکم کے مطابق بڑے شد و مد سے لڑو۔ اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا ایک کا پانی شیریں

فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾

ہے پیاس بجھانے والا اور دوسرے کا کھارا چھاتی جلانے والا اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ط

اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابت دامادی بنایا

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ

اور تمہارا رب قدرت رکھتا ہے۔ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں کہ جو نہ اُن کو فائدہ پہنچا

وَلَا یَضُرُّهُمْ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾

سکے اور نہ ضرر اور کافر اپنے رب کی مخالفت میں بڑا زور مارتا ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ

اور ہم نے (اے محمد ﷺ!) تمہیں صرف خوشی اور عذاب کی خبر سنانے کو بھیجا ہے۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس (کام) کی اُجرت

اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ

نہیں مانگتا ہاں جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف (جانے کا) رستہ اختیار کرے۔ اور اس (اللہ) زندہ پر بھروسہ رکھو

لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ط وَكَفٰی بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۸﴾

جو (کبھی) نہیں مرے گا اور اُس کی تعریف کیساتھ تسبیح کرتے رہو اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی

جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا وہ (جس کا نام)

عَلَی الْعَرْشِ ج اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا

رحمٰن (یعنی بڑا مہربان) ہے تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو۔ اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ

لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ق اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾

کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا؟ کیا جس کیلئے تم ہم سے کہتے ہو ہم اس کے آگے سجدہ کریں، اور اس سے بدکتے ہیں

تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا

اور (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں بُرج بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا

مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ

چاند بھی بنایا۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا (یہ باتیں) اس شخص کیلئے

اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ

جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے ۔ اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے

عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

اور جو اپنے رب کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔ اور وہ جو دعا مانگتے ہیں

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾

کہ اے اللہ! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دُور رکھنا کہ اُس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا

اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے ۔ اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں

وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ

اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کیساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔ اور وہ جو اللہ کیساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے

اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور جن جاندار کا مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر (یعنی حکمِ شریعت کے مطابق)

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾
اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا
يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ﴿٦٩﴾
قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب ہو گا اور ذلت اور خواری سے اس میں ہمیشہ رہے گا
إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ
مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے
سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾
بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے ۔
وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾
اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بیشک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے
وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾
اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوتو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں
وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾
اور وہ کہ جب ان کو رب کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ
اور وہ جو (اللہ سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾ أُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا
اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا ۔ان لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے

وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيهَا

اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے اور وہاں فرشتے ان سے دعا وسلام کیساتھ ملاقات کریں گے۔اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ

اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے ۔ کہہ دو کہ اگر تم (اللہ کو) نہیں پکارتے تو میرا رب بھی تمہاری کچھ پرواہ

فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾

نہیں کرتا تم نے تکذیب کی ہے سو اس کی سزا (تمہارے لئے) لازم ہو گی[2]

---

[2] ایات مذکورہ میں اللہ کے مخصوص اور مقبول بندوں کی تیرہ (۱۳) صفات وعلامات کا ذکر آیا ہے، جن میں عقائد کی درستی اور اپنے ذاتی اعمال میں خواہ وہ بدن سے متعلق ہوں یا مال سے ،سب میں اللہ ورسول کے احکام اور مرضی کی پابندی ، دوسرے انسان کے ساتھ معاشرت اور تعلقات کی نوعیت ، رات دن کی عبادت گزاری کے ساتھ خوف الٰہی ،تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام اور اپنے ساتھ اپنی اولاد و ازواج کی اصلاح کی فکر وغیرہ شامل ہیں۔

ان کا سب سے پہلا وصف ''عباد'' ہونا ہے عباد عبد کی جمع ہے عبد کا ترجمہ بندہ ،جو اپنے آقا کا مملوک ہو۔اس کا وجود اور اس کے تمام اختیارات واعمال آقا کے حکم و مرضی پر دائر ہوتے ہیں۔اللہ کا بندہ کہلانے کا مستحق وہی شخص ہوسکتا ہے جو اپنے عقائد وخیالات کو اور اپنے ہر ارادے اور خواہش کو اور اپنی ہر حرکت اور سکون کو اپنے رب کے حکم اور مرضی کے تابع رکھے ہر وقت گوش برآواز رہے کہ جس کام کا حکم ہو وہ بجالاؤں۔

دوسری صفت:''یمشون علی الارض ھونا''یعنی چلتے ہیں وہ زمین پر تواضع کے ساتھ۔لفظ''ہون'' کا مفہوم اس جگہ سکینت ووقار اور تواضع ہے کہ اکڑ کر نہ چلے ،قدم متکبرانہ انداز سے نہ رکھے بہت آہستہ چلنا مراد نہیں، کیونکہ وہ بلاضرورت ہو تو خلاف سنت ہے۔رسول اللہ ﷺ کے چلنے کی جو صفت شمائل نبویہ میں منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا چلنا بہت آہستہ نہیں بلکہ کسی قدر تیزی کے ساتھ تھا۔حدیث میں ہے:''کانما الارض تطوی له ''(جامع الترمذی:۳۶۴۸) یعنی آپ ایسا چلتے تھے کہ گویا زمین آپ کے لئے سمٹی ہے(ابن کثیر) اسی لئے سلف صالحین نے بتکلف

مریضوں کی طرح آہستہ چلنے کوعلامت تکبر وتصنع ہونے کے سبب مکروہ قرار دیا ہے۔ فاروق اعظم نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ بہت آہستہ چل رہا ہے پوچھا کیا تم بیمار ہو؟ اس نے کہا نہیں، تو آپ نے اس پر درہ اٹھایا اور حکم دیا کہ قوت کے ساتھ چلا کرو۔ (ابن کثیر)۔

حسن بصریؒ نے اس آیت "يمشون على الارض هونا" کی تفسیر میں فرمایا کہ مومنین مخلصین کے تمام اعضاء وجوارح، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اللہ کے سامنے ذلیل وعاجز ہوتے ہیں، ناواقف ان کو دیکھ کر معذور وعاجز سمجھتا ہے حالانکہ نہ وہ بیمار ہیں، نہ معذور بلکہ تندرست قوی ہیں، مگر ان پر حق تعالی کا خوف ایسا طاری ہے جو دوسروں پر نہیں ہے۔ ان کو دنیا کے دھندوں سے آخرت کی فکر نے روکا ہوا ہے۔ اور جو شخص اللہ پر بھروسہ نہیں کرتا اور اس کی ساری فکر دنیا ہی کے کاموں میں لگی رہتی ہے تو وہ ہمیشہ حسرت ہی حسرت میں رہتا ہے (کہ دنیا تو ساری ملتی نہیں اور آخرت میں اس نے حصہ نہیں لیا) اور جس شخص نے اللہ کی نعمت صرف کھانے پینے کی ہی چیزوں کو سمجھا ہے اور اعلی اخلاق کی طرف دھیان نہیں دیا، اس کا علم بہت تھوڑا ہے اور عذاب اس کے لئے تیار ہے۔ (از ابن کثیر ملخصا)۔

تیسری صفت: "واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" یعنی جب جہالت والے ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، سلام، یہاں جاہلوں کا ترجمہ جہالت والوں سے کر کے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ مراد اس سے بے علم آدمی نہیں بلکہ وہ جو جہالت کے کام اور جاہلانہ باتیں کرے خواہ واقع میں وہ ذی علم بھی ہو۔ اور لفظ "سلام" سے یہاں مراد عرفی سلام نہیں بلکہ سلامتی کی بات ہے۔ قرطبی نے نحاس سے نقل کیا ہے کہ اس جگہ سلام تسلیم سے مشتق نہیں بلکہ تسلّم سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں سلامت رہنا۔ مراد یہ ہے کہ جاہلوں کے جواب میں وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں جس سے دوسروں کو ایذا نہ پہنچے اور یہ گناہگار نہ ہو۔ یہی تفسیر مجاہد، مقاتل وغیرہ سے منقول ہے (مظہری)۔ حاصل یہ ہے کہ بے وقوف جاہلانہ باتیں کرنے والوں سے یہ لوگ انتقامی معاملہ نہیں کرتے بلکہ ان سے درگزر کرتے ہیں۔

چوتھی صفت: "والذين يبيتون لربهم سجدا وقياما" یعنی وہ رات گزارتے ہیں اپنے رب کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے۔ عبادت میں شب بیداری کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا گیا کہ یہ وقت سونے آرام کرنے کا ہے اس میں نماز وعبادت کے لئے کھڑا ہونا خاص مشقت بھی ہے اور اس میں ریا ونمود کے خطرات بھی نہیں ہیں، منشأ یہ ہے کہ ان کا لیل ونہار اللہ کی اطاعت میں مشغول ہوتا ہے دن کو تعلیم وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ کے کام

ہیں، رات کواللہ کے سامنے عبادت گزاری کرنا ہے۔تہجد کی نماز کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ترمذی نے ابوامامہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیام اللیل (تہجد) کی پابندی کرو، کیونکہ وہ تم سے پہلے بھی سب نیک بندوں کی عادت رہی ہے، اور وہ اللہ تعالی سے تم کو قریب کرنے والی اور سیئات کا کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے والی چیز ہے (ترمذی:۳۵۴۹)۔

پانچویں صفت: ''و الذین یقولون ربنااصرف عناعذاب جهنم '' الایۃ ،یعنی یہ مقبولین بارگاہ شب وروز عبادت وطاعت میں مصروف رہنے کے باوجود بےخوف ہوکرنہیں بیٹھ رہتے بلکہ ہر وقت اللہ کا خوف اورآخرت کی فکر رکھتے ہیں،جس کے لئے عملی کوشش بھی جاری رہتی ہے،اوراللہ سے دعائیں بھی۔

چھٹی صفت: ''و الذین اذا انفقوا '' الایۃ ،یعنی اللہ کے مقبول بندے مال خرچ کرنے کے وقت نہ اسراف اورفضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل وکوتاہی، بلکہ دونوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتے ہیں۔ایت میں اسراف اوراس کے بالمقابل اقتار کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔اسراف کے لغوی معنے حد سے تجاوز کرنے کے ہیں۔اصطلاح شرع میں ابن عباس،مجاہد،قتادہ،ابن جریج کے نزدیک اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا اسراف ہے اگرچہ ایک پیسہ ہی ہو۔اوربعض نے فرمایا کہ جائز اورمباح کاموں میں ضرورت سے زائد خرچ کرنا تبذیر یعنی فضول خرچی کی حد میں داخل ہوجائے وہ بھی اسراف کے حکم میں ہے کیونکہ تبذیر یعنی فضول خرچی بنص قران حرام ومعصیت ہے حق تعالی کا ارشاد ہے''ان المبذرین كانوااخوان الشياطين ''(اسراء:۲۷)اس لحاظ سے اس تفسیر کا حاصل بھی ابن عباسؓ وغیرہ کی مذکورہ تفسیر ہوگیا۔یعنی معصیت وگناہ میں جوکچھ خرچ کیاجائے وہ اسراف ہے(مظہری)۔

اور''اقتار'' کے معنے خرچ میں تنگی اوربخل کرنے کے ہیں۔اصطلاح شرع میں اس کے معنے یہ ہیں کہ جن کاموں میں اللہ اوررسول نے خرچ کرنے کاحکم دیا ہے ان میں خرچ کرنے میں تنگی برتنا اور بالکل خرچ نہ کرنا بدرجہ اولی اس میں داخل ہے یہ تفسیر بھی ابن عباسؓ،قتادہ وغیرہ سے منقول ہے۔(مظہری)۔اس ایت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کی صفت مال خرچ کرنے میں یہ ہوتی ہے کہ اسراف اوراقتار کے درمیان اعتدال اورمیانہ روی پرعمل کرتے ہیں۔رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے:من فقه الرجل قصده فى معيشته یعنی انسان کی دانشمندی کی علامت یہ ہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے۔نہ اسراف میں مبتلا ہو نہ بخل میں۔رواہ احمد عن ابی الدرداءؓ (۲۱۶۹۵)۔

ایک دوسری حدیث میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ماعال من اقتصد یعنی جو شخص خرچ میں میانہ روی اور اعتدال پر قائم رہتا ہے وہ کبھی فقیر محتاج نہیں ہوتا (رواہ امام احمد: ۴۲۶۹)۔

ساتھویں صفت: " الذین لایدعون مع اللہ الھا اخر" پہلی چھ صفات میں طاعت وفرمانبرداری کے اصول آ گئے ہیں اب معصیت اور نافرمانی کی اصول مہمہ کا بیان ہے، جن میں پہلی چیز عقیدہ سے متعلق ہے کہ یہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں شریک نہیں کرتے جس سے شرک کا سب سے بڑا گناہ ہونا معلوم ہوا۔

اٹھویں، اور نویں صفت: "لایقتلون النفس " الایۃ یہ عملی گناہوں میں سب سے بڑے بڑے اور سخت گناہوں کا بیان ہے، کہ اللہ کے مقبول بندے ان کے پاس نہیں جاتے، کسی کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا کے پاس نہیں جاتے، یہ تین عقیدہ اور عمل کے بڑے گناہ بیان فرمانے کے بعد آیت میں ارشاد ہے: "ومن یفعل ذلک یلق اثاما" یعنی جو شخص ان مذکورہ گناہوں کا مرتکب ہوگا وہ اس کی سزا پائے گا۔ ابوعبیدہ نے اس جگہ لفظ اثام کی تفسیر سزائے گناہ سے کی ہے، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو سخت اور شدید عذابوں سے پُر ہے، بعض روایات حدیث بھی اس کی شہادت میں لکھی ہیں۔ (تفسیر مظہری)۔

دسویں صفت: "و الذین لایشھدون الزور" یعنی یہ لوگ جھوٹ اور باطل کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے سب سے بڑا جھوٹ اور باطل تو شرک وکفر ہے اس کے بعد عام جھوٹ اور گناہ کے کام ہیں۔ مطلب ایت کا یہ ہے کہ اللہ تعالی کے مقبول بندے ایسی مجلسوں میں شرکت سے بھی گریز کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد مشرکین کی عیدیں اور میلے ٹھیلے ہیں، مجاہد، محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ اس سے مراد گھانے بجھانے کی محفلیں ہیں۔ عمرو بن قیس نے فرمایا کہ بے حیائی اور ناچ رنگ کی محفلیں مراد ہیں، زہری، امام مالکؒ نے فرمایا کہ شراب پینے پلانے کی مجلسیں مراد ہیں (ابن کثیر)۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں یہ ساری ہی مجلسیں مجلس زور کی مصداق ہیں۔ اللہ کے نیک بندوں کو ایسی محفلوں ہی سے پرہیز کرنا چاہے کیونکہ لغو و باطل کا بالقصد دیکھنا بھی اس کی شرکت کی حکم میں ہے (مظہری) اور بعض مفسرین نے" لایشھدون الزور" میں یشھدون کو شہادت بمعنی گواہی سے لیا ہے اور معنے ایت کے یہ قرار دیئے کہ یہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، جھوٹی گواہی کا گناہ کبیرہ اور وبال عظیم ہونا قرآن اور سنت میں معروف ومشہور ہے، بخاری ومسلم میں انسؓ کی روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے جھوٹی گواہی کو اکبر کبائر فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)۔ فاروق

اعظمؒ نے فرمایا کہ جس شخص کی متعلق ثابت ہو جائے کہ اس نے جھوٹی شہادت دی ہے تو اس کو چالیس کوڑوں کی سزادی جائے۔اوراس کا منہ کالا کر کے بازار میں پھرایا جائے اوررسوا کیا جائے پھر طویل زمانہ تک قید میں رکھا جائے۔رواہ ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق،مظہری۔

گیارہویں صفت: ''واذامروا باللغو مروا کراما''یعنی اگر لغو اور بیہودہ مجلسوں پر کبھی ان کا گزر اتفاقا ہو جائے تو وہ سنجیدگی اور شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں،مطلب یہ ہے کہ ایسی مجلسوں میں یہ لوگ جس طرح بقصد وارادہ شریک نہیں ہوتے اسی طرح اگر کہیں اتفاقی طور پر ان کا کسی ایسی مجلس پر گزر ہو جاوے تو اس فسق وفجور اور گناہ کی مجلس پر سے شرافت کے ساتھ گزرے چلے جاتے ہیں،یعنی ان کے اس فعل کو برا اور قابل نفرت جانتے ہوئے،نہ گناہوں میں مبتلا لوگوں کی تحقیر کرتے ہیں اور نہ خود اپنے آپ کو ان سے افضل وبہتر سمجھ کر تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کا اتفاق سے ایک روز کسی بیہودہ لغوہ مجلس پر گزر ہو گیا تو وہاں ٹھیرے نہیں گزرے چلے گئے۔رسول پاک ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ ابن مسعودؓ،کریم ہو گئے،اور یہ ایت تلاوت فرمائی جس میں بیہودہ مجلس سے کریموں شریفوں کی طرح گزر جانے کا حکم ہے۔ابن کثیر۔

بارہویں صفت: ''والذی اذاذکروا بایات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا''یعنی ان مقبول بندوں کی یہ شان ہے کہ جب ان کو اللہ کی ایات اور اخرت کی یاد دلائی جاتی ہے تو وہ ان آیات کیطرف اندھے بہروں کی طرح متوجہ نہیں ہوتے بلکہ سمیع وبصیر انسان کی طرح ان میں غور کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں،غافل اور مغفل لوگوں کی طرح ایسا معاملہ نہیں کرتے کہ انہوں نے سنا ہی نہیں یا دیکھا ہے نہیں،اس آیت میں دو چیزیں مذکور ہیں،ایک آیات الہٰیہ پر گر پڑنا،یعنی اہتمام کے ساتھ متوجہ ہونا یہ تو امر محمود ومقصود اور بہت بڑی نیکی ہے،دوسرے اندھے بہروں کی طرح گرنا کہ قرآن کی آیات پر توجہ تو دیں مگر یا تو اس پر عمل کرنے میں معاملہ ایسا کریں کہ گویا انہوں نے سنا اور دیکھا ہی نہیں،اور یا آیات قرآن پر عمل بھی کرے مگر ان کو اصول صحیحہ اور تفسیر صحابہ وتابعین کے خلاف اپنے رائے یا سنی سنائے باتوں کے تابع کر کے غلط عمل کریں،یہ بھی ایک طرح سے اندھے بہرے ہو کر ہی گرنے کے حکم میں ہے۔

تیرہویں صفت: ''والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما''اس میں اپنی اولاد اور ازواج کے لئے اللہ تعالی سے یہ دعا ہے ان کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے،آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے سے مراد حسن بصریؒ کی تفسیر کیمطابق یہ ہے کہ ان کو اللہ کی طاعت میں مشغول دیکھے،یہی ایک انسان کے

لئے آنکھوں کی اصلی ٹھنڈک ہے اوراگراولا دوازواج کی ظاہری صحت وعافیت اورخوشحالی بھی اس میں شامل کی جائے تو وہ بھی درست ہے۔

یہاں اس دعاء سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی مقبول بندے صرف اپنے نفس کی اصلاح اوراعمال صالحہ پرقناعت نہیں کر لیتے بلکہ اپنی اولاداور بیبیوں کی بھی اصلاح اعمال واخلاق کی فکر کرتے ہیں اوراس کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں اسی کوشش میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کی صلاحیت کے لئے اللہ تعالی سے دعامانگتا رہے اس آیت کے اگلے جملے میں دعا کا یہ جز بھی ہے:''واجعلنا للمتقين اماما''یعنی ہمیں متقی لوگوں کا امام اور پیشوا بنادے،اس میں بظاہر اپنے لئے جاہ ومنصب اور بڑائی حاصل کرنے کی دعاہے جودوسری نصوص قران کی روسے ممنوع ہے جیسے قرآن کاارشاد ہے:''تلک الدار الاخــــــــــرة نجعلها للذين لايريدون علوا في الارض ولافسادا ''(قصص:۸۳)یعنی ہم نے دارآخرت کومخصوص کرر کھا ہے،ان لوگوں کے لئے جوزمین میں اپنا علواور بڑائی نہیں چاہتے اورنہ زمین فساد برپا کرنا چاہتے ہیں۔

اس لئے بعض علماء نے اس ایت کی تفسیر میں فرمایا کہ ہرشخص اپنے اہل وعیال کا قدرتی طور پرامام وپیشوا ہوتا ہی ہےاس لئے اس دعا کا حاصل یہ ہوگیا کہ ہمارے اولادوازواج کومتقی بنادیجئے اور جب وہ متقی ہوجاویں گےتو طبعی طور پر یہ شخص متقین کا امام وپیشوا کہلائیگا،جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں اپنی بڑائی کی دعانہیں بلکہ اولادوازواج کے متقی بنانے کی دعاہے۔اورابراہیم نخعی نے فرمایا: کہ اس دعامیں اپنے لئے کوئی ریاست وامامت وپیشوائی طلب کرنامقصودنہیں بلکہ مقصوداس دعا کا یہ ہے کہ ہمیں ایسابنادیجئے کہ لوگ دین وعمل میں ہماری اقتدا کیا کریں اور ہمارے علم وعمل سے ان کونفع پہنچے تا کہ اس کا ثواب ہمیں حاصل ہو۔امام مکحول شامیؒ نے فرمایا کہ دعا کامقصود اپنے لئے تقوی کاایسااعلی مقام حاصل کرنا ہے کہ دنیا کے متقی لوگوں کوبھی ہمارے علم وعمل سے فائدہ پہنچے۔قرطبی نے یہ دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ان دونوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ ریاست وامامت کی طلب جودین کے لئے اورآخرت کے فائدہ کے لئے ہووہ مذموم نہیں بلکہ جائز ہے۔

''لايريدون علوا'' میں اس ریاست واقتدار کی خواہش کی مذمت ہے جودنیوی عزت وجاہ کے لئے ہو۔واللہ اعلم۔ یہاں تک عبادالرحمٰن یعنی مومنین کاملین کی اہم صفات کا بیان پوراہوگیا۔آگے ان کی جزاءاورآخرت کے درجات کا ذکر ہے۔

''اولئک یجزون الغرفة''غرفہ کےلغوی معنی بالا خانہ کے ہیں،جنت میں مقربین خاص کے لئے ایسے غرفات ہونگے جوعام اہل جنت کوایسے نظرآئیں گے جیسے زمین والے ستاروں کودیکھتے ہیں۔(رواہ البخاری:٣٠١٦ومسلم: ٥٠٥٩،)۔

مسنداحمد:١٢٦٨،ترمذی:١٩٠٧،میں ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول پاکﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہونگے جنکا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظرآتا ہوگا۔لوگوں نے پوچھایارسول اللہ یہ غرفیں کن لوگوں کے لئے ہیں؟ آپؐ نے فرمایاجوشخص اپنے کلام کونرم اور پاک رکھےاور ہرمسلمان کوسلام کرےاورلوگوں کوکھانا کھلائےاوررات کواس وقت تہجد کی نماز پڑھے جب لوگ سورہے ہوں۔

''ویلقون فیھاتحیة وسلاما ''یعنی جنت کی دوسری نعمتوں کے ساتھ ان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوگا کہ فرشتے ان کومبارک باددیں گے،اورسلام کریں گے،یہاں تک مومنین مخلصین کی خصوصی عادات واعمال اوران کی جزاوثواب کاذکرتھا،آخری آیت میں پھرمشرکین کوعذاب سےڈراکرسورت کوختم کیا گیا ہے۔

''قل مایعبؤابکم ربی لولادعاؤکم ''اس ایت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں زیادہ واضح یہ ہے کہ اللہ تعالی کےنزدیک تمھاری کوئی وقعت وحیثیت نہ ہوتی اگرتمہاری طرف سےاللہ کوپکارنااوراس کی عبادت کرنانہ ہوتا کیونکہ انسان کی تخلیق کامنشأ ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے جیسے دوسری آیت میں ہے''وماخلقت الجن و الانس الالیعبدون ''(ذاریات:٥٦)یعنی میں نے انسان اورجن کواورکسی کام کے لئے پیدانہیں کیابجزاس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔

یا''بکم''میں باءتعدیہ کے لئے ہے ''ربی'' ''یعبؤا''کافاعل ہے ''دعائکم''مصدرمفعول کی طرف مضاف ہےاورفاعل(اللہ ہے)اور ''لولا''کاجواب محذوف ہے ای لعذبکم ۔اصل عبارت اس طرح ہوگی لولا دعاء اللہ ایاکم لعذبکم، یعنی میرے رب کوتمہاری پرواہ نہیں اگرتمہیں اللہ کی طرف سےتوحیدکی دعوت نہ ہوتی،توتمہیں عذاب سے جلدہلاک کردیاجاتا،لیکن اللہ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ تبلیغ ودعوت سے پہلے وہ کسی کونہیں پکڑتا،جیسا کہ ارشادہے: وماکنامعذبین حتی نبعث رسولا(اسراء:١٥)اورنسفی وابوالسعودوغیرہ نےیہ تاویل کی ہے کہ ''مایعبوابکم ربی'' ''لولا'' کاجواب ہےیعنی مایصنبع بکم ربی لولاء دعائه ایاکم الی الاسلام.

سورة الشعرآء (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓمٓ ﴿١﴾ تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

طٰسٓمٓ ۔ یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔ (اے پیغمبر!) شاید تم اس (رنج) سے

أَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ إِنْ نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً

کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے ۔اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں

فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾ وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں ۔اور ان کے پاس (اللہ) الرحمٰن کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی

مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ﴿٥﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَأْتِيْهِمْ أَنْبٰٓؤُا

مگر یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، سو یہ تو جھٹلا چکے اب ان کو اس چیز کی حقیقت معلوم ہو گی

مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ

جس کی ہنسی اڑاتے تھے ۔کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی چیزیں اگائی ہیں

كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿٧﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾

کچھ شک نہیں کہ اس میں (قدرتِ الٰہی کی) نشانی ہے مگر یہ اکثر ایمان والے نہیں ہیں

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٩﴾ وَإِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾

اور تمہارا رب غالب (اور) مہربان ہے ۔اور جب تمہارے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ ۔

قَوْمَ فِرْعَوْنَ أَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّيٓ أَخَافُ أَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۱۲﴾
(یعنی) قومِ فرعون کے پاس کیا یہ ڈرتے نہیں؟ انہوں نے کہا کہ الٰہی! میں ڈرتا ہوں کہ یہ مجھے جھوٹا سمجھیں

وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَأَرْسِلْ إِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾
اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے تو ہارون کو حکم بھیج کہ میرے ساتھ چلیں

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾
اور اُن لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ بھی ہے سو مجھے خوف ہے کہ مجھے مار ہی ڈالیں

قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ إِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ
فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو

إِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيٓ إِسْرَآئِيْلَ ﴿۱۷﴾
کہ ہم تمام جہان کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں۔کہ آپ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں

قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾
(فرعون نے موسیٰ سے) کہا کیا ہم نے تم کو کہ ابھی بچے تھے پرورش نہیں کیا اور تم نے برسوں ہمارے ہاں عمر بسر نہیں کی؟

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾
اور تم نے وہ کام کیا تھا جو کیا اور تم ناشکرے معلوم ہوتے ہو۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾
(موسیٰ نے) کہا کہ (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں بھولے ہوئے لوگوں میں سے تھا

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ
تو جب مجھے تم سے ڈر لگا تو تم میں سے بھاگ گیا پھر اللہ نے مجھے نبوت وعلم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے بنادیا

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدتَّ بَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ

اور (کیا) یہی احسان ہے جو آپ مجھ پر رکھتے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے

﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

فرعون نے کہا کہ تمام جہان کا مالک کیا؟۔ کہا کہ آسمانوں

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ

اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم لوگوں کو یقین ہو۔فرعون نے اپنے اہالی موالی سے کہا

أَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَآئِكُمُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾

کہ کیا تم سنتے نہیں؟ (موسیٰ نے) کہا کہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا مالک

قَالَ إِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾

(فرعون نے) کہا کہ (یہ) پیغمبر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾

موسیٰ نے کہا کہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ إِلٰهًا غَيْرِيْ لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾

(فرعون نے) کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دوں گا

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَأْتِ بِهٖٓ إِنْ كُنتَ مِنَ

(موسیٰ نے) کہا کہ خواہ میں آپ کے پاس روشن چیز لاؤں؟ (یعنی معجزہ)۔فرعون نے کہا کہ اگر سچے ہوتو اسے لاؤ

الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا

(دکھاؤ)۔ پس انہوں نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ اسی وقت صریح اژدہا بن گئی۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اُسی دم

هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾
دیکھنے والوں کو سفید نظر آنے لگا ۔ فرعون نے اپنے سرداروں سے کہا کہ یہ کامل فن جادوگر ہے
یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾
چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو سے تمہارے ملک سے نکال دے تو تمہاری کیا رائے ہے؟
قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۳۶﴾
اُنہوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی (کے بارے) میں کچھ توقف کیجئے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے
یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ
کہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لے آئیں ۔ تو جادوگر ایک مقرر دن کی میعاد پر جمع ہو گئے
﴿۳۸﴾ وَّقِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ
اور لوگوں سے کہہ دیا گیا کہ تم (سب) کو اکٹھے ہو کر جانا چاہیئے ۔ تاکہ اگر جادوگر غالب رہیں
اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا
تو ہم ان کے پیرو ہو جائیں ۔جب جادوگر آ گئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب رہے
لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ
تو ہمیں صلہ بھی عطا ہو گا؟فرعون نے کہا ہاں اور تم مقربوں میں بھی داخل کر لئے جاؤ گے ۔
﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾
موسیٰ نے ان سے کہا کہ جو چیز ڈالنی چاہتے ہو ڈالو
فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِیَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾
تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے

فَأَلْقٰى مُوسٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۴۵﴾

پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان چیزوں کو جو جادوگروں نے بنائی تھیں یکایک نگلنے لگی

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِينَ ﴿۴۶﴾ قَالُوٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۴۷﴾

تب جادوگر سجدے میں گر پڑے ۔ (اور) کہنے لگے کہ ہم تمام جہان کے مالک پر ایمان لائے

رَبِّ مُوسٰى وَهٰرُونَ ﴿۴۸﴾ قَالَ آمَنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ج

جو موسیٰ اور ہارون کا مالک ہے۔فرعون نے کہا کیا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟

إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ج فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ط

بیشک یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو عنقریب تم (اس کا انجام) معلوم کر لو گے

لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلٰفٍ وَّلَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۴۹﴾

کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں اطرافِ مخالف سے کٹوا دوں گا اور تم سب کو سولی چڑھوا دوں گا

قَالُوا لَا ضَيْرَ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿۵۰﴾

انہوں نے کہا کچھ نقصان (کی بات) نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۔

إِنَّا نَطْمَعُ أَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ أَنْ كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۱﴾

ہمارا رب ہمارے گناھوں کو معاف کردے گا اس لئے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

وَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰىٓ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِيٓ إِنَّكُمْ مُّتَّبَعُونَ ﴿۵۲﴾

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو کو رات کو لے نکلو کہ (فرعونیوں کی طرف سے) تمہارا تعاقب کیا جائے گا

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حَاشِرِينَ ﴿۵۳﴾ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ

تو فرعون نے شہروں میں نقیب روانہ کئے (اور کہا) ۔ کہ یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہیں

وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُونَ ﴿٥٥﴾ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حٰذِرُونَ ﴿٥٦﴾

اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں اور ہم سب باسازو سامان ہیں

فَأَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٥٨﴾

تو ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال دیا ۔ اور خزانوں اور نفیس مکانات سے

كَذٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنٰهَا بَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ ﴿٥٩﴾ فَأَتْبَعُوهُمْ مُّشْرِقِينَ ﴿٦٠﴾

(ان کیساتھ ہم نے) اس طرح اور ان چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔[1] تو انہوں نے سورج نکلتے ان کا تعاقب کیا

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ أَصْحٰبُ مُوسٰىٓ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ﴿٦١﴾

جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو دھر لئے گئے

قَالَ كَلَّآ ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٦٢﴾ فَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوسٰىٓ

موسیٰ نے کہا کہ ہرگز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا۔ اس وقت ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی

أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ

کہ اپنی لاٹھی دریا پر مارو تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ (ہے)

---

[1] اس آیت میں بظاہر یہ تصریح ہے کہ قوم فرعون کی چھوڑی ہوئی املاک اور جائداد، باغات وخزائن کا مالک غرق فرعون کے بعد بنی اسرائیل کو بنا دیا گیا، لیکن اس میں ایک تاریخی اشکال یہ ہے کہ خود قرآن کی متعدد آیات اس پر شاہد ہیں کہ قوم فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل مصر کیطرف نہیں لوٹے بلکہ اپنے اصلی وطن ارض مقدس شام کیطرف روانہ ہوئے، وہیں ان کو ایک کافر قوم سے جہاد کر کے ان کے شہر کو فتح کرنے کا حکم ملا، جس کی تعمیل سے بنی اسرائیل نے انکار کر دیا اس پر بطور عذاب کے اس کھلے میدان میں جس میں بنی اسرائیل موجود تھے ایک قدرتی جیل خانہ بنا دیا گیا، کہ وہ اس میدان سے نکل نہیں سکتے تھے، اسی حال میں چالیس سال گذرے اور اسی وادی میں

ان کے دونوں پیغمبروں موسی وھارون علیہما السلام کی وفات ہوگئی ،اس کے بعد بھی کتب تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی وقت بنی اسرائیل اجتماعی اورقوی صورت سے مصر میں داخل ہوئے ہوں کہ قوم فرعون کی جائداد وخزائن پر ان کا قبضہ ہوا ہو۔

تفسیر روح المعانی میں سورۂ شعراء کی اسی آیت کے تحت اس کے دو جواب ائمہ تفسیر حسن وقتادہ کے حوالہ سے نقل کئے ہیں، حسنؒ کا ارشاد ہے کہ آیہ مذکورہ میں بنی اسرائیل کوفرعونی متروکہ جائداد کا وارث بنانے کا ذکر ہے، مگر یہ کہیں مذکور نہیں کہ یہ واقعہ ہلاک فرعون کے فوراً بعد ہوجائیگا، وادی تیہ کے واقعہ اور چالیس پچاس سال کے بعد بھی اگر وہ مصر میں داخل ہوئے ہوں تو آیت کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں آتا، رہا یہ امر کہ تاریخ سے ان کا اجتماعی داخلہ مصر ثابت نہیں، تو یہ اعتراض اس لئے قابل التفات نہیں ہے کہ اس زمانہ کی تاریخ یہود ونصاری کی لکھی ہوئی اکاذیب سے بھرپور ہے جو کسی طرح قابل اعتماد نہیں، اس کی وجہ سے آیت قرآن میں کوئی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں۔

قتادہؒ نے فرمایا کہ اس واقعہ کے متعلق جتنی آیات قرآن کریم کی متعدد سورتوں میں آئی ہیں مثلا سورۂ اعراف آیت: ١٢٨، ١٣٧، اور سورۂ قصص: ٥، ودخان: ٢٥ تا ٢٨، اور سورۂ شعراء کی آیت مذکورہ: ان سب کے ظاہر سے اگرچہ ذہن اس طرف جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کوخاص انہیں باغات اور جائدادوں کا مالک بنایا گیا تھا، جوقوم فرعون نے ارض مصر میں چھوڑی تھیں، جس کے لئے بنی اسرائیل کا مصر کیطرف لوٹنا ضروری ہے، لیکن ان سب آیتوں کے الفاظ میں اس کی بھی واضح گنجائش موجود ہے کہ مراد ان سے یہ ہو کہ بنی اسرائیل کواسی طرح کے خزائن اور باغات وغیرہ کا مالک بنادیا گیا جس طرح کے باغات قوم فرعون کے پاس تھے، جس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ارض مصر ہی میں پہنچکر حاصل ہوں بلکہ ارض شام میں بھی حاصل ہوسکتے ہیں،

اور سورۂ اعراف کی آیت: ١٣٧، میں ''التی بارکنافیها'' کے الفاظ سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ ارض شام مراد ہے، کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں 'بارکنا' وغیرہ کے الفاظ اکثر ارض شام ہی کے بارے میں آئے ہیں، اس لئے قتادہؒ کا قول یہ ہے کہ بلاضرورت آیات قرآن کوایسے محمل پر محمول کرنا جوتاریخ عالم سے متصادم ہو درست نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر واقعات سے یہ ثابت ہوجائے کہ ہلاک فرعون کے بعد کسی وقت بھی بنی اسرائیل اجتماعی صورت سے مصر پر قابض نہیں ہوئے، تو قتادہؒ کی تفسیر کے مطابق ان تمام آیات میں ارض شام اور اس کے باغات وخزائن کا وارث ہونا مراد لیا جاسکتا ہے (واللہ سبحانہ وتعالی اعلم)۔

﴿۶۳﴾ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَأَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ أَجْمَعِيْنَ

اور دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا ۔ اور موسیٰ اور ان کیساتھ والوں کو تو بچا لیا

﴿۶۵﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

پھر دوسروں کو ڈبو دیا ۔ بیشک اس (قصہ) میں نشانی ہے لیکن یہ اکثر

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾

ایمان والے نہیں اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيْمَ ﴿۶۹﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾

۔اوران کوابراہیم کا حال پڑھ کرسنادو۔جب انہوں نے اپنے باپ اوراپنی قوم کےلوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟

قَالُوْا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ إِذْ

وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اوران کی پوجا پر قائم ہیں۔ابراہیم نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہوتو کیا وہ تمہاری

تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ أَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ أَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾

آواز کو سنتے ہیں؟ یا تمہیں کچھ فائدے دے سکتے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ

انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کواسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ابراہیم نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ جن کوتم

تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْأَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ

پوجتے رہے ہو؟ ۔تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی ۔ وہ میرے دشمن ہیں

إِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾

لیکن اللہ رب العالمین (میرا دوست ہے) ۔ جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے

وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿٨٠﴾
اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے ۔ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے
وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِیْ أَطْمَعُ أَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ
اور وہ جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا۔اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا
یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّأَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿٨٣﴾
اے اللہ! مجھے علم و دانش عطا فرما اور نیکوکاروں میں شامل کر ۔
وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ
اورآئندہ آنے والوں نسلوں میں میراذکرخیرباقی رکھ۔[2] اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں کر

---

[2] اس آیۂ مبارکہ میں "لسان" سے مراد ذکر ہے،اور "لی" کا "لام" نفع کے لئے ہے،آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اے اللہ مجھے ایسے پسندیدہ طریقے اورعمدہ نشانیاں عطا فرما،جس کی دوسرے لوگ قیامت تک پیروی کریں،اور مجھے ذکر خیر اورعمدہ صفت سے یاد کیا کریں،(ابن کثیر،روح المعانی)۔

اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی،یہود ونصاری اورمشرکین مکہ تک ملت ابراہیمی سے محبت والفت رکھتے ہیں،اوراپنے آپ کواس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔اگرچہ ان کا طریقہ ملت ابراہیمی کے خلاف کفروشرک ہے،مگروہ دعوی یہی کرتے ہیں کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں،اورامت محمدیہ تو بجاطور پر بھی ملت ابراہیمی پر ہونے کواپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہے۔

"حب جاہ"یعنی لوگوں سے اپنی عزت کرنے اورمدح کرنے کی خواہش شرعاً مذموم ہے،قرآن کریم نے دارآخرت کی نعمتوں کوحب جاہ کے ترک پرموقوف قرار دیاہے،قال اللہ تعالی: "تلک الدار الاخرة

نجعلها للذین لایریدون علوافی الارض ولافسادا''(قصص:۸۳) اس جگہ آیت: وَاجْعَل لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ :میں ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا، کہ آنے والی نسلوں میں میری تعریف وثنا ہوا کرے ، بظاہر حب جاہ میں داخل معلوم ہوتی ہے،لیکن آیت کے الفاظ میں غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس دعا کا اصل مقصد حب جاہ نہیں، بلکہ اللہ تعالی سے اس کی دعاء ہے کہ ایسے نیک اعمال کی توفیق بخشیں جو میری آخرت کا سامان بنیں،اوراس کو دیکھ کر دوسرے لوگوں کو بھی اعمال صالحہ کی رغبت ہو، اور میرے بعد بھی لوگ اعمال صالحہ میں میری پیروی کرتے رہیں۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سے کوئی وجاہت کا فائدہ حاصل کرنا مقصود ہی نہیں،جس کو حب جاہ کہا سکے۔قرآن وحدیث میں جہاں طلب جاہ کو ممنوع اور مذموم قرار دیا ہے اس کی مراد وہی دنیوی وجاہت اوراس سے دنیوی منافع حاصل کرنا ہے۔امام ترمذی:۲۳۷، نے کعب بن مالکؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ: **ماذئبان جائعان ارسلافی غنم بافسدلهامن حرص المرأعلى المال و الشرف ،لدينه.**

یعنی ،دوبھوکے بھیڑئیے جو بکریوں کے گلے میں چھوڑ دیئے جاویں وہ بکریوں کے ریوڑ کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا دو خصلتیں انسان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہیں،ایک مال کی محبت دوسرے اپنے عزت وجاہ کی طلب۔

اس روایت سے مراد وہ حب جاہ اور طلب ثناء ہے جو دنیوی مقاصد کے لئے مطلوب ہو، یا جس کی خاطر دین میں مداہنت یا کسی گناہ کا ارتکاب کرنا پڑے۔اور جب یہ صورت نہ ہو تو طلب جاہ مذموم نہیں۔اسی لئے امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص واقع میں صالح اور نیک ہو،لوگوں کی نظر میں نیک بننے کے لئے ریاکاری نہ کریں اس کے لئے لوگوں کیطرف سے مدح وثنا کی محبت مذموم نہیں۔

ابن عربی نے فرمایا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ جس نیک عمل سے لوگوں میں تعریف ہوتی ہو،اس نیک عمل کی طلب اور خواہش جائز ہے۔اور امام غزالیؒ نے فرمایا کہ دنیا میں عزت وجاہ کی محبت تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے: اول یہ کہ اس سے مقصود اپنے آپ کو بڑا اور اس کے بالمقابل دوسرے کو چھوٹا یا حقیر قرار دینا نہ ہو، بلکہ آخرت کے فائدہ کے لئے ہو، کہ لوگ میرے معتقد ہو کر نیک اعمال میں میرا اتباع کریں۔دوسرے یہ کہ جھوٹی ثناء خوانی مقصود نہ ہو کہ جو صفت اپنے اندر نہیں ہے لوگوں سے اس کی خواہش رکھے کہ وہ اس صفت میں اس کی تعریف کریں۔تیسرے یہ کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے کسی گناہ یا دین کے معاملے میں مداہنت اختیار نہ کرنی پڑے۔

النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ

اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔[3] اور جس دن لوگ اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا

﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ

جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے ۔ ہاں جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)

﴿٨٩﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾

اور جنت پرہیزگاروں کے قریب کر دیجائے گی۔ اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی

---

[3] قران مجید کے اس فرمان کے بعد کہ: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ (التوبہ)۔

اب کسی ایسے شخص کے لئے جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو استغفار اور دعائے مغفرت طلب کرنا ناجائز اور حرام ہے، کیونکہ آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے، کہ کسی نبی اور ایمان داروں کے لئے یہ قطعا جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت طلب کریں، خواہ وہ اس کے رشتہ دار اور قریبی ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان کا جہنمی ہونا بالکل واضح ہو چکا ہو۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نہی اور ممانعت کے بعد پھر ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لئے کیوں دعائے مغفرت مانگی؟ اس کا جواب خود حق تعالی نے قران مجید میں دیدیا کہ: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾ (التوبہ)۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کیلئے ان کی زندگی میں استغفار اس نیت اور خیال سے کی تھی کہ حق تعالی ان کو ایمان لانے کی توفیق دے، جس کے بعد مغفرت یقینی ہے یا ابراہیم علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ میرا باپ خفیہ طور پر ایمان لے آیا ہے اگر چہ اس کا اظہار اور اعلان نہیں کیا لیکن جب ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ میرا باپ تو کفر پر مرا ہے، تو انہوں نے اپنی پوری بیزاری اور برأة کا اظہار فرمایا۔

وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُونِ اللهِ هَلْ يَنصُرُونَكُمْ
اوران سے کہا جائے گا کہ جن کو تم پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟ یعنی جن کو اللہ کے سوا (پوجتے تھے) کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں
أَوْ يَنتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُنَ ﴿٩٤﴾
یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟ تو وہ اور گمراہ (یعنی بت اور بت پرست) اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے
وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾
اور شیطان کے لشکر سب کے سب ۔ وہاں وہ آپس میں جھگڑیں گے
تَاللهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿٩٨﴾
اور کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے ۔ جب کہ تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے
وَمَآ أَضَلَّنَآ إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شٰفِعِينَ ﴿١٠٠﴾
اور ہم کو ان گنہگاروں نے ہی گمراہ کیا تھا ۔ تو (آج) نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے
وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾
اور نہ گرم دوش دوست ۔ کاش ہمیں (دنیا میں) پھر جانا ہو تو ہم مومنوں میں ہو جائیں
إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ
بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں ۔ اور تمہارا رب
لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحِ ِۨالْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾
تو غالب اور مہربان ہے ۔ قومِ نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا
إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾
جب اُن سے اُن کے بھائی نوح نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ۔ میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِیَ
تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ۔ اور اس کام کا تم سے کچھ صلہ تو نہیں مانگتا میرا صلہ تو
إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾
اللہ رب العالمین ہی پر ہے ۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو
قَالُوٓا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا
وہ بولے کہ کیا ہم تمہیں مان لیں اور تمہارے پیروکار تو رذیل لوگ ہوتے ہیں ۔ نوح نے کہا کہ مجھے کیا معلوم
يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلٰى رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ أَنَا
کہ وہ کیا کرتے ہیں ۔ ان کا حساب (اعمال) میرے رب کے ذمے ہے اگر تم سمجھو ۔ اور میں
بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ
مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں ۔ میں تو صرف کھول کھول کر نصیحت کرنے والا ہوں ۔ انہوں نے کہا کہ نوح
يٰنُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾
اگر تم باز نہ آؤ گے تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے ۔ نوح نے کہا کہ الٰہی! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا
فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِي وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾
سو تو میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ان کو بچا لے
فَأَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ
پس ہم نے ان کو اور جو ان کیساتھ کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا ۔ پھر اس کے بعد باقی
الْبٰقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَّمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾
لوگوں کو ڈبو دیا ۔ بیشک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾
اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے ۔ عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۲۵﴾
جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ
تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں اس کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ

إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۲۷﴾ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ اٰيَةً تَعْبَثُونَ ﴿۱۲۸﴾
(اللہ) رب العالمین کے ذمے ہے ۔ بھلا تم جو ہر اونچی جگہ پر نشان تعمیر کرتے ہو

وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ﴿۱۲۹﴾ وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ
اور محل بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے ۔ اور جب (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو

﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ
تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں ان چیزوں سے مدد دی جن کو تم جانتے ہو

﴿۱۳۲﴾ أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۳۴﴾
اس نے تمہیں چوپایوں اور بیٹوں سے مدد دی اور باغوں اور چشموں سے

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ
مجھے تمہارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب کا خوف ہے۔ وہ کہنے لگے ہمیں خواہ نصیحت کرو

أَمْ لَمْ تَكُن مِّنَ الْوٰعِظِينَ ﴿۱۳۶﴾ إِنْ هٰذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۳۷﴾
یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے۔ یہ تو اگلوں ہی کے طریق ہیں

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَأَهْلَكْنٰهُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔ تو انہوں نے ہود کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا بیشک اس میں نشانی ہے

وَّمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾

اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے ۔ اور تمہارا رب تو غالب اور مہربان ہے

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوْهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ

اور قوم ثمود نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ۔ جب ان کو ان کے بھائی صالح نے کہا تم ڈرتے کیوں نہیں؟

﴿۱۴۲﴾ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾

میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں ۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو

وَمَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور میں اس کا تم سے بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ (اللہ) رب العالمین کے ذمے ہے

أَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾

کیا جو چیزیں (تمہیں یہاں میسر) ہیں ان میں تم بے خوف چھوڑ دیئے جاؤ گے ۔ (یعنی) باغ اور چشمے

وَزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا

اور کھیتیاں اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں ۔ اور تکلف سے پہاڑوں میں تراش تراش کر گھر بناتے ہو

فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيْعُوْا أَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ

سو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو ۔ اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو

﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْآ إِنَّمَآ أَنْتَ

جو ملک میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے ۔ وہ کہنے لگے کہ تم تو

مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ
جادو زدہ ہو۔ تم اور کچھ نہیں ہماری ہی طرح کے آدمی ہو
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾
اگر سچے ہوتو کوئی نشانی پیش کرو۔ صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری
وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾
اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا ورنہ تمہیں سخت عذاب پکڑے گا
فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ
انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر نادم ہوئے۔ پھرانہیں عذاب نے آ پکڑا، البتہ اس میں بڑی نشانی ہے
وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾
اوران میں سے اکثر ایمان والے نہیں تھیں۔ اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے
كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
اورقومِ لوط نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ۔ جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟
اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾
میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں ۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو
وَمَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾
اور میں تم سے اس (کام) کا بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ (اللہ) رب العالمین کے ذمے ہے
اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ
کیاتم اہلِ عالم میں سے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو؟ اورتمہارے رب نے جوتمہارے لئے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں

مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ
ان کو چھوڑ دیتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ لوط! اگر تم باز نہ آؤ گے
لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾
تو شہر بدر کر دیئے جاؤ گے۔ لوط نے کہا کہ میں تمہارے اس عمل کا سخت دشمن ہوں
رَبِّ نَجِّنِيْ وَأَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهٗٓ أَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾
اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں سے نجات دے۔ سو ہم نے ان کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات دی
إِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾
مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی۔ پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کر دیا
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
اور ان پر مینہ برسایا، سو جو مینہ ان (لوگوں) پر (برسا) جو ڈرائے گئے، بُرا تھا۔ بیشک اس میں نشانی ہے
وَّمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾
اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے
كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُوْنَ
اور بَن کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟
﴿١٧٧﴾ إِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ أَمِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوْنِ ﴿١٧٩﴾
میں تو تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو
وَمَآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾
اور میں اس کام کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا میرا بدلہ تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے

أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿١٨١﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ
(دیکھو) پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان نہ کیا کرو ۔ اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو
الْمُسْتَقِيمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ
اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور ملک میں فساد نہ کرتے پھرو
مُفْسِدِينَ ﴿١٨٣﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٨٤﴾
اور اس سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی خلقت کو پیدا کیا ۔ وہ کہنے لگے کہ تم تو جادو زدہ ہو
قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٨٥﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا
اور تم اور کچھ نہیں ہمارے جیسے آدمی ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو
وَإِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِينَ ﴿١٨٦﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ
اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا کر گراؤ
كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوهُ
شعیب نے کہا کہ کام جو تم کرتے ہو میرا رب اس سے خوب واقف ہے ۔ تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا
فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ط إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾
پس سائبان کے عذاب نے ان کو آ پکڑا بیشک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا
إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٩٠﴾
اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے
وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٩١﴾ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾
اور تمہارا رب تو غالب (اور) مہربان ہے ۔ اور یہ (قرآن اللہ) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔(یعنی اس نے) تمہارے دل پر (القا) کیا ہے تا کہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَإِنَّهُ لَفِيْ زُبُرِ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾

(اور القا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے) [4]۔ اس کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں (لکھی ہوئی) ہے

---

[4] ایت مذکورہ میں **بلسان عربی مبین** سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وہی ہے جو عربی زبان میں ہو، کسی مضمون قرآن کا ترجمہ خواہ کسی زبان میں ہو وہ قرآن نہیں کہلائے گا اور "**انہ لفی زبر الاولین**" کے الفاظ سے بظاہر اس کے خلاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ معانی قران جو کسی دوسری زبان میں بھی ہوں وہ بھی قرآن ہیں کیونکہ "**انہ**" کے ضمیر ظاہر یہ ہے کہ قران کیطرف راجع ہے اور "**زبر**" زبور کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کتاب، معنی ایت کے یہ ہوئے کہ قرآن کریم سابقہ کتابوں میں بھی ہے اور یہ ظاہر ہے پچھلی کتابیں تورات اور انجیل زبور وغیرہ عربی زبان میں نہیں تھیں، تو صرف معانی قران کے ان میں مذکور ہونے کو اس ایت میں کہا گیا ہے کہ قرآن پچھلی کتابوں میں بھی ہے۔ اور حقیقت جس پر جمہور امت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ صرف مضامین قرآن کو بھی بعض اوقات توسعا قرآن کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ اصل مقصود کسی کتاب کا اس کے مظامین میں ہی ہوتے ہیں، کتب اولین میں قران کا مذکور ہونا بھی اسی حیثیت سے ہے کہ بعض مضامین قرآنیہ ان میں بھی مذکور ہیں، اس کی تائید بہت سی روایات حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مستدرک حاکم میں معقل بن یسار کی حدیث ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ بقرہ ذکر اول سے دی گئی ہے، اور سورۂ طٰہٰ اور طواسین یعنی جتنی سورتیں طٰس سے شروع ہوتی ہیں اور حوامیم یعنی جو سورتیں حم سے شروع ہیں یہ سب سورتیں الواح موسیٰ میں سے دی گئی ہیں اور سورۂ فاتحہ مجھے تحت عرش سے دی گئی ہے۔(مستدرک: ۱/۱۷)

اور **سورة الاعلى** میں تو خود قران کی تصریح یہ ہے "**ان هذالفی الصحف الاولى صحف ابراهيم وموسىٰ**" یعنی یہ مضامین سورت، ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی ہیں، لیکن تمام آیات وروایات کا حاصل یہی ہے کہ بہت سے مضامین قران کتب سابقہ میں بھی موجود تھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان مضامین کی وجہ سے کتب سابقہ کے ان حصوں کو جن میں یہ مضامین قرآن آئے ہیں قران کا نام دیدیا جائے نہ امت میں کوئی اس کا=

أَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً أَنْ يَّعْلَمَهُ عُلَمٰٓؤُا بَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ ﴿١٩٧﴾
کیا ان کیلئے یہ سند نہیں ہے کہ علمائے بنی اسرائیل اس (بات) کو جانتے ہیں
وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْأَعْجَمِيْنَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ
۔ اور اگر ہم اس کو کسی غیر اہلِ زبان پر اتارتے ۔ اور وہ اسے ان (لوگوں کو) پڑھ کر سناتا
مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٩﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾
تو یہ اُسے (کبھی) نہ مانتے ۔ اسی طرح ہم نے انکار کو گنہگاروں کے دلوں میں داخل کر دیا ۔
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً
اور جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں گے اس کو نہیں مانیں گے ۔ وہ ان پر ناگہاں آ واقع ہو گا
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾
اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی ۔ اس وقت کہیں گے کیا ہمیں مہلت ملے گی؟
أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَ
تو کیا یہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں؟ بھلا دیکھو تو اگر ہم ان کو برسوں فائدے دیتے رہے ۔ پھر ان پر وہ (عذاب) آ

= قائل ہے کہ ان صحیفوں اور کتابوں کو جن میں مضامین قران مذکور ہیں قران کہا جائے ۔ بلکہ عقیدہ جمہور امت کا یہی ہے کہ قران نہ صرف الفاظ قران کا نام ہے نہ صرف معانی کا اگر کوئی شخص قرآن ہی کے الفاظ مختلف جگہوں سے چن کر ایک عبارت بنادے مثلاً کوئی یہ عبارت بنالے: **الحمدلله العزيز الرحيم الذى له ملك السمٰوات وهورب العالمين خالق كل شىء وهو المستعان .**

یہ سارے الفاظ قران ہی کے ہیں مگر اس عبارت کو کوئی قران نہیں کہہ سکتا ۔ اسی طرح صرف معانی قرآن جو کسی دوسری زبان میں بیان کئے جائیں وہ بھی قرآن نہیں ۔

هُـمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ أَغْـنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾
واقع ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ۔ تو جو فائدے یہ اٹھا رہے ہیں ان کے کس کام آئیں گے؟
وَمَآ أَهْـلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى قف وَمَـا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ
اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کیلئے نصیحت کرنے والے (پہلے بھیج دیتے) تھے
﴿۲۰۹﴾ وَمَـا تَـنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَـا يَـنْبَـغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
(تا کہ) نصیحت کر دیں اور ہم ظالم نہیں ہیں ۔ اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے
﴿۲۱۱﴾ إِنَّهُمْ عَـنِ السَّـمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَـدْعُ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ
یہ کام نہ تو ان کو سزاوار ہے اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ۔ وہ (آسمانی باتوں کے) سننے (کے مقامات) سے الگ کر
فَتَـكُوْنَ مِـنَ الْـمُـعَـذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَأَنْـذِرْ عَشِيْـرَتَكَ الْأَقْـرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾
دیئے گئے ہیں ۔ تو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکارنا ورنہ تمہیں عذاب دیا جائے گا ۔ اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈر سنا دو
وَاخْـفِـضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ
اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے متواضع پیش آؤ ۔ پھر اگر لوگ تمہاری نافرمانی کریں
فَقُلْ إِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾
تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں ۔ اور (اللہ) غالب اور رحمٰن پر بھروسہ رکھو
الَّـذِيْ يَـرَاكَ حِيْـنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَـقَلُّبَكَ فِـي السَّـاجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾
جو تمہیں جب تم (تہجد کے وقت) اٹھتے ہو دیکھتا ہے ۔ اور نمازیوں میں تمہارے پھرنے کو بھی
إِنَّـهُ هُـوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ أُنَبِّـئُـكُـمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ
وہ بیشک سننے والا اور جاننے والا ہے ۔ (اچھا) میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں

۲۲۱ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۲۲۲ يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ

ہر جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں ۔ جو سنی ہوئی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں

۲۲۳ وَالشُّــعَــــــرَآءُ يَتَّبِـــعُهُـــــمُ الْـــغَـــــاوٗنَ ۲۲۴

اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں [5]

---

[5] یہ مشرکین کے شبہے کا جواب ہے، مشرکین نے کہا تھا کہ محمد ﷺ شاعر ہے اور شعراء کی طرح شعر بنا تا ہے تو یہاں اس کا جواب دیا گیا مسوق لتنزیهه علیه السلام ایضا عن ان یکون وحاشاه من الشعراء وابطال زعم الكفرة ان القرآن من قبيل الشعر (روح) ۔یعنی شاعروں کی پیروی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں مطلب یہ کہ شعراء چونکہ خود گمراہ ہوتے اس لئے وہ اپنے اشعار میں کفر و شرک اور ضلالت وغوایت کے جو مضامین بیان کرتے ہیں، گمراہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ''الم ترانهم ''الاية ، یہ شاعروں کے گمراہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔ یہ بات مشاہدے میں اچکی ہے کہ شعراء ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ حق و باطل ایک ہی چیز کی مدح و ہجا اور افراط و تفریط ،غرضیکہ ہر میدان میں طبع از مائی کرتے ہیں۔وانهم يقولون الخ ۔ یہ ان کے غاوی گمراہ ہونے کی دوسری دلیل ہے، کہ ان کے قول اور عمل میں موافقت نہیں ہوتی وہ زبان سے کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔لیکن نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ان دونوں گمراہیوں سے بالکل پاک ہے آپ ﷺ کی زبان سے صرف حق ہی نکلتا ہے اور آپ ﷺ جو کچھ زبان سے فرماتے ہیں اس کے موافق عمل بھی کرتے ہیں۔فقدظهربهذاان حال محمد ﷺ ماكان يشبه حال الشعراء (كبير)۔

''الا الذين '' الاية، مومن اور نیک شعراء کو ماقبل سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ وہ شعراء جو مومن اور صالح ہیں، اور اپنے اشعار میں اللہ کی توحید، اس کی حمد و ثنا، مدح پیغمبر علیہ السلام اور ترغیب و ترہیب کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ کسی کی ہجوہ میں ابتدا نہیں کرتے ہاں اگر کوئی اسلام پر یا پیغمبر اللہ ﷺ کی ذات پر حملہ کرے تو اس کا جواب دیتے ہیں۔ای كان ذكر الله وتـــــــلاوة القرآن اغلب عليهم من الشعر،واذاقالواشعرا ،قالوه فى توحيدالله تعالى و الثناء عليه و الحكمة والموعظة و الزهد و الادب ومدح رسول الله ﷺ و الصحابة وصلحاء الامة ونحوذلك مماليس فيه ذنب(مدارك).

أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿۲۲۵﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارے مارے پھرتے ہیں ۔ اور کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں

﴿۲۲۶﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا

مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا

مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿۲۲۷﴾

اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں

سورة النمل (مكيه)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

طس قف تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۱﴾ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ

طٰسٓ۔ یہ قرآن اور کتابِ روشن کی آیتیں ہیں ۔ مومنوں کیلئے ہدایت اور بشارت

﴿۲﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ

وہ جونماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ آخرت کا یقین رکھتے ہیں

﴿۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ﴿۴﴾

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال ان کیلئے آراستہ کر دیئے ہیں تو وہ سرگرداں ہو رہے ہیں

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ

یہی لوگ ہیں جن کیلئے بڑا عذاب ہے اور آخرت میں بھی وہ بہت نقصان اٹھانے والے ہیں

﴿۵﴾ وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿۶﴾
اور تمہیں قرآن (اللہ) حکیم و علیم کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے
إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَآتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ
جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے (رستے کا) پتہ لاتا ہوں
أَوْ آتِيكُم بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ
یا سلگتا ہوا انگارا لاتا ہوں تاکہ تم تاپو ۔ جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو ندا آئی
أَن بُورِكَ مَن فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۸﴾
کہ وہ جو آگ میں (تجلی دکھاتا) ہے بابرکت ہے اور وہ جو آگ کے اردگرد ہیں اور اللہ جو تمام عالم کا رب ہے پاک ہے
يَا مُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۹﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ
اے موسیٰ میں ہی اللہ، غالب و دانا ہوں ۔ اور اپنی لاٹھی ڈال دو جب اسے دیکھا
فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ لَا تَخَفْ
تو (اس طرح) ہل رہی تھی گویا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (حکم ہوا کہ) موسیٰ ڈرو مت!
إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿۱۰﴾ إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ
ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے ۔ہاں جس نے ظلم کیا پھر بُرائی کے بعد
سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۱﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ
اُسے نیکی سے بدل دیا تو میں بخشنے والا مہربان ہوں ۔اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو سفید نکلے گا
مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا
(ان دو معجزوں کیساتھ جو) نو معجزوں میں (داخل ہیں) فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ کہ وہ

فٰسِقِیۡنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتۡهُمۡ اٰیٰتُنَا مُبۡصِرَةً قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۳﴾

بے حکم لوگ ہیں ۔ جب ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے

وَجَحَدُوۡا بِهَا وَاسۡتَیۡقَنَتۡهَاۤ اَنۡفُسُهُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَةُ

اور بے انصافی اور غرور سے ان کا انکار کیا کہ ان کے دل ان کو مان چکے تھے سو دیکھ لو کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہو

الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ عِلۡمًا ۚ وَقَالَا

اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم بخشا اور انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے

الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّنۡ عِبَادِهِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۵﴾

جس نے ہمیں بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی

وَوَرِثَ سُلَیۡمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمۡنَا مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ

اور سلیمان داؤد کے قائم مقام ہوئے اور کہنے لگے کہ لوگو! ہمیں (اللہ کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے

وَاُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾

اور ہر عطا چیز فرمائی گئی ہے بیشک یہ (اس کا) صریح فضل ہے

وَحُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُهٗ مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ وَالطَّیۡرِ فَهُمۡ یُوۡزَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾

اور سلیمان کیلئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور قسم وار کئے جاتے تھے

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا

یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں

مَسٰکِنَکُمۡ ۚ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَجُنُوۡدُهٗ ۙ وَهُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْٓ أَنْ أَشْكُرَ

تو وہ اس کی بات سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے الٰہی! مجھے توفیق عطا فرما کہ جو احسان تو نے

نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا

مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اُن کا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں

تَرْضٰىهُ وَأَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

کہ تو اُن سے خوش جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾

انہوں نے جانوروں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے کہ کیا سبب ہے کہ ہدہد نظر نہیں آ تا؟ کیا کہیں غائب ہو گیا ہے؟

لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيْدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۱﴾

میں اُسے سخت سزا دوں گا یا اُسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنی بے قصوری کی) دلیل صریح پیش کرے

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ

ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ہدہد آ موجود ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ إِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ

اور میں آپ کے پاس سبا سے ایک سچی خبر لے کر آیا ہوں[1] میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر حکومت کرتی ہے

وَأُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا

اور ہر چیز اسے میسر ہے ۔ اور اس کا ایک بڑا تخت ہے میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم

---

[1] یعنی ہدہد نے اپنا عذر بتلاتے ہوئے کہا کہ مجھے وہ چیز معلوم ہے جو آپ کو معلوم نہیں یعنی میں ایک ایسی

خبر لایا ہوں جس کا آپ کو پہلے علم نہیں تھا۔امام قرطبی نے فرمایا: کہ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے جس سے ان کو ہر چیز کا علم ہو سکے۔

''من سبأ''۔سبا یمن کا ایک مشہور شہر جس کا ایک نام مارب بھی ہے اس کے اور یمن کے دارالحکومت صنعاء کے درمیان تین دن کی مسافت تھی ۔ ہدہد کی مذکورہ گفتگو سے بعض لوگوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ کوئی شاگرد اپنے استاد سے یا غیر عالم عالم سے کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلہ کا علم مجھے آپ سے زیادہ ہے بشرطیکہ اس کو اس مسئلہ کا واقعی طور پر مکمل علم دوسروں سے زائد ہو۔مگر روح المعانی نے فرمایا کہ یہ طرز گفتگو اپنے مشائخ اور بڑوں کے سامنے خلاف آدب ہے، اس سے احتراز کرنا چاہئے ،اور ہدہد کے قول سے اس پر استدلال اس لئے نہیں ہوسکتا کہ اس نے یہ بات اپنے آپ کو سزا سے بچانے اور عذر کے قوی ہونے کے لئے کہی ہے، تاکہ اس کی غیر حاضری کا عذر پوری طرح سلیمان علیہ السلام کے سامنے آجائے۔ایسی ضرورت میں ادب کی رعایت رکھتے ہوئے کوئی بات کیجائے تو مضائقہ نہیں۔

''انی وجدت امرأۃ'' یعنی میں نے ایک عورت کو پایا جو قوم سبا پر حکومت کرتی ہے۔اس عورت کا نام تاریخ میں بلقیس بنت شراحیل بتلایا گیا ہے۔اور بعض روایات میں ہے کہ اسکی والدہ جنات میں سے تھی۔جس کا نام ملعمہ بنت شیصان بتلایا جاتا ہے۔(قرطبی)۔اور ان کا دادا ہداہد پورے ملک یمن کا ایک عظیم الشان بادشاہ تھا جس کی اولاد میں چالیس لڑکے ہوئے سب کے سب ملوک اور بادشاہ بنے۔ان کے والد شراح نے ایک جنیہ عورت سے نکاح کر لیا تھا اسی کے بطن سے بلقیس پیدا ہوئی۔جنیہ سے نکاح کرنے کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں ۔ایک یہ ہے کہ یہ اپنی حکومت وسلطنت کی غرور میں لوگوں سے کہتا تھا کہ تم میں میرا کوئی کفو نہیں اس لئے میں نکاح ہی نہیں کروں گا کیونکہ غیر کفو میں نکاح مجھے پسند نہیں ۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس کا نکاح ایک جنیہ عورت سے کرادیا۔شاید یہ اسی فخر وغرور کا نتیجہ تھا کہ اس نے انسانوں کو جو درحقیقت کفو تھے حقیر وذلیل سمجھا اور اپنا کفو تسلیم نہ کیا تو قدرت نے اس کا نکاح ایک ایسی عورت سے مقدر کر دیا جو نہ اس کی کفو تھی نہ اس کی جنس وقوم سے تھی۔اس معاملہ میں بعض لوگوں نے تو اس لئے شبہ کیا ہے کہ جنات کو انسان کی طرح توالد وتناسل کا اہل نہیں سمجھا ابن عربی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہ خیال باطل ہے۔احادیث صحیحہ سے جنات میں توالد وتناسل اور مرد وعورت کی تمام وہ خصوصیات جو انسانوں میں ہیں، جنات میں بھی موجود ہونا ثابت ہیں۔

دوسرا سوال شرعی حیثیت سے ہے کہ کیا عورت جنیہ کسی انسان مرد کے لئے نکاح کر کے حلال ہوسکتی ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے بہت علماء نے جائز قرار دیا ہے بعض نے غیر جنس مثل جانوروں کے ہونے کی بناء پر حرام فرمایا ہے

اس مسئلہ کی تفصیل ''اکام المرجان فی احکام الجان'' میں مذکور ہے۔اس میں بعض ایسے واقعات بھی ذکر کئے ہیں کہ مسلمان مرد سے مسلمان جنیہ کا نکاح ہوااور اس سے اولاد بھی ہوئی ، یہاں یہ مسئلہ اس لئے زیادہ قابل بحث نہیں کہ نکاح کرنے والا بلقیس کا والد مسلمان ہی نہ تھا اس کے عمل سے کوئی استدلال جواز یا عدم جواز پر نہیں ہوسکتا،اور چونکہ شرع اسلام میں اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہےاور بلقیس کے والد انسان تھےاس لئے بلقیس انسان ہی قرار پائے گی ،اس لئے بعض روایات میں جو سلیمان علیہ السلام کا بلقیس سے نکاح کرنا مذکور ہے،اگر وہ روایت صحیح ہوتو بھی اس سے نکاح جنیہ کا کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بلقیس خود جنیہ نہ تھیں اگر چہ ان کی والدہ جنیہ ہو۔

کیاکسی عورت کا بادشاہ ہونایاکسی قوم کاامیر وامام ہونا جائزھے ؟

مذکورہ واقعہ کوعورت کی سربراہی کے لئے بڑی دلیل اورنص کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ،ہم آیت کی روشنی اورشارحین ومؤرخین کے نقطہ نظر سے جائزہ لیں گے کہ اس سے کیا عورت کی سربراہی کی دلیل نکل سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن مجید نے اس کے غیر مسلم ہونے کی مدت میں بادشاہ ہونے کا اشارہ دیا ہے جو تملکھم سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ [١] وہ اُن کی مالکہ تھی یعنی منتخبہ نہ تھی ۔[٢] سباحمیر بادشاہ چلے آتے تھے ان کی وراثت جان کر اس نے اس علاقہ پر قبضہ جمالیا اور لوگ جنی کی بیٹی ہونے سے اس سے ڈرتے تھے اس لئے مشکل کے وقت مشورہ لیتی مگر مرضی اپنی کرتی تھی ۔[٣] حکومت وعوام غیر مسلم تھے۔[٤] اس کے اسلام لانے کے بعد کہیں بھی آیات قرآنی سے ثابت نہیں کہ وہ ملکہ رہی ہو بلکہ اس نے تو سلیمان علیہ السلام کی معیت میں اللہ اور اس کے رسول کو تسلیم کیا ہے۔علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ ابوبکرہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بلقیس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ''وہ قوم ہرگز کامیاب نہ ہوگی جس نے عورت کو اپنا حاکم بنایا (بخاری:٤٠٧٣)۔

تمام انبیآء علیہم السلام کی تعلیم وتبلیغ ایک ہی تھی۔قرآن مجید میں ہے''ما کنت بدعاً من الرسل'' (احقاف : ٩) میں انبیاء سے کوئی نئی بات لے کر نہیں آیا، گویا آپ نے ایک اصول وضع فرمایا کہ پہلے انبیآء بھی اس قانون سے متفق تھے اس لئے سلیمان علیہ السلام دوبارہ بلقیس کا ملکہ رہنا کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ آپ نبی اور بادشاہ بھی تھے۔بقول قرطبی بلقیس کے ذکر ہونے پر آپ کا ارشاد اس کے سربراہ نہ رہنے کی طرف اشارہ دیتا ہے کہ چار بادشاہ ہوئے ہیں جنہوں نے پوری روئے زمین پر بادشاہت کی ،دوان میں سے مسلمان تھے جن میں ایک سلیمان علیہ السلام اور دوسرے ذوالقرنین تھا،اور دو کافر ہوئے ہیں۔ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کر کے ملک

شام بھیج دیا اور وہاں رہائش دے دی تھی۔سعید بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی کی اور اسے ملک یمن میں واپس بھیج دیا اور ہر ماہ آپ سے ملنے آتی تھی ان روایات سے ثابت نہیں کہ بلقیس کو سلیمان علیہ السلام نے خود مختار ملکہ یا سربراہ مملکت بنا کر بھیجا تھا بلکہ ہوا کو حکم دیا تھا کہ اسے ہر ماہ اٹھا کر لایا کرے۔ابن منذر،عبد بن حمید کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کی بلقیس سے شادی ہوئی تھی،ابن ابی شیبہؒ ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ شادی ہوئی اور اچھا ہوا،قرطبی نے لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا بلقیس سے ایک بیٹا ہوا تو سلیمان علیہ السلام نے اس کا نام اپنے باپ کے نام داؤد پر رکھا۔

شاہ عبدالقادرؒ تفسیر موضح القرآن میں اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ شادی کی روایات منکر اور سخت غریب ہیں۔عطاء بن السائب کا ابن عباسؓ پر وہم ہے یا اہل کتاب سے ماخوذ ہیں کعب احبار یا وہب اللہ ان سے تجاوز کرے سچی جھوٹی مبدل منسوخ بیان کرتے ہیں۔قطع نظر نکاح کے ہوا یا نہ ہوا قرآن مجید نے جیسے بلقیس کا حوالہ "تملکھم" سے دیا بعد میں خاموشی اختیار کی جو علامت ہے کہ اس کی ہر چیز کا خاتمہ ہو گیا تھا اور اس کا عرش سلیمان علیہ السلام نے منگوالیا تھا۔بادشاہت میں عرش کو بڑی اہمیت حاصل ہے عرش گیا بادشاہت گئی۔جب وہ مسلمان ہو گئی اور شادی ہو گئی تو وہ اپنے جسم کی مالکہ بھی نہ رہی بادشاہت کی کیسے رہی۔

مذکورہ آیت سے اگر چہ ثابت ہو چکا ہے کہ حکومت کی سربراہی یا ریاست کی سربراہی عورتوں کے حوالے کرنا شریعت میں ممنوع ہے اور ثبوت شرعی کے لئے قرآنی آیات کافی وشافی ہیں،لیکن چونکہ احکام شرعیہ کا دوسرا ماخذ سنت رسول ہے اور احادیث نبویہ سے مزید ثبوت پیش کرنا اطمینان مزید کا باعث ہے،اس لئے چند احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ فارس (ایران) والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو حکمران بنا دیا ہے،تو اس پر آپ نے فرمایا "لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأة "[بخاری : کتاب المغازی باب کتاب النبی ﷺ الیٰ کسریٰ وقیصر] وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے عورت کو حکمران بنا دیا ہو۔اس حدیث کو امام بخاری نے دو مرتبہ،رقم:۴۴۲۵،۷۰۹۹، میں نقل کیا ہے،لیکن بعض جاہل اس سند پر کلام کرتے ہیں کہ اس کے بعض راوی متکلم فیہ ہیں،تو ان کا یہ اعتراض اگر چہ ساقط الاعتبار ہے لیکن بعض کم فہم لوگوں کے لئے سبب وہم بنتا ہے،اس لئے ہم دیگر کتابوں کے حوالہ جات ذکر کرتے ہیں،کیونکہ ان کتابوں میں دیگر سندوں سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے خصوصا مسند احمد، رقم:۱۹۵۰۷،۱۹۵۷۳،۱۹۶۱۲، میں۔ترمذی:۲۱۸۸،نسائی مجتبیٰ:۵۲۹۳، وکبریٰ:۴۶۵/۳،

وسنن کبری للبیھقی: ۴/۹۰، ۱۰/۱۱۸، وابن ابی شیبہ: ۸/۱۱۷، مستدرک: ۴۵۸۵، ۷۸۹۹، ابن حبان: ۴۵۹۹، ومسندطیالسی: ۹۰۹، ومعجم اوسط: ۵۰۱۲.

کسریٰ کی یہ بیٹی بوران بنت شیرویہ بن کسریٰ بن پرویز تھی۔اس کے بعداس کی بہن ارزمیدخت بھی کچھ مدت تک حکمران رہی تھی، یہ ارشاد رسول اللہ ﷺ اگر چہ اہل ایران کے بارے میں ہے لیکن مذمت کی وجہ ان کا اہل ایران ہونانہیں ہے بلکہ عورت کوحکمران اور والی بنانا اصل وجہ مذمت ہے،عورتوں کوحکمران بنانا اور ملک کی باگ دوڑ ان کے سپرد کرنا ایرانی بادشاہ کسریٰ کے خاندان کی سنت ہےاور موروثی بادشاہتوں کی رسم ہے۔سنت رسول اللہ ﷺ اورسنت اصحاب رسول نہیں ہے،نہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ یا بیوی عائشہؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا،اور نہ صحابہ کرامؓ نے ان میں سے کسی کو سربراہی کے لئے منتخب کیا تھا،حالانکہ فاطمہؓ اور عائشہؓ علم ودانش،دیانت وامانت اورعفت و پاک دامنی میں بھٹوصاحب کی بیٹی سے ہزارگنا سے بھی زیادہ فوقیت رکھتی تھیں،وہ صحیح معنوں میں بے نظیر تھیں،افسوس بھی ہے اور حیرت وتعجب بھی ہے کہ پیپلز پارٹی والوں نے سنت رسول اور سنت اصحاب رسول کو پست پشت ڈال کر کسریٰ کی سنت کو اور موروثی بادشاہوں کی رسم کو مسلمانوں کے معاشرے میں زندہ کردیا ہے،اور پاکستان کی حکومت کو بھٹو خاندان کی میراث بنالیا ہے۔

(۲) عن ابی ھریرۃؓ قال رسول اللہ ﷺ اذاکانت امراء کم خیارکم، واغنیاء کم سمحاء کم، وامور کم شوریٰ بینکم، فظھر الارض خیرلکم من بطنھا، واذاکانت امراء کم شرارکم واغنیاء کم بخلاء کم وامورکم الیٰ نساء کم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا [سنن ترمذی: ابواب الفتن: رقم ۲۳۶۸] تھذیب الاثار: ۱/۱۶۶، ۳/۳۶۵، وتاریخ بغداد: ۲/۱۹۰، حلیۃ الاولیاء: ۶/۱۷۶.

جب تمہارے حکمران تم میں سے بہترین لوگ ہوں،اور تمہارے دولتمند لوگ سخی ہوں،اور تمہارے معاملات باہمی مشورہ سے طے کیئے جاتے ہوں،تو اس وقت تمہارے لئے زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہوگی۔اور جب تمہارے حکمران تم میں سے بدترین لوگ ہوں،اور تمہارے دولت مند لوگ بخیل اور کنجوس ہوں،اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد کردیئے جائیں،تو پھر تمہارے لئے زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہوگا۔

(۳) عن ابی بکرۃؓ قال رسول اللہ ﷺ ھلکت الرجال حین اطاعت النسآء [حاکم فی المستدرک: ۴/۲۹۱]. مرد جب عورتوں کی اطاعت کریں گے تو تباہ وبرباد ہوجائیں گے،اس حدیث کا مقصد بھی عورتوں کی حکمرانی کی ممانعت ہے۔ان کے اچھے مشوروں پر عمل کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔عورتوں کے مشوروں پر تو بعض اوقات خود رسول

اللہ ﷺ نے بھی عمل کیا ہے۔

(۴) عن جابر بن سمرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لن یفلح قوم یملک امرھم امرأۃ[مجمع الزوائد: ۵/۲۰۹: باب ملک النسآء] معجم اوسط:۵/۱۲۳ . جابر بن سمرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جن پر ایک عورت حکمرانی کر رہی ہو۔

(۵) عن ابی بکرۃؓ قال سمعت النبی ﷺ وذکر بلقیس صاحبۃ سبأ فقال لایقدس اللہ امۃ قادتھم امرأۃ[مجمع الزائد: ۵/۲۱۰:باب ملک النسآء] ابوبکرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بلقیس جو قوم سبأ کی حکمران تھی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم کو مقدس امت نہیں بناتا جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو۔

(۶) وہ تمام احادیث نبویہ بھی عورت کی حکمرانی کے ممنوع ہونے کے دلائل ہیں جن میں عورتوں کو بغیر ضرورت کے گھروں سے باہر گھومنے پھرنے سے منع کیا گیا ہے اور ضرورت کے وقت گھروں سے باہر نکلنے کے لئے پردے کی شرائط لگائی گئی ہیں اور جن میں محرم کے بغیر سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، یہاں تک کہ محرم کے بغیر حج اور عمرے کا سفر بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے اور جن میں عورتوں اور مردوں کی مخلوط مجالس اور آزادانہ میل ملاپ سے منع کیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ ملک کا نظام چلانے کے ساتھ ان شرعی حدود کی پابندی نہیں کی جا سکتی اور حدود اللہ کو توڑے بغیر کوئی بھی عورت سربراہ ریاست کی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکتی۔ یہ احادیث ،حدیث کی تمام کتابوں میں نقل ہوئی ہیں اور مشہور ومعروف ہیں اس لئے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے مذکورہ حوالوں سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ عورت نہ وزیر اعظم بن سکتی ہے اور نہ صدر مملکت بن سکتی ہے۔ایک مسلمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام سے زیادہ مضبوط دلیل اور کوئی چیز نہیں بن سکتی۔شریعت اور جمہوریت کے درمیان جب تضاد آجائے تو مسلمان جمہوریت پر شریعت ہی کو ترجیح دے گا اور جمہوریت کو اسی حد تک ملحوظ رکھے گا جس کی شریعت کے اندر گنجائش ہو۔امت مسلمہ قانونی اور دستوری قوت عوام سے نہیں بلکہ قرآن وسنت سے حاصل کرتی ہے۔فقہاء ودیگر علماء کی عبارات واقوال اس باب میں زیادہ ہیں اس لئے ہم نے اس بحث میں صرف قرآن وسنت کے دلائل نقل کرنے پر اکتفاء کیا۔اور اس باب میں بہت کتابیں بھی لکھی گئی ہیں،جس کو شک ہو وہ ان کا مطالعہ کریں خصوصاً شیخ القران مولانا گوہر رحمٰن کی کتاب،اور شیخ الحدیث محمد ولی اللہ کی کتابیں اس باب میں قابل الذکر ہیں۔

يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ

اللہ کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال اُن کو آراستہ کر دکھائے ہیں

فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ أَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ

اور اُن کو رستے سے روک رکھا ہے پس وہ رستے پر نہیں آئے ۔ (اور نہیں سمجھتے) کہ اللہ کو

يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾

جوآسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے کیوں سجدہ نہ کریں

اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔سلیمان نے کہا (اچھا) ہم دیکھیں گے تو نے سچ کہا ہے

أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِىْ هٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ

یا تو جھوٹا ہے ۔ یہ میرا خط لے جا اور اُسے اُن کی طرف ڈال دے

ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰٓأَيُّهَا الْمَلَؤُا إِنِّىْ

پھر اُن کے پاس سے پھر آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ ملکہ نے کہا کہ دربار والو! میری طرف

أُلْقِىَ إِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

ایک نامہ گرامی ڈالا گیا ہے[2] یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے نام جو بے حد مہربان

---

[2] ''کریم'' کے لفظی معنی معزز، مکرم کے ہیں اور محاورہ میں کسی خط کو معزز مکرم جب کہا جاتا ہے جب

کہ اس پر مہر لگائی گئی ہو، اس لئے اس آیت میں ''کتاب کریم'' کی تفسیر ابن عباسؓ، قتادہ، زہیر وغیرہ نے کتاب مختوم سے کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے خط پر اپنی مہر ثبت فرمائی تھی۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ کو جب ملوک عجم کی یہ عادت معلوم ہوئی کہ جس خط پر مہر نہ ہو اس کو نہیں پڑھتے تو نبی ﷺ نے بھی بادشاہوں کے خطوط کے لئے مہر بنوائی۔ اور قیصر و کسریٰ وغیرہ کو جو خطوط تحریر فرمائے ان پر مہر ثبت فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ خط پر مہر لگانا مکتوب الیہ کا بھی اکرام ہے اور اپنے خط کا بھی۔ سلیمان علیہ السلام گو عربی نہ تھے لیکن عربی زبان جاننا اور سمجھنا آپ سے کوئی بعید بھی نہیں۔ جبکہ آپ پرندوں تک کی زبان جانتے تھے اور عربی زبان تو تمام زبانوں سے افضل و اشرف ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے خط عربی زبان میں لکھا ہو کیونکہ مکتوب الیہ (بلقیس) عربی النسل تھی اس نے خط کو پڑھا بھی اور سمجھا بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے خط اپنی ہی زبان میں تحریر فرمایا ہو اور بلقیس کے پاس سلیمان علیہ السلام کی زبان کا ترجمان ہو جس نے پڑھ کر خط سنایا اور سمجھایا ہو (روح المعانی)۔

یہ خط سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اس وقت بھیجا ہے جبکہ وہ مسلمان نہیں تھیں۔ حالانکہ اس خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، لکھا ہوا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو خطوط ملوک عجم کو لکھے ہیں اور وہ مشرک تھے ان میں بھی بعض ایات قران لکھی ہیں۔

وجہ دراصل یہ ہے کہ قران کریم کا کسی کافر کے ہاتھ میں دینا تو جائز نہیں لیکن ایسی کوئی کتاب یا کاغذ جس میں کسی مضمون کے ضمن میں کوئی آیت آ گئی ہے وہ عرف میں قران نہیں کہلاتا اس لئے اس کا حکم بھی قران کا حکم نہیں ہوگا وہ کسی کافر کے ہاتھ میں بھی دے سکتے ہیں اور بے وضوء کے ہاتھ میں بھی۔ (بخاری)۔

سلیمان علیہ السلام کے اس والا نامہ کو دیکھئے تو چند سطروں میں تمام اہم اور ضروری مضامین بھی جمع کر دئے، اور بلاغت کا اعلیٰ معیار بھی قائم ہے۔ کافر کے مقابلے میں اپنی شاہانہ شوکت کا اظہار بھی ہے اس کے ساتھ حق تعالی کی صفات کمال کا بیان اور اسلام کی طرف دعوت بھی۔ اور ترفع و تکبر کی مذمت بھی، درحقیت یہ خط بھی اعجاز قرانی کا ایک نمونہ ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ خط نویسی میں تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت بھی وہی ہے کہ تحریر میں طول نہ ہو مگر ضروری کوئی مضمون چھوٹے بھی نہیں۔ (روح المعانی)

الـرَّحِيُمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَـعۡلُوۡا عَلَـیَّ وَاۡتُـوۡنِـیۡ مُسۡلِمِيۡـنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتۡ
اورنہایت رحم والا ہے ۔ کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آ ؤ۔ (خط سنا کر) کہنے لگی کہ
يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِىۡ فِىۡۤ اَمۡرِىۡ‌ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰى تَشۡهَدُوۡنِ ﴿۳۲﴾
اے اہلِ دربار! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو جب تک تم حاضر نہ ہو میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں[3]

---

[3] ''افتونی''، فتویٰ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کسی خاص مسئلہ کا جواب دینا، یہاں مشورہ دینا اور اپنی رائے کا اظہار کرنا مراد ہے ۔ بلقیس کو جب سلیمان علیہ السلام کا خط پہنچا تو اس نے اپنے ارکان حکومت کو جمع کر کے اس واقعہ کا اظہار کیا، اوران سے مشورہ طلب کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟ اس نے ان کی رائے دریافت کرنے سے پہلے ان کی دل جوئی اور ہمت افزائی کے لئے یہ بھی کہا کہ میں کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ فوج اور وزراء نے اس کے جواب میں اپنی مستعدی کے ساتھ تعمیل حکم کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کردی (نحن اولو قوۃ واولو بأس شدید و الامر الیک) قتادہ نے فرمایا کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ بلقیس کی مجلس شوریٰ کے ارکان (۳۱۳) تھے، اوران میں سے ہر ایک آدمی دس ہزار آدمیوں کا امیر اور نمائندہ تھا۔ (قرطبی) اس سے معلوم ہوا کہ اہم امور میں مشورہ لینے کا دستور پرانا ہے ۔ اسلام نے مشورہ کو خاص اہمیت دی اور عمال حکومت کو مشورہ کا پابند کیا۔ یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ جو وحی الٰہی کے مورد تھے اور آسمانی ہدایات آپ کو ملتی تھیں، اس کی وجہ سے آپ کو کسی رائے مشورہ کی درحقیقت ضرورت نہ تھی مگرامت کے لئے سنت قائم کرنے کے واسطے آپ کو بھی حکم دیا گیا۔ (وشاورهم فی الامر :ال عمران: ۱۵۹) یعنی آپ اہم امور میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا کریں۔ اس میں صحابہ کرام کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی بھی ہے اور آئندہ آنے والے عمال حکومت کو اس کی تاکید بھی، کہ مشورہ سے کام کیا کریں۔ ارباب حکومت کو مشورہ میں شامل کر کے ان کا تعاون حاصل کر لینے کے بعد ملکہ بلقیس نے خود ہی ایک رائے قائم کی ، جس کا حاصل یہ تھا کہ وہ سلیمان علیہ السلام کا امتحان لے، اور تحقیق کرے کہ وہ واقعی اللہ کے رسول اور نبی ہیں، اور جو کچھ حکم دے رہے ہیں وہ اللہ کے احکام کی تعمیل ہے یا وہ ایک ملک گیری کے خواہش مند بادشاہ ہیں۔ اس امتحان سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر واقعی وہ نبی و رسول ہیں، توان کے حکم کا اتباع کیا جائے اور مخالفت کی کوئی صورت اختیار نہ کی جائے، اوراگر بادشاہ ہیں اور ملک گیری کی=

قَالُوْا نَحْنُ أُوْلُوْا قُوَّةٍ وَّأُوْلُوْا بَأْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِيْ

وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور سخت جنگ جو ہیں اور حکم آپ کے اختیار میں ہے تو جو حکم دیجئے گا (اس کے مآل پر) نظر

مَاذَا تَأْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوْكَ إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً أَفْسَدُوْهَا

کر لیجئے گا ۔ اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں

وَجَعَلُوْا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ج وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور اسی طرح یہ بھی کریں گے

وَإِنِّيْ مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں [4]

= ہوس میں ہمیں اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں تو پھر غور کیا جائے گا کہ ان کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ اس امتحان کا طریقہ اس نے یہ تجویز کیا کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس کچھ ہدیئے تحفے بھیجے، اگر وہ ہدیئے تحفے لیکر راضی ہو گئے تو علامت اس کی ہوگی کہ وہ ایک بادشاہ ہی ہیں، اور اگر وہ حقیقت میں نبی ورسول ہیں تو وہ اسلام وایمان کے بغیر کسی چیز پر راضی نہ ہوں گے ۔ یہ مضمون ابن جریر نے متعدد اسانید کے ساتھ ابن عباسؓ، مجاہد، ابن جریج، ابن وہب سے نقل کیا ہے۔

[4] یعنی میں سلیمان علیہ السلام اور ان کے ارکان دولت کے پاس ایک ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھوں گی کہ جو قاصد یہ ہدیہ لیکر جائیں گے وہ واپس آ کر کیا صورت حال بیان کرتے ہیں؟ تاریخی اسرائیلی روایات میں بلقیس کی طرف سے آنیوالے قاصدوں اور تحفوں کی بڑی تفصیلات مذکور ہیں، اتنی بات پر سب روایات متفق ہیں کہ تحفہ میں کچھ سونے کی اینٹیں تھیں، کچھ جواہرات اور ایک سو غلام اور ایک سو کنیزیں تھیں، مگر کنیزوں کو مردانہ لباس میں اور غلاموں کو زنانہ لباس میں بھیجا تھا، اور ساتھ ہی بلقیس کا ایک خط بھی تھا، جس میں سلیمان علیہ السلام کے امتحان کیلئے کچھ سوالات بھی تھے، تحفوں کے انتخاب میں بھی ان کا امتحان مطلوب تھا۔ سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کے تحفوں کی تفصیلات اُن کے پہنچنے سے پہلے بتلا دی تھیں، سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ دربار سے نو فرسخ تقریباً تیس میل کی مسافت میں سونے چاندی=

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ أَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِیَ اللّٰهُ
جب قاصد سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے
خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ إِلَيْهِمْ
وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ تم ہی اپنے تحفے سے خوش ہوتے ہو گے [5] اس کے پاس واپس جاؤ
فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا أَذِلَّةً
ہم ان پر ایسے لشکر سے حملہ کریں گے جس کے مقابلے کی ان کو طاقت نہ ہوگی اور ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال دیں گے
وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰٓأَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ
اور وہ ذلیل ہوں گے ۔سلیمان نے کہا کہ اے دربار والو! کوئی تم میں ایسا ہے کہ قبل اس کے
أَنْ يَّأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ
کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے؟ جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا

= کی اینٹوں کا فرش بن دیا جائے اور راستہ میں دو طرفہ عجیب الخلقت جانوروں کو کھڑا کر دیا جائے جن کا بول و براز بھی سونے چاندی کے فرش پر ہو، اسی طرح اپنے دربار کو خاص اہتمام سے مزین فرمایا، دائیں بائیں چار ہزار سونے کی کرسیاں ایک طرف علماء کے لئے، دوسری طرف وزراء اور عمال سلطنت کے لئے بچھائی گئیں، جواہرات سے پورا ہال مزین کیا گیا، بلقیس کے قاصدوں نے جب سونے کی اینٹوں پر جانوروں کو کھڑا دیکھا تو اپنے تحفہ سے شرما گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ اپنی سونے کی اینٹیں وہیں ڈال دیں، پھر جوں جوں آگے بڑھتے گئے دو طرفہ وحوش وطیور کی صفیں دیکھیں، پھر جنات کی صفیں دیکھیں تو بے حد مرعوب ہو گئے، مگر جب دربار تک پہنچے اور سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ خندہ پیشانی سے پیش آئے، اُن کی مہمانی کا اکرام کیا مگر اُن کے تحفے واپس کر دیئے اور بلقیس کے سب سوالات کے جوابات دیئے (قرطبی)۔

[5] جب بلقیس کے قاصد اس کے ہدایا اور تحفے لے کر سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے قاصدوں سے =

أَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ج وَإِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں اور میں اس کی طاقت رکھتا ہوں امانتدار ہوں

= فرمایا کہ کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو، مجھے اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت دیا ہے وہ تمہارے مال وسامان سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اس لئے میں یہ مال کا ہدیہ قبول نہیں کرتا اس کو واپس لے جاؤ اور اپنے ہدیہ پر تم ہی خوش رہو۔ سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں یا بہتر نہیں۔ اور تحقیق اس مسئلے میں یہ ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنے میں اگر اپنی یا مسلمانوں کی کسی مصلحت میں خلل آتا ہو یا ان کے حق میں رائے کی کمزوری پیدا ہوتی ہو تو ان کا ہدیہ قبول کرنا درست نہیں (روح المعانی)۔ ہاں اگر کوئی دینی مصلحت اس ہدیہ کے قبول کرنے کی داعی ہو مثلاً اس کے ذریعہ کافر کے مانوس ہو کر اسلام سے قریب آنے پھر مسلمان ہونے کی امید ہو، یا اس کے کسی شر و فساد کو اس کے ذریعہ دفع کیا جا سکتا ہو تو قبول کرنے کی گنجائش ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت اس معاملے میں یہی رہی ہے کہ بعض کفار کا ہدیہ قبول فرمالیا، بعض کا رد کر دیا۔ عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الھبہ میں اور شرح سیر کبیر میں کعب بن مالک ؓ سے روایت کیا ہے کہ براء کا بھائی عامر بن مالک مدینہ طیبہ میں کسی ضرورت سے پہنچا جبکہ وہ مشرک کافر تھا اور نبی ﷺ کی خدمت میں دو گھوڑے اور دو جوڑے کپڑے کا ہدیہ پیش کیا۔ آپ ؐ نے اس کا ہدیہ یہ فرما کر واپس کر دیا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ اور عیاض بن حمار مجاشعی نے آپ کی خدمت میں ایک ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس سے سوال کیا کہ تم مسلمان ہو؟ اُس نے کہا کہ نہیں، آپ نے ان کا ہدیہ بھی یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عطایا لینے سے منع فرمایا ہے اس کے بالمقابل یہ روایات بھی موجود ہیں کہ رسول ﷺ نے بعض مشرکین کے ہدایا قبول فرمائے، ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے بحالت شرک آپ کو ایک چمڑا ہدیہ میں بھیجا آپ نے قبول فرمالیا اور ایک نصرانی نے ایک ریشمی حریر کا بہت چمکتا ہوا کپڑا ہدیہ میں پیش کیا آپ نے قبول فرمالیا۔ شمس الائمہ اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سبب یہ تھا کہ نبی ﷺ کو بعض کا ہدیہ رد کر دینے میں اس کے اسلام کی طرف مائل ہونے کی امید نہ تھی وہاں رد کر دیا، اور بعض کا ہدیہ قبول کرنے میں اس کے مسلمان ہو جانے کی امید تھی تو قبول کر لیا (عمدۃ القاری، کتاب الھبہ)۔ اور بلقیس نے جو رد ہدیہ کو نبی ہونے کی علامت قرار دیا اس کا سبب یہ نہ تھا کہ نبی کے لئے ہدیہ قبول کرنا مشرک کا جائز نہیں بلکہ سبب یہ تھا کہ اُس نے اپنا ہدیہ درحقیقت ایک رشوت کی حیثیت سے بھیجا تھا کہ اس کے ذریعہ وہ سلیمان علیہ السلام کے حملے سے محفوظ رہے۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ

ایک شخص جس کو کتابِ الٰہی کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے اُسے آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں

طَرْفُكَ ط فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ قف

جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے

لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ط وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ط

تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے شکر کرتا ہے

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾

اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب غنی (اور) کرم کرنے والا ہے[6]

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ

سلیمان نے کہا کہ ملکہ کے لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو دیکھیں کہ وہ سوجھ رکھتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو سوجھ نہیں رکھتے

﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ج

جب وہ آ پہنچی تو پوچھا گیا کہ آپ کا تخت بھی اسی طرح کا ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا ہو بہو وہی ہے

---

[6] اس سے پہلے اندماج ہے، جب بلقیس کے پرستادوں نے واپس پہنچ کر تمام سرگزشت سنائی تو وہ سمجھ گئی کہ واقعی سلیمان علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں، اس لئے اس نے ایمان لانے اور سلیمان علیہ السلام کی اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا، اس نے آدمی بھیج کر پہلے اپنے ارادے سے سلیمان علیہ السلام کو آگاہ کیا، اور پھر امراء سلطنت اور رؤساء ملک کو ساتھ لے کر سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہوگئی جب ان کو اس کی آمد کی اطلاع ملی، تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا تخت یہاں آجائے، اس سے مقصد یہ تھا تا کہ اسکے حیرت واستعجاب میں اضافہ ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرلے، سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار کے حاضرین سے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو ان کے یہاں

پہنچنے سے پہلے بلقیس کا تخت اٹھا کر یہاں لے ائے۔ایک بہت بڑے طاقتور جن نے کہا اپ کے مجلس برخاست کرنے سے پہلے میں تخت آپ کے پاس لاسکتا ہوں، کیونکہ میں طاقتور بھی ہوں اور امین بھی ہوں، اور اس کے زر و جواہر میں کسی قسم کی خیانت بھی نہیں کروں گا، سلیمان علیہ السلام کو چونکہ اس سے بھی پہلے تخت درکار تھا اس لئے آپ نے اس کی بات کو کوئی وقعت نہ دی۔

"**قال الذی عنده**" الایۃ، ایک شخص بولا جس کے پاس کتاب کا علم تھا، میں آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے لاسکتا ہوں"**الذی عنده علم من الکتاب**" سے یا تو اصف بن برخیا مراد ہے، جو سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا، اور اسم اعظم کا عامل تھا، لیکن اس پر اعتراض لازم آتا ہے کہ اس طرح ایک امتی سلیمان علیہ السلام کے سامنے فضل وکمال میں ان سے بڑھ گیا، اسی طرح ایات میں اس شخص کو علم الکتاب سے متصف کیا گیا ہے، اور اس صفت میں لامحالہ سلیمان علیہ السلام فائق تھے" **ان سلیمان علیه السلام کان اعرف بالکتاب منه لانه هو النبی فکان صرف هذا اللفظ الی سلیمان علیه السلام اولی ،الثانی ان احضار العرش فی ذلک الساعة اللطیفة درجة عالیة فلو حصلت لاصف دون سلیمان علیه السلام لاقتضیٰ ذلک تفضیل اصف علی سلیمان علیه السلام وانه غیر جائز. کبیر**"۔

لیکن اگر بالفرض اس سے اصف بن برخیا ہی مراد ہو تو یہ ان کی کرامت ہوگی، اور کرامت ولی کے اختیار میں وتصرف میں نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کی قدرت اور اس کے تصرف سے ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے، اہل بدعت کہتے ہیں "**انا اتیک به**" میں اصف نے لانے کی نسبت اپنی طرف کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اس کے تصرف واختیار میں تھا، لیکن یہ ایک صریح فریب ہے، کیونکہ یہاں اسناد حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے، یہ کرامت چونکہ اصف بن برخیا کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی اور بظاہر لانے والا وہی تھا، اس لئے لانے کی نسبت مجازاً اس کی طرف کردی گئی، بعض کا خیال ہے کہ اس سے خود سلیمان علیہ السلام مراد ہیں، اس صورت میں یہ ان کا معجزہ ہوگا۔امام نخعیؒ فرماتے ہیں اس سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں، روح، کبیر، مدارک۔

جناب شیخ حسین علیؒ کے نزدیک یہی قول راجح ہے، بعض جہلاء "**علم من الکتاب**" سے کالاعلم نکالتے ہیں، حالانکہ کالاعلم سراسر کفر ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ سے استعانت ہوتی ہے، اس لئے یہ بالکل بے اصل اور صریح غلط بلکہ کفر ہے۔

وَأُوْتِينَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ
اور ہم کواس سے پہلے ہی (سلیمان کی عظمتِ شان کا) علم ہو گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہیں۔ اور وہ جو اللہ کے سوا پرستش کرتی تھی
دُوْنِ اللّٰهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٤٣﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ
سلیمان نے اُس کواس سے منع کیا (اس سے پہلے تو) وہ کافروں میں سے تھی۔ (پھر) اس سے کہا گیا کہ محل میں چلئے
فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ
جب اس نے اس (کے فرش) کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھا اور (کپڑا اٹھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں سلیمان نے کہا
صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ
یہ ایسا محل ہے جس میں (نیچے بھی) شیشے جڑے ہوئے ہیں وہ بول اٹھی کہ الٰہی! میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی تھی
وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلٰى ثَمُوْدَ
اور (اب) میں سلیمان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں ۔ اور ہم نے ثمود کی طرف
أَخَاهُمْ صٰلِحًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٥﴾
اُس کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو دو فریق ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے ۔
قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ
صالح نے کہا کہ بھائیو تم بھلائی سے پہلے بُرائی کیلئے کیوں جلدی کرتے ہو؟ (اور) اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ
تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ وہ کہنے لگے کہ تم اور تمہارے ساتھی ہمارے لئے بدشگون ہے۔ صالح نے کہا کہ تمہاری بدشگونی
عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ
اللہ کی طرف سے ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جاتی ہے ۔ اور شہر میں نو شخص تھے

يُـفْسِدُوْنَ فِى الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُـوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ
جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر
وَأَهْـلَـهٗ ثُـمَّ لَـنَـقُـوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهٖ وَإِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾
اور اس کے گھر والوں پر شبخون ماریں گے پھر اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم صالح کے گھر والوں کے موقع ہلاکت پر گئے
وَمَـكَـرُوْا مَـكْـرًا وَّمَـكَـرْنَـا مَكْـرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُـرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَـانْظُـرْ
ہی نہیں اور ہم سچ کہتے ہیں۔اور وہ ایک چال چلے،اورہم نے ایک تدبیرکیا اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی۔
كَيْفَ كَـانَ عَـاقِبَةُ مَـكْـرِهِـمْ أَنَّـا دَمَّـرْنٰـهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾
تو دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیسا ہوا ہم نے ان کو اور ان کی قوم سب کو ہلاک کر ڈالا
فَتِـلْكَ بُيُـوْتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوْا إِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾
اب یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں۔ جولوگ دانش رکھتے ہیں اُن کیلئے اس میں نشانی ہے
وَأَنْـجَيْـنَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَلُوْطًـا إِذْ قَـالَ لِـقَوْمِهٖ
اور جولوگ ایمان لائے اور ڈرتے تھے ان کو ہم نے نجات دی اور لوط کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا
أَتَـأْتُـوْنَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ أَئِنَّـكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً
کہ تم بے حیائی کیوں کرتے ہو اور تم دیکھتے ہو۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت کیلئے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو
مِّن دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ إِلَّا
حقیقت یہ ہے کہ تم احمق لوگ ہو۔تو ان کی قوم کے لوگ (بولے تو) یہ بولے اور اس کے سوا ان کا کچھ جواب نہ تھا
أَنْ قَـالُـوْٓا أَخْـرِجُـوْٓا اٰلَ لُـوْطٍ مِّـنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾
کہ لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ پاک رہنا چاہتے ہیں۔

فَأَنْجَيْنٰهُ وَأَهْلَهٗٓ إِلَّا امْرَأَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾

تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی مگر اُن کی بیوی کہ اس کی نسبت ہم نے مقرر کر رکھا ہے وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

اور ہم نے ان پر مینہ برسایا سو (جو) مینہ ان لوگوں پر برسا جن کو متنبہ کر دیا گیا تھا بُرا ہے۔ کہہ دو کہ سب تعریف اللہ ہی کو

وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ ءٰٓاللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾

سزاوار ہے اور اسکے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ اس کا شریک ٹھراتے ہیں[7]

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا

فَأَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَإِلٰهٌ

(ہم نے) پھر ہم ہی نے اُس سے سرسبز باغ اُ گائے تو تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اُ گاتے تو کیا اللہ کیساتھ کوئی

مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا

اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ رستے سے الگ ہو رہے ہیں ۔ بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا

---

[7] "امایشرکون" میں "ام" متصلہ ہے اور اس کے بعد آنے والی آیاتوں میں "ام" منقطعہ ہے بمعنی "بل" مطلب یہ ہے کہ اچھا اس کے علاوہ یہ بتاؤ، تمہارے معبود اپنے پجاریوں کے حق میں اچھے ہیں یا اللہ تعالی اپنے عابدین کے حق میں اچھا ہے؟ تم جن پیغمبروں اور ولیوں کو کارساز سمجھ کر پکارتے ہو وہ نہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ تم سے ضرر دور کر سکتے ہیں، اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالی ہی بہتر ہے۔ والمعنی، ء اللہ خیر لمن عبده ام الاصنام لمن عبدها، فان اللہ خیر لمن عبده و آمن به لاغنائه من الهلاک ، والاصنام لم تغن عن عابديها شيئا عند نزول العذاب، ولهذا السبب ذكر انواعا تدل على وحدانيته وقدرته، خازن۔

وَجَعَلَ خِلٰلَهَا أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ

اوراس کے بیچ نہریں بنائیں اور اُس کیلئے پہاڑ بنائے اور (کس نے) دو دریاؤں کے بیچ اوٹ بنائی (یہ سب کچھ اللہ نے بنایا)

ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ

تو کیا اللہ کیساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں اکثر عقل و دانش نہیں رکھتے۔ بھلا کون بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے؟

وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْأَرْضِ

جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اسکی) تکلیف کو دُور کرتا ہے اور (کون) تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے؟

ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

تو کیا اللہ کیساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں مگر) تم بہت کم غور کرتے ہو۔ بھلا کون تمہیں جنگل اور دریا کے اندھیروں

وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ

میں رستہ بتاتا ہے اور (کون) ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے)

ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

تو کیا اللہ کیساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے

أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

بھلا کون مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اُس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے اور تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے

وَالْأَرْضِ ءَ إِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

(یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کیساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ

کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کرکے)

أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادَّارَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ

اٹھائے جائیں گے؟[8] بلکہ آخرت (کے بارے) میں اُن کا علم ختم ہو چکا ہے بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں

---

[8] غیب سے مراد وہ اشیاء ہیں کہ وہ کسی سبب سے بھی ظاہر نہیں کئے گئے ہو۔یعنی نہ عقل سے اور نہ حواس اور نہیں وحی کے ساتھ تو اس کو غیب حقیقی کہتے ہیں،اس سے متعلق امام قرطبی نے واقعہ ذکر کیا ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز انسان کے علم میں آجائے تو اس کو غیب نہیں کہا جاتا۔

''من فی السمٰوات'' سے مراد ملائکہ،عیسی علیہ السلام اور تمام ان مومنوں کے ارواح جو کہ علیین میں ہے اور یہ آیت اللہ کے سوا علم غیب کی نفی میں صریح دلیل ہے خواہ علم غیب ذاتی ہو یا عطائی جسمانی ہو یا روحانی۔

سول نمبر:۱۔ ''الا اللہ''استثناء منقطع ہے یا متصل دونوں حالات میں لفظ''اللہ'' پر نصب (زبر) چاہئے تھا اور یہاں مرفوع ذکر ہوا ہے۔

جواب نمبر:۱۔ یہ استثناء منقطع ہے اس لئے کہ اللہ تعالی ''من فی السمٰوات'' کے جنس میں سے نہیں اور مستثنٰی مرفوع ہونا بنی تمیم کی لغت میں جائز ہے بنا بر بدلیت یعنی'' الاّ اللہ''، دراصل من سے بدل ہے تو من رفع کے محل میں ہیں تو اس کا بدل بھی مرفوع ہے۔یہ قول ابن کثیر نے زجاج اور فراء سے نقل کیا ہے۔

جواب نمبر:۲ یہ استثناء متصل ہے اور مستثنٰی کا رفع اہل حجاز کے ہاں کلام سلبی میں جائز ہے۔

سوال نمبر:۲ جب اللہ تعالی جنس من فی السموات سے نہیں،اس لئے کہ وہ مخلوق ہیں اور اللہ تعالی خالق ہے تو استثناء متصل کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ '' من فی السمٰوات ''کا اطلاق اللہ پر جائز ہے سورۂ انعام کے ایت ۳ سے قرینہ ہے (اس معانی سے جو کہ سورۂ انعام میں مراد ہیں) استثناء متصل صحیح ہے (کذا فی التفسیر نیشاپوری)۔

سوال نمبر۳ جب کوئی چیز انسان سے مخفی ہو تو وہ غیب کہلاتی ہے،اور پھر انسان عقل وحواس یا دلیل وحی سے معلوم کرے تو علم غیب حاصل ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ اطلاق لغت کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن شریعت کی رو سے ناجائز ہے،اس لئے کہ

لفظ علم قرآن اور سنت میں غیب کے ساتھ ثبوتاً اللہ تعالی کے سوا کسی اور کے لئے استعمال نہیں کیا گیا ہے، اور اطلاق لغوی سے اطلاق شرعی ثابت نہیں ہوتا (کـذافـی روح الـمعانی). اس ایت سے یہ معلوم ہوا کہ جو ولی، نبی یا نجومی کے لئے علم غیب ثابت کرتا ہے تو وہ کافر ہے، اس لئے صریح اس ایت سے منکر ہے اور اسی طرح شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے: ۱۵۸۔

اور عائشہؓ سے صحیح حدیث نقل ہے جو کہ امام بخاری نے رقم: ۴۸۵۵۔ میں اور امام ترمذی نے رقم: ۳۰۶۸۔ میں نقل کی ہے کہ: قـالـت ثـلاث مـن تـكلم بواحدة منهن فقداعظم الفرية على الله، من زعم ان محمدارأى ربه فـقـد اعـظم الفرية على الله، والله يقول: لاَ تُـدْرِكُـهُ الأَبْـصَـارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾[الانعام] اور، وَمَـا كَـانَ لِبَشَـرٍ أَن يُـكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولاً فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾[الشـورى] فـكـنـت متكأفجلست فقلت ياام انـظـريـنـي ولاتعجليني اليس ،الله يقول: وَلَـقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ﴿۱۳﴾[الـنجم] وَلَـقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾[التكوير]؟ قـالـت انااول من سأل عن هذارسول الله ﷺ قال انماذاك جبرئيل مارأيته فـي الـصـورة التي خلق فيهاغيرهاتين المرتين. رأيته منهبطامن السماء ساداعظم خلقه مابين السماء والارض، ومن زعم ان محمدا ﷺ كتم شيئامماانزل الله عليه فقداعظم الفرية على الله. والله يقول يَا أَيُّهَـا الـرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِىُ الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ﴿۶۷﴾[المائدة] ومن زعم انه يقول مافى غد فقداعظم الفرية عـلى الله، والله يقول : قُلْ لَّا يَـعْـلَـمُ مَـن فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿۶۵﴾[النمل].

یعنی فرمایا تین باتیں ہیں کہ جس نے کہی ان میں سے ایک بھی اس نے جھوٹ باندھا اللہ پر، جس نے کہا کہ محمد نے دیکھا اپنے رب کو یعنی شب معراج میں تو اس نے بڑا جھوٹ باندھا اللہ پر، حالانکہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے" لاتـدركــه الابصـار"، یعنی نہیں پاسکتے اس کو آنکھیں اور وہ لے لیتا ہے آنکھوں کو اور وہ لطیف وخبیر ہے، اور فرمایا اللہ تعالی نے، طاقت نہیں کسی بشر کی کہ کلام کرے اس سے اللہ مگر وحی سے، یعنی بواسطہ جبرئیل کے، یا کلام کرنا پردہ کے پیچھے سے، اور میں تکیہ لگائے ہوئے تھا، سو اٹھ بیٹھا، اور کہا میں نے کہ اے مومنوں کی ماں! مجھے مہلت دیجئے اور جلدی مت کر=

مِّنۡهَا بَلۡ هُمۡ مِّنۡهَا عَمُوۡنَ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا

بلکہ اس سے اندھے ہو رہے ہیں۔ اور جو لوگ کافر ہیں کہتے ہیں کہ ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے

وَّاٰبَآؤُنَاۤ اَئِنَّا لَمُخۡرَجُوۡنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدۡ وُعِدۡنَا هٰذَا نَحۡنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ

تو کیا ہم پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے؟۔ یہ وعدہ ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے

اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۶۸﴾ قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا

(کہاں کا اٹھنا اور کیسی قیامت) یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں ۔ کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو پھر دیکھو

كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُنۡ فِىۡ ضَيۡقٍ

کہ گنہگاروں کا انجام کیا ہوا ہے۔ اور ان (کے حال) پر غم نہ کرنا اور نہ ان چالوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں تنگ دل ہونا

مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۷۱﴾

اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟ ۔

= لیجئے کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے "ولقد رأه نزلة اخرى"، یعنی بے شک دیکھا اس کو محمدؐ نے دوسری بار؟ اور فرماتے ہیں یعنی بے شک دیکھا اس کو محمدؐ نے روشن کنارہ پر آسمان کے؟ تب فرمایا عائشہؓ نے، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں نے سب سے پہلے پوچھیں یہ آیتیں رسول اللہ ﷺ سے، تو فرمایا آپؐ نے کہ مراد ان آیتوں سے دیکھنا ہے جبرئیل کا، اور نہیں دیکھا میں نے جبرئیل کو اس صورت میں کہ وہ پیدا کئے گئے ہیں مگر انہیں دو مرتبہ میں دیکھا، میں ان کو آسمان سے اترتے کہ بھر لیا تھا ان کے جسم کی بڑائی نے آسمان و زمین کے بیچ کو، اور فرمایا عائشہؓ نے، جس نے کہا کہ محمد ﷺ نے کوئی چیز چھپالی اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اتاری، پس اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ اے رسول پہونچا دے جو اترا تیرے اوپر تیرے رب کی طرف سے، اور جس نے کہا کہ محمد ﷺ کو معلوم ہے جو کل ہونے والا ہے، تو اس نے جھوٹ باندھا اللہ تعالیٰ پر، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں جانتا کوئی اسمان و زمین والوں میں سے غیب سوا اللہ تعالیٰ کے۔

قُلْ عَسٰٓى أَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

کہہ دو کہ جس (عذاب) کیلئے تم جلدی کر رہے ہو یقیناً اس میں سے کچھ تمہارے نزدیک آ پہنچا ہو

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور تمہارا رب تو لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن ان میں اکثر شکر نہیں کرتے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور جو باتیں ان کے سینوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور جو کام وہ ظاہر کرتے ہیں تمہارا رب ان (سب) کو جانتا ہے

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ إِنَّ هٰذَا

ور آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے مگر (وہ) کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے

الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىٓ إِسْرَآئِيْلَ أَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں بیان کر دیتا ہے

وَإِنَّهُ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ

اور بیشک یہ مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے ۔تمہارا رب (قیامت کے روز) ان میں اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ

اور وہ غالب (اور) علم والا ہے ۔ تو اللہ پر بھروسا رکھو تم تو صریح حق پر ہو

﴿۷۹﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا

کچھ شک نہیں کہ تم مُردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے (9) اور نہ بہروں کو جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہو

---

(9) مشرکین کے عناد و مکابرہ کا ذکر کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ ایسے واضح دلائل کے باوجود مشرکین

انکاروتکذیب سے باز نہیں آ رہے۔آپ کے انداز وتبلیغ میں کوئی قصور نہیں ان کے دلوں پر ضد وعناد کی وجہ سے مہر جباریت لگ چکی ہے اب وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے،اس لئے آپ ان کے نہ ماننے کی وجہ سے غمگین نہ ہوں۔ یہاں مشرکین کے لئے تین تمثیلیں ذکر کی گئی ہیں:

اول: **لاتسمع الموتی** یہ تو مردے ہیں اور مردوں کو آپ کسی طرح بھی اپنی بات نہیں سنوا سکتے۔

دوم "**لاتسمع الصم**" الخ یہ تو بہرے ہیں اور بہرے بھی وہ جو آپ کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے بلکہ پیٹھ پھیر کر دور جا رہے ہیں بھلا ان کی کانوں میں آپ کی دعوت حق کس طرح پہنچے گی۔

سوم "**وماانت بهادی العمی**" الخ یہ تو اندھے ہیں اور آپ اندھوں کو ہرگز راستہ نہیں دکھلا سکتے۔

حاصل یہ ہے کہ آپ کا کام تبلیغ وانذار ہے یہ معاندین جو مہر جباریت کی وجہ سے اپنے دل کی حیات اور سمع وبصر کھو چکے ہیں ان کو راہ راست پر لانا آپ کے بس کی بات نہیں، یہ آپ کی دعوت وتبلیغ کا اثر ہرگز قبول نہیں کریں گے "**ان تسمع الا من، الاية**" البتہ آپ کی بات صرف وہی لوگ سنیں گے اور اس سے اثر قبول کریں گے جو ہماری آیتوں کو سنکر ان پر یقین کرنے اور ان کے سامنے تسلیم وانقیاد کا جذبہ رکھتے ہوں، اور ان کے دلوں میں حق کو تلاش کرنے اور حق کو پا لینے کے بعد اسے تسلیم کرنے کی سچی تڑپ ہو۔ اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے کہ ان آیات کے اندر (موتی) اور "**من فی القبور**" کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی اس سے مراد زندہ کفار ہیں، اس معنی میں کہ جس طرح مردے اور قبر والے سنا نہیں کرتے اسی طرح کفار بھی سنا نہیں کرتے ،یہی معنی آیت کا عبارت النص ہے۔ اور اسی طرح اس آیت کا ہم معنی دیگر آیات جو ہے یعنی سورت انعام:۳٦،روم:۵۲،فاطر:۲۲۔ وہاں بھی یہی معنی مراد ہے۔

لیکن اکثر محققین علماء نے اس آیت سے بطور اشارۃ النص عدم سماع کے لئے استدلال کیا ہے، اور ان آیتوں سے مردوں کی عدم سماعت کے لئے استدلال کرنا کوئی بعید نہیں، اس لئے کہ لوگوں میں یہ بات معروف تھی کہ مردے حقیقت میں سنتے نہیں، اس لئے ان کے ساتھ زندہ کفار کو تشبیہ دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ جن کے ساتھ کفار کو تشبیہ دی گئی ہے ان کے اندر عدم سماع کی قوت بدرجہ اولی پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ زید شیر کی طرح بہادر ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ شیر بھی بہادر ہے بلکہ شیر کے اندر زید سے زیادہ شجاعت پائی جاتی ہے، اسی طرح ان دونوں آیتوں کے اندر اگر چہ گفتگو کفار کے بارے میں ہے اور انہیں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے سنتے ہیں بلکہ عربی زبان سے واقف ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ اس تشبیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کے اندر نہ سننے کا مادہ کفار سے

زیادہ پایا جاتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ مردے سنتے نہیں ہیں۔

مولانا رشید گنگوہیؒ لطائف:٦٧٦، میں لکھتا ہے کہ اس آیت میں استعارہ ہے، کہ کفار کو اموات اور اصم سے تشبیہ دیا ہے اور مستعار منہ میں وجہ شبہ کی حقیقتا ہوتی ہے، چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اور اصم میں صلاح سماعت نہیں، لہٰذا معنی عدم اجابت کے جو مجاز ہے مشبہ بہ میں لینا کیسے درست ہوگا؟ البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے۔ اسی وجہ سے عمرؓ نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے: رسول اللہﷺ کو فرمایا: جو کہ مشہور حدیث ہے مسند احمد:۲۸۷/۳، ۲۱/۴۵۲، (م: رقم ۱۴۰۶۴)، نسائی:۱۰۸/۴، ومسند طیالسی:۴۰، ومسلم:۲۸۷۳، وبزار:۲۲۲ وابویعلی:۱۴۰) عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ ترک قتلی بدر ثلاثة ایام حتی جیفوا، ثم اتاهم فقال یا امیة بن خلف، یاابا جهل بن هشام، یاعتبه بن ربیعه، یاشیبه بن ربیعه، هل وجدتم ماوعدربکم حقا؟ فانی قدوجدت ماوعدنی ربی حقا، فسمع عمرؓ صوته علیه السلام فقال: یارسول الله اتنادیهم بعدثلاث، وهل یسمعون؟ یقول الله عزوجل انک لاتسمع الموتی، فقالً و الذی نفسی بیده ماانتم باسمع منهم ولکنهم لایستطیعون ان یجیبوا ۔یعنی رسول اللہﷺ نے قلیب بدر کے مقتولین کو تین دنوں تک چھوڑے رکھا، حتی کہ مردار بدبودار ہوگئے، پھر ان کے پاس آ کر فرمایا: اوامیہ بن خلف وابوجہل بن ہشام وعتبہ بن ربیعہ وشیبہ بن ربیعہ! کیا تمہارے رب نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا وہ وعدہ تم نے برحق پالیا؟ میں نے تو وہ وعدہ جو میرے رب نے میرے ساتھ کیا تھا وہ وعدہ برحق پالیا۔ نبی کریمﷺ کی ان قلیب بدر والوں کے ساتھ اس گفتگو کرنے کی آواز عمرؓ نے سن لی تو عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ ان قلیب بدر میں پڑے ہوئے مقتولین کو تین راتیں گزرنے کے بعد نداء فرمارہے ہو۔ بھلا یہ آپ کی بات سن رہے ہیں؟ اللہ تعالی تو فرماتا ہے انک لاتسمع الموتی ۔عمرؓ کا یہ سوال سن کر آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ ان قلیب بدر والوں سے بڑھ کر تم بھی نہیں سنتے، ہاں البتہ یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے۔

یہاں عمرؓ نے صراحت کے ساتھ یہ ذکر کیا کہ ان کے اس سوال کی بنیاد مذکورہ آیت ہے اور اس آیت سے تمام صحابہ نے ایک عام مفہوم مراد لیا ہے جس میں قلیب بدر کے مردے بھی داخل ہیں اس لئے انہوں نے نبی کریمﷺ سے دوٹوک باتیں کیں تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہ جائے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ صحابہ نے آیت کا جو مفہوم لیا تھا نبی کریمﷺ نے اس کو صحیح قرار دیا اس لئے کہ آپ نے

نہ اس کا انکار کیا اور نہ ہی ان سے یہ کہا کہ تم نے آیت کا مفہوم غلط لیا ہے یہ آیت تمام مردوں کو شامل نہیں ہاں اتنی وضاحت ضرور کر دی کہ ان مردوں کا معاملہ جداگانہ ہے یہ آیت سے مستثنیٰ ہے۔

ایک بات کا ذکر، کر دینا بہتر ہے کہ عائشہؓ نے اس آیت سے جو استدلال کیا تھا بعینہ وہی استدلال عمرؓ کا بھی تھا لہٰذا عائشہؓ کو آج خطاوار ٹھہرانا صحیح نہیں ہے۔ جو کہ یہی روایت ہے: **عن ابن عمرؓ انہ قال وقف رسول اللهﷺ علی القلیب یوم بدر فقال: یافلان یافلان هل وجدتم ماوعدکم ربکم حقا؟ اماواللہ انهم الان لیسمعون کلامی .قال یحی فقالت عائشة: غفر اللہ لابی عبد الرحمٰن انه وهل، انماقال رسول اللهﷺ واللہ انهم لیعلمون الان، ان الذی کنت اقول لهم حق، وان اللہ تعالی یقول: انک لاتسمع الموتی ، النمل: ۸۰، وماانت بمسمع من فی القبور: فاطر ۲۲** ۔خاص طور سے اس وقت جبکہ اللہ کے رسول نے عمرؓ کی تائید کی یہ اور بات ہے کہ ابن عمر نے جب اس قصہ کو بیان کیا تو عائشہؓ نے ان کی تردید کی عائشہ اور دوسرے صحابہ کرام کی روایتوں کو جمع کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عائشہؓ ہی سے وہم ہوا ہے (اس کا مزید تفصیل بعد میں آئے گا) لیکن ان تمام روایتوں میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ آیت سے استدلال کرنے میں عائشہؓ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے بلکہ اس قصہ کی حقیقت حال ان سے پوشیدہ تھی اگر ایسی بات نہ ہوتی تو ان کا موقف بھی وہی ہوتا جو تمام صحابہ کا موقف تھا، لہٰذا صحیح موقف یہی ہے کہ یہ قصہ آیت سے مستثنیٰ ہے۔ایک بات قابل توجہ یہ ہے کہ مسائل کو صحیح طور سے سمجھنے کے لئے ان امور کی رعایت بھی ضروری ہے جو آپؐ سے بطور اقرار ثابت ہوں، ورنہ احادیث کے سمجھنے میں بسا اوقات غلطی ہوسکتی ہے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، یہی مسئلہ ایک بڑا شاہد ہے، کیونکہ اکثر مصنفین نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ مردے سنتے ہیں، اور وہ بھول گئے کہ رسول اللہﷺ نے صحابہ کے اس خیال کی تردید نہیں کی کہ مردے سنتے نہیں لہٰذا یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دراصل مردے سنا نہیں کرتے جب تک کہ کوئی دوسری دلیل اس کے خلاف نہ آجائے۔تحقیقی نظر رکھنے والا اس قسم کی بہت سی مثالیں پائے گا، میں صرف دو مثالیں بیان کرتا ہوں: مثال اول:

(۱) جابرؓ کی حدیث: ام مبشرؓ روایت کرتی ہیں کہ انہوں حفصہؓ کے پاس رسول اللہﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انشاءاللہ جو لوگ بیعت رضوان میں شریک تھے ان میں سے کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔حفصہؓ نے کہا کیوں نہیں اللہ کے رسول، تو آپؐ نے ان کو ڈانٹا، پھر حفصہؓ نے کہا: اللہ نے فرمایا ہے: **وان منکم الاواردها** :مریم:۷۰، یعنی تم میں سے ایسا کوئی نہیں جو جہنم پر وارد نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ یہ بھی فرماتا ہے: ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا: مریم: ۷۱: یعنی ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو دنیا میں متقی تھے، اور ظالموں کو اسی میں گراہوا چھوڑ دیں گے۔ حفصہؓ نے آیت سے یہ استدلال کیا تھا کہ جہنم میں ہر شخص داخل ہوگا خواہ وہ نیک ہو یا بد، اسی لئے جب نبی کریم ﷺ نے یہ کہا بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں میں سے کوئی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا تو ان کو اشکال ہوا اور یہ آیت پیش کی، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے ان کا یہ اشکال اس طرح دور کیا کہ ان کو پوری آیت پڑھ کر سنائی۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حفصہؓ نے آیت کا جو مفہوم سمجھا تھا نبی کریم ﷺ نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ آیت کے اندر اس سے کون لوگ مراد ہیں اور حدیث کے اندر کون لوگ مراد ہیں، اس کی وضاحت کردی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیعت رضوان میں شریک ہونے والے لوگوں کو عذاب نہیں ہوگا، ہاں جہنم سے گزرتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام لوگ جہنم سے گزریں گے، کچھ لوگ تو اس کے عذاب میں گرفتار ہوجائیں گے اور کچھ لوگ اس سے محفوظ رہ کر جنت میں چلے جائیں گے۔

(۲) دوسری مثال بخاری ومسلم کی ایک روایت ہے عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اس وقت انصار کی دو لڑکیاں منیٰ کے دنوں میں دف بجا کر انصار کے ان کارناموں کو بیان کررہی تھیں جو انہوں نے جنگ بعاث میں انجام دیئے تھے، یہ لڑکیاں گانے والی نہیں تھیں، آپ اپنا رُخ انور دوسری طرف کرکے لیٹ گئے اسی دوران ابوبکرؓ داخل ہوگئے، آپ اپنے اوپر کپڑا اڈھانکے ہوئے تھے ابوبکرؓ نے مجھے ڈانٹا اور کہا کہ شیطانوں کی بانسری محمد ﷺ کے گھر میں؟ نبی کریم ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک کھولا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ابوبکرؓ رہنے دو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے آج ہماری عید کا دن ہے۔ عائشہؓ فرماتی ہیں جب نبی کریم ﷺ ذرا ان لڑکیوں کی طرف سے غافل ہوئے تو میں نے ان کو اشارہ کیا اور وہ واپس چلی گئیں۔

اس حدیث کے اندر آپ دیکھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکرؓ کی اس بات کا انکار نہیں کیا کہ گانا بجانا شیطان کا فعل ہے اور نہ ہی جب انہوں نے ڈانٹا تو اس کو برا سمجھا، بلکہ آپؐ نے ان کی دونوں باتوں کو برقرار رکھا، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ چیز درست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے یہ بات کیسے کہی کہ یہ شیطان کا فعل ہے، ظاہر بات ہے کہ انہوں نے اس چیز کو محمد ﷺ ہی سے حاصل کیا تھا، جیسا کہ گانے بجانے کے متعلق بے شمار حدیثیں موجود ہیں، اگر ابوبکرؓ کو پہلے سے اس کا علم نہ ہوتا اور اس موقف میں وہ حق پر نہ ہوتے تو کبھی محمد ﷺ کے سامنے اس قسم کی جرأت نہ کرتے، ہاں ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ عید اور خوشی کے موقع پر اس نوعیت کا گانا بجانا درست ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ کیا۔ لہٰذا ابوبکرؓ کا انکار اپنی جگہ مسلّم تھا کیونکہ آپ نے اسے برقرار رکھا لیکن اس سے یہ مستثنیٰ کردیا کہ

عید کے موقع پر اس نوعیت کا گانا بجانا جائز ہے۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ جس طرح وہاں عمرؓ کے انکار کو برقرار رکھا اور ایک خاص حکم بیان کیا کہ تمہاری بات صحیح ہے مردے سنا نہیں کرتے لیکن یہ مردے اس وقت سن رہے ہیں، بالکل اسی طرح ابوبکرؓ کی انکار کو برقرار رکھتے ہوئے یہ بیان کیا کہ جس نوعیت کا گانا بجانا یہ لڑکیاں کر رہی تھیں عید کے موقع پر اتنا جائز ہے۔

ایک روایت عبداللہ بن عباسؓ سے سیوطیؒ نے درمنثور:۷،۱۸، میں تفسیر سورت فاطر۲۲، میں نقل کیا ہے لکھتا ہے:**اخرج ابوسهل السری بن سهل الجندالنيسابوری الخامس من حديثه من طريق عبد القدوس عن ابی صالح عن ابن عباسؓ فی قوله﴿ فانک لاتسمع الموتی ﴾﴿ومآانت بمسمع من فی القبور:فاطر ۲۲﴾قال كان النبی ﷺ يقف علی القتلی يوم بدرويقول:هل وجدتم ماوعد ربكم حقا؟يافلان ابن فلان الم تكفربربک؟الم تكذب نبيک؟ الم تقطع رحمكم؟فقالوا يارسول ايسمعون ماتقول ؟قال ماانتم باسمع منهم لمااقول فانزل الله﴿ فانک لاتسمع الموتی ﴾﴿ومآانت بمسمع من فی القبور﴾ومثل ضربه الله للكفارانهم لايسمعون لقوله.**

یعنی اس آیت:**انک لاتسمع الموتی** 'اور'**مآأنت بمسمع من فی القبور**' کا شان نزول رئیس المفسرین عبداللہ بن عباسؓ سے اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بدر کے غزوہ میں مشرک مقتولوں کے کنویں پر آ کھڑے ہوئے تھے جس میں ان کی لاشوں کو پھینک دیا گیا تھا اور فرمانے لگے کیا تمہارے رب نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا اب تو تم نے اس وعدہ کو سچ پالیا ہوگا ؟ اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے فلاں، کیا تو نے اپنے رب کے ساتھ کفر نہ کیا، کیا تو نے اپنے نبی کی تکذیب نہیں کی، کیا تو نے قطع رحمی نہیں کی، یہ سن کر حاضرین نے عرض کی یارسول اللہ! آپ جو کچھ فرما رہے ہیں، یہ بے روح کے دھڑ سن رہے ہیں؟ آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا کہ جو بات میں ان سے کہہ رہا ہوں تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے، تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی'**انک لاتسمع الموتی**' نیز یہ نازل فرمایا'**ومآانت بمسمع من فی القبور**.

اس کے علاوہ بعض فقہاء ومجتہدین نے بھی ان ایتوں کو نفی سماع پر بطور دلیل پیش کیا ہے، بطور مثال علامہ ابن الہمام مولف فتح القدیر کی تصریح ملاحظہ ہو۔علامہ موصوف ان ایتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان آیتوں سے سماع موتی' کی نفی کی تحقیق مستفاد ہوتی ہے کیونکہ ان میں کفار کو موتی" سے تشبیہ دی گئی ہے اس بناء پر کہ کفار کو حق سنانا متعذر رہے

اور یہ سماع موتیٰ کی نفی پر متفرع ہے ورنہ تشبیہ صحیح نہیں ہوگی۔اصل عبارت یہ ہے فانهمایفیدان تحقیق عدم سماعهم فانه تعالی شبه الکفاربالموتی لافادۃتعذرسماعهم وهوفرع عدم سماع الموتی ۔فتح القدیر۔اوراس سے تھوڑا سا پہلے مشائخ حنفیہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں وعندی مبنی ارتکاب هذا المجازهنا عنداکثر مشایخناهوان المیت لایسمع عندهم ......لانها(الیمین)تنعقدعلی مابحیث یفهم و المیت لیس کذالک لعدم السماع. اور کتاب الایمان میں لکھتے ہیں فلوکلمه بعدموته لایحنث لان المقصود منه الافهام و الموت ینافیه لانه لایسمع فلایفهم۔فتح القدیر:۱۰۶/۲،م۔

رشید احمد گنگوہی شرح الترمذی الکوکب الدری:۳۱۹/۱، میں لکھتا ہے:واستدل المنکرون ومنهم عائشة وابن عباسؓ ومنهم الامام (ابوحنیفہؒ) بقوله تعالی :انک لاتسمع الموتی ،فانه لماشبه الکفار بالاموات فی عدم السماع. علم ان الاموات لایسمعون والالم یصح التشبیه. وماقیل انه من قبیل ”ومارمیت اذرمیت ولکن الله رمی“ غیرتام. لانه لایصح علی هذا قوله بعده ”ان تسمع الامن یومن بایاتنا“ الایة، فان الاقتدارمنه سبحانه کماهوفی الاول فکذافی الثانی فکیف یصح اثباته له ﷺفی نوع ونفیه فی نوع، وماقال المثبتون ان خطاب النبیﷺلاهل بدرعلی رأس القلیب ینادی علی ثبوت السماع اعلی نداء، فاجاب عنه المنکرون بعضهم من انه من خصوصیاتهﷺبکفاربدر،ردالله سبحانه ارواحهم فی اجسامهم لیسمعواخطابه تنکیتالهم وتبکیتاوتزییدافی عذابهم، وقال بعضهم انما خاطبهم النبی لیغیظ بذلک المشرکون من قریش ،ومعنی قوله لعمرؓماانت باسمع منهم ای باعلم منهم فسّرته بذلک عائشةؓ ،فلایکون دلیل علی السماع، فالظاهرانکار السماع وهو الاصح عندنا ۔یعنی عائشہؓ نے سماع کی علم سے تفسیر کی ہے،اس لئے یہ حدیث سماع موتیٰ کی دلیل نہیں،اس لئے ظاہر عدم سماع ہی ہے،اور ہمارے نزدیک بھی یہی زیادہ صحیح ہے۔

اخر میں مفتی عزیز الرحمان دیوبندی کا قول نقل کرتے ہیں: فتاوی دارالعلوم دیوبند عزیز الفتاوی دیوبند:۹۶/۳، میں ہے کہ: یہ واضح رہے کہ حد سے زیادہ جوامر تجاوز کرتا ہے وہ ممنوع ہوجاتا ہے جیسا کہ تعظیم قبور کا رواج ہوگیا ہے یہاں تک کہ ان پر غلاف اور چادریں ڈالی جاتی ہیں اور یہ امورا کثر مفضی الی الشرک ودواعی شرک ہوجاتے ہیں،کما ہومشاہد اور سماع میت ثابت نہیں ہے بلکہ عدم سماع پر نص قطعی وارد ہے:قال الله تعالی﴿ وماانت بمسمع من فی القبور﴾

وقال اللہ تعالی ﴿انک لاتسمع الموتیٰ﴾ وقداجاب فی الفتح وغیرہ عن الحدیث الواردفیہ ای حدیث اھل قلیب بدر واوّلوا حدیث سماع قرع النعال بانہ مخصوص باول الوضع فی القبر،فقط واللہ تعالی اعلم۔:۴۳۸/۵،۴۴۱،۴۴۴،۴۶۱،۴۶۷،۴۶۸۔

دوسری وجہ: اکثر مفسرین نے ان آیات کی تفسیر میں یہی مسئلہ ذکر کی ہے مثلاً:۔۱۔خفاجیؒ نے بیضاوی کی تفسیر:۱۲۸/۷، کے حاشیہ میں لکھاہے اکثر مشائخنا علی ان المیت لایسمع یعنی ہمارے اکثر مشائخ اسی عقیدہ پر پکے ہیں کہ مردہ کچھ نہیں سنتا۔۲۔امام رازیؒ شافعی المذہب نے اپنی تفسیر کبیر:۱۰۴/۶، میں لکھاہے والمیت لایدرک شیئا مردہ کسی چیز کا کچھ ادراک نہیں کرسکتا۔اور۳۹/۷، میں لکھا:اما الاحیاء و الاموات فالتفاوت بینھمااکثر،اذمامن میت یساوی فی الادراک حیامن الاحیاء ،فذکران الاحیاء لایساؤن الاموات یعنی مردوں اورزندوں میں بہت بڑافرق ہے کیونکہ کوئی مردہ ایسانہیں جوادراک میں کسی ایک زندہ کے مساوی ہو،اس لئے اللہ تعالی نے ذکرفرمایا کہ زندے مردے مساوی نہیں ہیں:و۵۳/۴و پارہ۲۰صفحہ:۴۴۰۔۳۔زمخشری نے کشاف:۱۲/۲، میں کہا: الموتی لایسمعون یعنی مردے نہیں سنتے۔۴۔علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر۱۳۷/۷، میں یہی لکھاہے۔۵۔جامع البیان :ص۱۱۲، میں یہی لکھاہے۔۶۔علامہ بیضاوی نے پارہ(۷)صفحہ۱۸۶، میں۔۷۔مفسرابوسعود نے۵۸/۴۔۸۔مفسرخازن نے :۱۴/۲، ان المیت لایسمع ولایتکلم ۔میت نہ سنتاہے نہ بولتاہے۔۹۔بغوی نے معالم التنزیل پارہ۳۰۵/۲۰، المیت الذی لاسبیل الی سماعہ ،میت وہی جس کے سننے کی کوئی صورت نہیں۔۱۰۔مفسرنسفی حنفی نے مدارک التنزیل صفحہ:۴۰۳ میں لکھاہے واماقبل ذلک فلا یعنی قیامت سے پہلے پہلے تو میت سن نہیں سکتا۔۱۱۔مفسرابن کثیرنےتفسیر۹صفحہ ۶۱۵، میں لکھا:لاتتحرک ولاتسمع ولاتبصر مرنے کے بعدمردے نہ حرکت کرسکتے ہیں اورنہ سن سکتے ہیں،نہ دیکھ سکتے ہیں۔۱۲۔قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری:۲۵۳/۷، میں لکھا کہ مردے سنتے تونہیں البتہ اللہ تعالی جب چاہے زندوں کا کلام مردوں کوسنادے۔یہ اس کی مرضی ہے۔۱۳۔علامہ الوسیؒ نے تفسیرروح المعانی:۲۶/۷۔میں لکھاہے المیت لیس من شانہ السماع و لایتحقق منہ السماع الامعجزۃ کسماع اھل القلیب ۔سننامیت کا کام نہیں اورنہ میت کا سننامتحقق ہے،البتہ بطورمعجزہ کے میت سن لےتووہ اور بات ہے جیسے بدرمیں گندے کنوئیں میں پڑے ہوئےمشرک مقتولوں نے نبیﷺ کا خطاب سن لیا تھا۔

اور:۴۵۵/۶، میں لکھا:ففیہ تنبیہ قوی علی ان الاصل فی الموتی انھم لایسمعون پس اس عبارت

میں قوی تنبیہ ہے اس امر پر کہ موتیٰ کے بارے اصل تو یہی ہے کہ وہ نہیں سنتے ۔۱۴۔مفسر ابن جریر: ۱۱۸/۷، میں **الـموتـی الـذیـن لایسـمعـون صوتاولایعقلون دعاء ولایفقهون قولا**. مردے جو نہ آواز سنتے ہیں اور نہ کسی پکار کا ادراک کر سکتے ہیں اور نہ کسی کی بات سمجھ سکتے ہیں ۔۱۵۔صاحب قاموس نے تنویر المقباس: ۶۸۷، پارہ(۹) میں لکھا ہے: **لایسـمعوا ولایجیبوا لانهم اموات غیر احیاء** یعنی وہ جن کو تم پکارتے ہو نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں کیونکہ وہ اموات (مردہ) ہیں زندہ نہیں ۔۱۶۔ابن جزی کلبی محمد بن احمد نے کتاب التسہیل لعلوم التنزیل: ۱۹۶/۳، میں لکھتے ہیں: **الـنـائم کالمیت فی کونه لایبصرولایسمع** یعنی نہ سننے اور نہ دیکھنے میں سونے والا بھی میت کی طرح ہی ہوتا ہے ۔۱۷۔عبدالحق بن غالب ابن عطیہ محاربی غرناطی فقیہ مفسر (متوفی ۵۴۲ھ) نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ واقعہ بدر میں اہل قلیب کا سننا محمد ﷺ کا معجزہ ہے اگر آپ یہ نہ فرماتے کہ یہ مردے سن رہے ہیں تو ہم آپ کی نداء کا یہ مطلب لیتے کہ یہ باقی ماندہ کافروں کی توبیخ ہے یا مومنین کے دل کو تسلی ہے عبارت یہ ہے: **فیشبــه ان قـصة بـدر خــرق عـــــادة لـمـحـمد ﷺ فی ان ردالله الیهم ادراکاسمعوابه مقالته ولولااخباررسول الله ﷺ بسماعهم لحملنا نـداء ہ ایاهم علی معنی التوبیخ لمن بقی من الکفرة وعلی معنی شفاء صدور المومنین** ۔۱۸۔صاحب فتح البیان نے کہا ہے کہ سماع موتیٰ کی نفی کے ظاہر سے تو عموم معلوم ہوتا ہے ۔۱۹۔مولوی عبدالستار محدث دہلوی نے اپنی تفسیر کے: ۴۹۷، میں اسی طرح لکھا ہے ۔۲۰۔مترجم معجزہ نما کلاں قرآن مجید ۵۳۵، میں ہے عائشہؓ کی رائے کے مطابق امام ابوحنیفہؒ سماع موتیٰ کے منکر ہیں اور اسی قران پاک کے مقدمہ ۴۱، میں ہے: عائشہؓ و دیگر بعض صحابہ اور نیز امام ابوحنیفہؒ اہل قبور کے سننے کے قائل نہیں ۔۲۱۔سبحان الہند مولانا احمد سعید (کشف الرحمٰن ۶۵۴) میں فرماتے ہیں عائشہؓ صدیقہ نے اس آیت (**ماانـت بـمسمع من فی القبور**) سے مردے کے نہ سننے پر استدلال کیا ہے اور یہی اکثر مشائخ حنفیہ کا مسلک ہے ۔ نیز: ۵۸۰/۲، میں لکھتے ہیں مردے میں سننے کی صلاحیت نہیں ہے ۔اور اسی صفحہ پر یہ بھی لکھا کہ سویا، مرا برابر ہے (یعنی عدم ادراک میں) ۔۲۲۔جامع القران کے مصنف نے کہا **الکفـار کالموتی لایسمعون**، کفار بھی ان مردوں کی طرح ہیں جو سنتے نہیں، اس تفسیر کا حوالہ تفہیم المسائل: ۹۲، میں محمد بشیر الدین قنوجیؒ نے دیا ہے ۔۲۳۔ابن حبان اندلسی نے البحر المحیط: ۴/۱۱۷،۱۱۸، میں لکھا ہے: **انـمـایستجیب الذین یسمعون یـعـنـی الذین تحرص علی ان یصدقوک بـمـنـزلة الـموتی الذین لایسمعون وانمایستجیب من یسمع کقوله تعالیٰ** یعنی جن لوگوں کے بارے میں آپ کو حرص ہے کہ وہ آپ کے مسئلہ توحید کی تصدیق کریں وہ تو بمنزلہ موتی (مردوں) کے ہیں جو نہیں سنتے، اور مانتے وہی

ہیں جوسنیں۔آگے فرمایا موتی (یہاں مراد) کفار ہے کفار کو موتی اسی طرح کہا گیا ہے جس طرح کفار کو بہرے اور گونگے کہا گیا ہے اور کفار کو موتی سے تشبیہ اس لئے دی ہے کہ میت روح سے خالی ہوتا ہے۔۲۴۔نواب قطب الدین (تلمیذ شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ و مولف مظاہر حق شرح مشکواۃ نے جامع التفاسیر سورۃ فاطر:۱۱۰، میں لکھا ہے۔مذہب امام اعظم اور اکثر مشائخ ہمارے کا عدم سماع ہے یہ دلیل آیت انک لاتسمع الموتی ۔۲۵۔جمل نے جلالین کی شرح:۶۰۳ (پارہ ۲۴) میں لکھا،موت کی حالت میں توفی النفس کی صورت یہ ہے کہ موت پیدا کرتا ہے اور ہر قسم کی حس کلی طور پر زائل کر دیتا ہے (اس میں حس سننے اور دیکھنے اور بولنے وغیرہ کی سب ہی آ گئیں۔

۲۶۔اخر میں تفسیر مواہب الرحمٰن کا قول نقل کرتے ہیں: اس نے تفسیر سورۂ نمل میں مختصرا،اور تفسیر سورۂ روم میں تفصیل کے ساتھ یہ مسئلہ لکھا ہے: جبکہ ہم بھی ان کے الفاظ حرف بحرف نقل کرتے ہیں اس لئے کہ اس میں بہت سے علمی فوائد مذکور ہیں: مترجم کہتا ہے کہ یہاں ایک مسئلہ ہے کہ مردے سنتے ہیں یا نہیں سنتے ہیں؟ پس امام شافعیؒ اور ایک جماعت سے منقول ہے کہ مردہ سنتا ہے،اوران کی حجت وہ حدیث ہے کہ جب بدر کی لڑائی میں ابوجہل وغیرہ کفار مشرکین مارے گئے اور وہ ایک کھڈے میں ڈال دئے گئے اور تیسرے دن نبی کریم ﷺ سوار ہوکر اس مقام پر تشریف لائے اور خطاب فرمایا کہ ہم نے تو اپنے پروردگار عزوجل کا وعدہ حق پایا اور تم نے بھی آخر وعید عذاب کو سچا پایا، پس عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس قوم سے خطاب فرماتے ہیں جو گندے مردار ہو چکے، پس آپ نے فرمایا کہ قسم اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو میں کہتا ہوں اسکے سننے میں تم لوگ انسے بڑھکر نہیں ہو،لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے ہیں کمافی الصحیح اور حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ جوکوئی بندہ اپنے بھائی مسلمان کی قبر پر گذرا جس کو دنیا میں پہچانتا تھا پس اس پر سلام کیا تو یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اس کی روح اس میں پھیر دیتا ہے، حتی کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔(رواہ ابن عبدالبر وقال صحیح) لیکن عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ”فانک لاتسمع الموتی“ پس مردہ نہیں سنتا ہے،اور واقعہ بدر کی حدیث میں عائشہؓ نے یہ تاویل فرمائی کہ نبی کریم ﷺ کی مراد یہ تھی کہ جو بات میں ان لوگوں سے کہتا تھا اسکا حق ہونا، ان لوگوں نے اب خوب جان لیا،قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو آخرت کی زندگی اتنی دے دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کا کلام شریف جوان کے حق میں چھڑا اور ملامت کا تھا سن لیا۔

اسیواسطے امام ابوحنیفہؒ وصاحبین وتمام فقہاء حنفیہ وجماعت علماء کا یہی قول ہے کہ مردے نہیں سنتے ہیں،اور کسی شخص کو یہ طاقت نہیں ہے کہ مردے کو اپنا کلام سناوے، اگر اللہ تعالی اپنی قدرت سے چاہے کہ کوئی بات مردہ سنے تو اس کو اپنی قدرت

کا اختیار رہے۔اسیواسطے جب نبی کریم ﷺ نے قلیب بدر والوں سے کلام کیا تو بوحی الٰہی عزوجل تھا، وہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سنایا، اور اسی طرح مردے کو سلام کرنا اور اس کا جواب دینا بقدرت الٰہی عزوجل ہے، حتی کہ سوائے سلام کے کسی دوسری بات کے واسطے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا کہ وہ بھی مردہ سنتا ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ آج کل جو لوگ حنفی مقلدین حتی کہ تقلید کے واسطے دوسروں کی تکفیر تک نوبت پہنچاتے ہیں ان سے نہایت عجب ہے کہ وہ بزرگوں کے مزاروں پر جا کر اپنی باتوں کی داستانیں سناتے ہیں حالانکہ امام ابوحنیفہ وتمام ائمہ حنفیہ سے قاطبۃً مخالف ہے اور اس مقام پر وہ قطعی غیر مقلد بنجاتا ہے، پس ان نفس کے بندوں کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ تقوی وتدین کے واسطے حنفی نہیں تھا بلکہ اسلام میں فساد ڈالنے کے لئے کبھی مقلد بنتا ہے اور کبھی غیر مقلد ہو جاتا ہے، تا کہ اسلام میں باہم نزاع و پھوٹ ڈالے، اور باہمی ائتلاف جو مسلمانوں میں فرض ہے اس کی مخالفت کرے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو ایسی معصیت سے بچادے اور ایمان واسلام پر ثابت قدم رکھے۔ آمین **وصلی اللہ علی سیدنا محمد و اله و اصحابه اجمعین۔**

اب اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے استدلال نفی سماع موتیٰ کے لئے صحیح ہے یا نہیں؟ سماع موتیٰ کے قائلین کا ایک وہم ہے جس کو ذکر کرنے کے بعد تفصیل کے ساتھ دفع کرتے ہیں، مختصراً اس کو والد صاحب نے تفسیر (احسن الکلام) میں بمعہ جواب ذکر کیا ہے:

قائلین سماع موتیٰ کی طرف سے ان آیتوں کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان میں اسماع (سنانے) کی نفی ہے سماع (سننے) کی نفی نہیں۔ اور اختلاف سماع میں ہے نہ کہ اسماع میں، کیونکہ اسماع کی نفی پر تو سب متفق ہیں۔ دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان آیتوں میں کفار کو مردوں کے ساتھ تشبیہ عدم استفادہ میں دی گئی ہے نہ کہ عدم سماع میں، اور مطلب یہ ہے کہ مردے زائر کا کلام سن لینے کے باوجود اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، اسی طرح کفار بھی سن تو لیتے ہیں لیکن اس سے استفادہ نہیں کرتے۔ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ عائشہؓ اور تمام فقہائے حنفیہ نے ان سے عدم سماع موتیٰ پر استدلال کیا ہے، اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ آیتیں اسماع کے ساتھ ساتھ سماع کی بھی نفی کر رہی ہیں، اور تشبیہ عدم استفادہ میں نہیں بلکہ عدم سماع میں ہے، نیز سماع اسماع کا مطاوع ہے اس لئے اسماع کی نفی یا اثبات، سماع کی نفی اور اثبات کو مستلزم ہے ان آیتوں میں جب اسماع کی نفی کی گئی تو سماع کی بھی نفی ہو گئی۔

مطلب یہ ہے کہ سماع فرع ہے اسماع کی جب انسان کی طرف سے بالکلیہ اسماع نہیں ہے تو سماع جو اسماع کی فرع ہے وہ

بھی نہ ہوگا، کیونکہ جب اصل ہی ثابت نہ ہوگی تو فرع کہاں سے ثابت ہوگی، پس اتنا تو مسلم ہوا کہ انسان بذات خود اپنے کلام وسلام کو بغیر کسی کے واسطے کے میت کو نہیں سنا سکتا، یہ خاص نوع کا اسماع، یعنی اسماع انسانی بالکل نابود ہے اور جس قسم کا اسماع ندارد ہوگا اس خاص قسم کا سماع بھی معدوم ہونا لازم ہوگا۔

بعض کو یہ وہم ہے کہ انسان جو مردوں سے یا قبر والوں سے کلام کرتا ہے وہ انہیں خود تو نہیں سنا سکتا، مگر اس اسماع اور سماع کے درمیان اللہ تعالیٰ کا واسطہ ہو کر مردوں کو سنا دیتا ہے، یہ البتہ ممکن ہے تو جب یہ صورت ممکن ہوئی تو آیت شریفہ سے مردوں کے سننے کی نفی ثابت نہ ہوگی۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ مشیت الٰہی معلوم نہیں جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ: 'اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے' پس ہمارا مردوں سے یا قبر والوں سے کلام کرنا، خطاب کرنا، سلام کرنا، پھر یہ خیال کرنا کہ وہ سنتے ہیں، محض ایک تمنا ہی تمنا ہے، کیونکہ سماع اموات موقوف ہے مشیت الٰہی پر اور مشیت الٰہی کا ہمیں علم نہیں ہے، نہ ہی اس کے علم حاصل کرنے کا ہمیں کوئی طریقہ حاصل ہے، پس جس کا موقوف علیہ غیر معلوم ہے اس کے موقوف کا بھی موہوم ہونا لازم ہے، پس اس نظیر والی آیت سے بھی عدم سماع اموات ہی ثابت ہوا نہ سماع۔

(اس بات کی مزید تفصیل) اب زیر بحث آیت کریمہ کو دیکھیں "اِن اللہ یسمع من یشآء "اس میں سب مانتے ہیں کہ انسانی اسماع کی لازمی طور پر نفی ہے ہاں الٰہی اسماع اس آیت میں متوقع ہوسکتا ہے۔ لیکن الٰہی اسماع مطلق نہیں ہے۔ بلکہ معلق اور مقید ہے بقید مشیت اور معلق بالمشیة کا مسئلہ علم عقائد میں مصرّح موجود ہے ان شاء فعله وان شاء لم یفعله ، اسی طرح کتب فقہ میں ہے انت طالق ان شاء اللہ ، کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ شرط (مشیت الٰہی) کا علم نہیں۔ لہٰذا اصل چونکہ عدم طلاق تھی ابھی تک وہی عدم طلاق اپنے اصل پر قائم ہے ہدایہ اولین :٣٧٠/٢، میں ہے، وانه (ای التعلیق) اعدام قبل الشرط، والشرط لایعلم ههنا فیکون اعداما من الاصل ، یعنی شرط سے پہلے تو وہ طلاق نہ تھی اور اب شرط کا علم ہمیں نہیں ہے اس لئے طلاق بھی سرے سے معدوم ہی رہی اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ حاصله ان الجزاء معدوم قطعا لان الجزاء معدوم عندعدم الشرط وههنالم یعلم تحققه فبقی علی عدمه الاصلی.

اسی طرح کنز:ص:١٤٦، میں ہے ولو وصل باقراره ان شاء اللہ بطل اقراره ، یعنی اگر کسی نے کسی کے حق کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میرے ذمہ اس کا ہزار روپیہ ہے ان شاء اللہ تو بس اس کا اقرار بے کار و باطل ہو گیا، اسی طرح

کنز:ص:۶۷، میں ہے،**ولو وصل بحلفه ان شاء الله برّ** اور اگر قسم کھانے کے ساتھ متصل ان شاءاللہ کہہ دیا تو اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا، اسی طرح کنز:۱۲۸، میں ہے: **ويبطل الصک بان شاء الله** چک لکھ کر ساتھ ہی ان شاءاللہ لکھ دیا وہ چک بے کار ہو گیا او مختصر طحاوی:۳۶۸، کے حاشیہ میں اس کا اصول اور قاعدہ تحریر فرمایا: **والاصل فی هذاانه متی علق بمشية من لاتظهر مشيته فانه يلغو كله.** یہاں اصول یہ ہے کہ جب ایسے ذات کی مشیت کے ساتھ کوئی کام معلق کیا جائے جس کی مشیت معلوم اور ظاہر نہ ہو سکے تو سب لغو اور بے کار ہو جاتا ہے۔

الحاصل: اب اس قاعدہ اصول کے تحت **ان الله يسمع من يشاء** کے معنی ہوئے **من شاء الله اسماعه اسمعه ومن لم يشاء اسماعه لم يُسمعه** یعنی جس کو اللہ تعالی سنانا چاہے گا سناوے گا اور جس کو سنانا نہ چاہے گا نہ سنائے گا۔ تقلیل سماعت اموات کی خود آیت کریمہ کے لفظ مشیت نے پیدا کر دی بلکہ نفی سماع کی دلیل بن گئی۔ جیسے ان شاءاللہ کہنے سے طلاق نہیں پڑتی۔ اقرار بے کار ہو جاتا ہے چیک کا اعتبار نہیں رہتا اسی طرح اس آیت میں سماع اموات بھی ثابت نہیں ہوتا۔

اقامۃ البرہان والا اخر میں لکھتے ہیں: اکابرامت کے ان ارشادات اور اجلّہ علماء دیوبند کی ان تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ان آیتوں میں صرف اسماع (سنانے) ہی کی نفی نہیں بلکہ سماع (سننے) کی بھی نفی ہے اور انہوں نے سماع موتیٰ کی نفی پر ان ایتوں سے باقاعدہ استدلال کیا ہے اور مفتی عزیز الرحمٰنؒ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ یہ آیتیں عدم سماع پر نص قطعی ہیں۔ اس لئے معترض نے اس کے خلاف دور حاضر کے بعض علماء کی جو طویل وعریض عبارتیں نقل کی ہیں وہ ان اکابر کی تصریحات کے ہوتے ہوئے قابل التفات نہیں ہیں۔ ص:۴۷۔

اس اعتراض کو شیخ نیلویؒ تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد اس کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں، فرماتے ہیں: قائلین سماع ایک اور طریق پر بھی اس آیت کو حل کرنے کی کوشش فرماتے ہیں کہ اول تو آیت میں سماع کی نفی نہیں ہے اسماع کی نفی ہے، دوسرے اگر بالفرض والتقدیر اس بات کو تسلیم ہی کر لیا جائے کی نفی سماع کی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ سماع مطلق نفی نہیں ہے بلکہ سماع قبول یا سماع نافع کی نفی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ کفار وعظ ونصیحت نہیں سنتے یعنی قبول نہیں کرتے اس سے نفع نہیں اٹھاتے چنانچہ کتاب سماع موتی:۲۶۹، میں ہے مردوں سے مطلقا سماع کی نفی نہیں کی گئی بلکہ اس سماع کی نفی کی گئی ہے جو سماع مفید اور نافع ہو سکتا ہے کیونکہ زندہ کفار سے جو مشبہ ہیں جس سماع کی نفی کی گئی ہے، وہ سماع قبول اور نافع ہے سو اسی طرح مردوں سے بھی جو مشبہ بہ کے درجہ میں ہیں نفی مطلقا سماع کی نہیں بلکہ اس سماع کی نفی ہے جو مفید اور نافع ہے، الخ۔

الجواب: محترم مولانا صاحب نے اس مقام پر کمال ہی کر دیا کہ مشبہ کو مشبہ بہ بنادیا اور مشبہ بہ کو مشبہ بنادیا، کافروں کو جو مشبہ ہیں مشبہ بہ بنادیا اور مردوں کو جو مشبہ بہ ہیں مشبہ بنادیا، جیسے کوئی کہے'زید کالاسد' زید شیر کی مانند ہے زید کو شیر کے ساتھ تشبیہ دی گئی شجاعت میں۔ زید انسان ہے مشبہ ہے اور شیر جنگلی جانور مشبہ بہ ہے۔ اب مولانا صاحب کے تقریری انداز میں اگر یوں کوئی تقریر کرے کہ شیر کے لئے مطلقاً شجاعت کو ثابت نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس شجاعت کو ثابت کیا گیا ہے جس کے ساتھ نماز، روزہ اور جہاد فی سبیل اللہ بھی ہو کیونکہ زید کے لئے جو مشبہ ہے جو شجاعت ثابت ہے وہ نماز روزہ جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ مقرون ہے، سو اسی طرح شیر جنگلی کے لئے بھی جو مشبہ بہ کے درجہ میں ہے، وہی شجاعت ثابت ہے، جو نماز، روزہ، جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ مقرون ہے اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ زید شجاع، نمازی، روزہ دار اور مجاہد ہے۔ کیا یہ تقریر صحیح ہے؟ اگر یہ تقریر غلط ہے تو آپ کا "الکفار کالموتی" میں یہ بیان غلط ہوگا، اور اگر الکفار کالموتی میں آپ کی تقریر صحیح ہے تو زید کالاسد میں بھی ہماری تقریر بالا درست ہوگی لیکن اس میں تو کچھ شک نہیں کہ زید کالاسد کی تقریر بالا صاف غلط ہے پس ثابت ہوا کہ الکفار کالموتی' کی تقریر جو محترم مولانا صاحب نے بیان کی ہے بلا شبہ غلط ہے۔ نداءِ حق: ۲/۷۔۹۷۔

اس سوال کا مزید تفصیلی جواب ہم تفسیر احسن الکلام سے نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو فائدہ کامل ہو، اس میں بطور ارخاء العنان والد محترم لکھتا ہے کہ جب اس آیت میں یہ مسئلہ ذکر ہے (بزعم خویش) کہ مردے سنتے ہیں لیکن فائدہ نہیں لے سکتے، تو ان کے ساتھ باتیں کرنا عبث اور لغو کام ہے، اور عبث کام کرنا مسلمان کیلئے جائز نہیں، آپ تصحیح تشبیہ کیلئے لکھتے ہیں کہ یہ وہم ہے کہ یہ تشبیہ صحیح نہیں، تو میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے اس لئے کہ وجہ شبہ جنس (نہ سننا ہے) اور یہ دو قسم کے ہیں، ایک مطلقاً نہ سننا اور دوسرا وہ سننا ہے جو کہ بغیر فائدہ ہو (تو یہ بھی نہ سننے کی برابر ہوئی) تو مشبہ بہ (یعنی میت) میں نہ سننا مطلقاً اور جانب مشبہ (یعنی کافر) میں نہ سننا بطریق عدم نفع ہے، جیسا کہ ہم مثال میں کہتے ہیں' زید کالأسد' یہ تشبیہ شجاعت میں ہے اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ دونوں کی شجاعت الگ الگ ہے اور تشبیہ صحیح ہے۔

۲۔ نیز جس طرح کفار کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اسی طرح کفار کو اندھوں کے ساتھ بھی تشبیہ دی گئی ہے اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ کفار اس دنیا میں جب کہ وہ بقید حیات ہیں وہ ویسے تو دیکھتے ہیں اور انکی آنکھیں موجود ہیں، مگر بتفسیر شیخ الہندؒ اندھے ہیں جو اپنے نفع ونقصان کو نہیں دیکھتے۔ تو یہاں بینا کفار کو جو مشبہ ہیں جس بینائی اور دیکھنے کی نفی کی گئی ہے وہ، وہ دیکھنا ہے جس سے نفع ونقصان نظر آئے اسی طرح اندھوں سے بھی جو مشبہ بہ کے درجہ میں ہیں نفی مطلقاً دیکھنے کی نہیں۔ اندھوں کو نظر تو آتا ہے اندھیں اپنے ان انکھوں سے دیکھتے تو ہیں مگر اندھے اس طرح کا نہیں دیکھتے جس سے

انہیں نفع ونقصان نظر آئے، کیا یہ تقریر صحیح ہے؟ اگر موتیٰ کے ساتھ کفار کو تشبیہ دینے کی وہ تقریر صحیح ہے تو اندھوں کے ساتھ کفار کو تشبیہ دینے کی یہ تقریر بھی لازماً صحیح ہوگی اور اگر وہاں تقریر صحیح اور یہاں تقریر غلط ہے تو وجہ فرق کی بتائی جائے۔

۳۔ اسی طرح کفار کو جس طرح مردوں اور اندھوں سے تشبیہ دی گئی ہے کفار کو گونگوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو محترم مولانا صاحب کی تقریر کے مطابق نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ کفار اس دنیا میں جب کہ وہ بہ قید حیات ہیں ویسے تو وہ بولتے ہیں اور ان کی زبان بھی موجود ہے گونگے تو نہیں مگر بتفسیر شیخ الہندؒ گونگے ہیں جو سچی بات نہیں کہتے، تو یہاں فصیح بلیغ منطیق کفار سے جو مشبہ ہیں جس گویائی کی نفی کی گئی ہے وہ، وہ گویائی ہے جو سچ کے ساتھ متصف ہو اسی طرح گونگوں سے جو مشبہ بہ کے درجے میں ہیں مطلقاً بولنے کی نفی نہیں، گونگے بولتے تو ہیں مگر سچ نہیں بولتے۔ کیا یہ تقریر صحیح ہے؟ اگر موتیٰ کے ساتھ کفار کو تشبیہ دینے کی وہ تقریر صحیح ہے جو محترم مولانا صاحب نے بیان فرمائی ہے تو گونگوں کے ساتھ کفار کو تشبیہ دینے کی یہ تقریر بھی لازماً صحیح ہوگی اگر وہاں صحیح اور یہاں غلط ہے تو وجہ فرق کی کیا بنے؟

۴۔ اسی طرح کفار کو جیسے مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کفار کو بہروں کے ساتھ بھی تشبیہ دی گئی ہے تو محترم مولانا صاحب کی تقریر کے مطابق نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ کفار اس دنیا میں جب بقید حیات ہیں ویسے تو وہ سنتے ہیں اور ان کے کان بھی موجود ہیں مگر بتفسیر شیخ الہندؒ بہرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے تو یہاں بظاہر ان کفار کے کان بالکل درست ہیں تو کافر سنتے تو ہیں مگر سچی بات نہیں سنتے اسی طرح بہرے جو مشبہ بہ کے درجہ میں ہیں ان سے مطلقاً سننے کی نفی نہیں، بہرے سنتے تو ہیں مگر سچی بات نہیں سنتے۔ کیا یہ تقریر صحیح ہے؟ اگر مردوں کے ساتھ کفار کو تشبیہ دینے کی وہ تقریر صحیح ہے جو محترم مولانا صاحب نے بیان فرمائی ہے تو بہروں کے ساتھ کفار کو تشبیہ دینے کی یہ تقریر بھی لازماً صحیح ہوگی اور اگر وہاں صحیح ہو اور یہاں غلط ہو تو ان دونوں تشبیہوں میں فرق کی وجہ مطلوب ہے۔

مزید فرماتے ہیں: کہ اگر اب قواعد پر نظر کی جائے تو گنگوہیؒ کی تقریر قواعد عربیت کے مطابق ہے (جو پہلے بیان ہوئی) اور مصنفِ سماع موتیٰ کی تقریر قواعد عربیت کے سراسر خلاف ہے لہٰذا مولانا صاحب گنگوہی، کی تقریر ہی، مسموع مقبول، معتبر اور معتمد علیہ اور راجح سمجھی جائے گی، اس پر کسی دوسرے اعلیٰ سے اعلیٰ عالم کی بات کو ترجیح نہیں دی جاسکتی جب کہ قواعد بھی اس سے آبی ہوں یعنی جب آیت " **انک لاتسمع الموتی** " میں استعارہ مصرحہ ہے اور استعارہ مصرحہ میں وجہ شبہ کا مشبہ بہ میں اقویٰ ہونا صحت استعارہ کے لئے شرط ہے، جب مشبہ اور مشبہ بہ ہر دو میں یکساں طور پر نفی سماع نافع مراد لئے جائیں تو استعارہ باطل ہو جائے گا اور قرآنی فصاحت وبلاغت اور اعجاز میں فرق آجائے گا، اور اصطلاح اہل

عربیت اوراہل علم کے بیان کے خلاف بھی ہوگا۔

اوراگر گنگوہیؒ کی تقریر دیکھیں تو بات نہایت ہی سہل ہے یعنی لفظ اموات میں عدم سماع مطلق مراد لیاجائے اورکفار میں عدم قبول مرادلیاجائے ،تب استعارہ بھی درست ہوجائے گا اور بلاغت قرآنی بھی اپنی جگہ قائم رہے گی اورقواعدعربیت کےخلاف بھی لازم نہ آئے گا۔

اور جوہم نے کہاہے کہ یہ استعارہ مصرحہ ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان آیات میں کفار کا ذکر موجودنہیں ہے بلکہ صرف موتیٰ کا ذکر ہے مشبہ کا ذکر نہ کرنا اورمشبہ بہ کا ذکر کرنا اورمشبہ بہ سے مشبہ مراد لینے کواصطلاح علم بیان میں استعارہ کہا جاتا ہے علامہ سیدسندشریف جرجانیؒ نےمطول کےحاشیہ میں لکھاہے **وعرف الاستعارہ بان تذکر احدطرفی التشبیہ وتریدبہ ای بالطرف المذکور الآخرای الطرف المتروک مدعیا،دخول المشبہ فی جنس المشبہ بہ کماتقول فی الحمام اسدوانت تریدبہ الرجل الشجاع ، وقسمہاالی المصرحہ والمکنی عنہاوعنی بالمصرح بہاان یکون الطرف المذکورمن طرفی التشبیہ ھو المشبہ بہ** یعنی استعارہ مصرحہ اس کا نام ہے کہ مشبہ اورمشبہ بہ میں سے مشبہ بہ کا ذکر کیا جائے اورمشبہ کا ذکر چھوڑ دیا جائے گویامشبہ مشبہ بہ کے افراد میں سے ایک فرد ہے، جیسے کوئی کہے حمام میں شیر ہے، اورشیر سے مرادلیاہو بہادرآدمی،تواسی طرح ان آیات میں مشبہ بہاموتیٰ کوذکر کیاہے اوراس سے کفارمراد لئے جومشبہ ہیں تو یہ استعارہ مصرحہ ہوا۔ اوراستعارہ مصرحہ میں بقاعدہ علم بیان صحت استعارہ کے لئے شرط ہے کہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ کی اقوی ہوورنہ استعارہ باطل ہوگا۔

چنانچہ علامہ ملاعبدالحکیم سیالکوٹیؒ نےمطول کی حاشیہ میں لکھاہے: **وکون وجہ الشبہ اقوی، شرط فی الاستعارۃ المصرحہ،** اورعلامہ دسوقی نےمختصرالمعانی کےحاشیہ میں لکھاہے **وتوضیح ذلک ان الاستعارۃ تعتمد التشبیہ ،والتشبیہ الذی بنی علیہ الاستعارۃ یقتضی قوۃ المشبہ بہ عن المشبہ فی وجہ الشبہ** یعنی وجہ شبہ میں مشبہ بہ مشبہ سےقوی ہوتاہےاورمختصرالمعانی میں علامہ سعدالدین تفتازانیؒ نے جولکھاہے: **والجامع یجب ان یکون فی المستعارمنہ اقوی** اس کی شرح میں ابراہیم دسوقیؒ نےلکھا **وقولہ اقوی ای من نفسہ حال کونہ فی المستعارمنہ وانماوجب ذلک لتکون الاستعارۃ مفیدۃ** پس لفظ موتیٰ ایت کریمہ میں مشبہ بہ ہے، اورکفارمشبہ ہےاور وجہ شبہ کی عدم سماع ہے پس موتیٰ میں یہ وجہ شبہ کی اقوی اوراکمل ہونا شرط ہے ورنہ استعارہ باطل ہوگا اور بلاغت قرانی میں نقص لازم آئے گا۔

یہ تو ہوا طریق استدلال ان چہار آیتوں سے، اور باقی دو دو آیات قرآنی ایسے ہیں جن سے بطریق اقتضاء النص استدلال کیا جاتا ہے۔ پہلی آیت سورۂ بقرہ: ۲۵۹، والی ہے جس میں عزیر علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سوسال کے عرصہ میں عزیر علیہ السلام کو وہ چیزیں محسوس نہیں ہوئیں جو دنیا میں ہوتی رہیں سوسال کے عرصہ میں تقریباً (۳۶۰۰۰) چھتیس ہزار بار سورج طلوع وغروب ہوا اور چاند بھی طلوع اور غروب ہوتھا رہا موسم سرما وگرما سو (۱۰۰) بار گذرے سینکڑوں بار بارشیں برسی ہونگی سینکڑوں بار بادل گرجے، بادلوں سے کڑا کے دار آوازیں آئیں، بھونچال آئے، آندھیاں آئیں، مگر آپ کو ان میں سے کسی ایک چیز کا احساس نہ ہوا، نہ آپ کی قوت شنوائی تھی جو اتنی آوازوں کا احساس فرماتے۔ اس آیت کریمہ سے حسین علیؒ اور شیخ غلام اللہ خانؒ دونوں نے سماع موتیٰ کی نفی کے لئے استدلال کیا ہے دوسری واقعہ اصحاب کہف والوں کا ہے اس میں ہے کہ: وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ اصحاب کہف اپنے غار میں نواوپر تین سوسال رہے۔

ان دونوں واقعات میں موت مجازی ہے، اور جب مجازی موت میں احساس نہیں کر سکتے تو حقیقی میں بطریق اولیٰ نہیں کریں گے۔ اس سے پہلے کہ ہم مخالفین کے دلائل کا جائزہ لے۔ یہ ثابت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور رائے اس میں کیا ہے؟ صاحب تسکین الصدور وغیرہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سماع موتیٰ کے قائل ہیں، تو یہ بات غلط ہے، چنانچہ سید نعمان بن محمود آلوسیؒ نے ایات بینات: ۱۰۴، ۱۰۶، میں لکھا ہے

کہ اب مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو فہم وفراست سے عاری ہیں اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں، عوام میں یہ افواہیں پھیلاتے ہیں کہ مردے کے سننے پر اجماع ہے اور یہی امام ابوحنفیہؒ اور ان کے متقدمین ومتاخرین تمام اصحاب کا مذہب ہے ان کا خیال یہ ہے کہ امام ابوحنفیہؒ نے فرمایا کہ: **اذا صح الحدیث فھو مذھبی** یعنی جب صحیح حدیث ثابت ہوتو وہی میرا مذہب ہے، اور سماع کے سلسلے میں صحیح حدیث موجود ہے، انہیں یہ نہیں معلوم کہ عائشہؓ وغیرہ کی طرح احناف نے بھی دونوں ایاتوں سے استدلال کیا، اور حدیثوں کو اچھی طرح پرکھنے کے بعد یہ تاویل کی ہے، اور شاید ان وہم پرستوں کا یہ بھی خیال ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل یا ناقص ہے، کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے ان کو یہ بھی کہنا چاہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز ناقص ہے، کیونکہ یہ حدیث بھی صحیح ہے، "**لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب**" وہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ بغیر نیت کے وضوء صحیح نہیں، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: **انما الاعمال بالنیات**، اسی طرح کی بہت سے مسائل ہیں جن میں صحیح حدیثیں موجود ہیں، اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ان کے خلاف ہے۔

ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ امام صاحب اور ان کے متبعین کو بہت ساری صحیح حدیثیں معلوم تھیں لیکن انہوں نے یا توان کے تاویلیں کیں، یا ان کے خلاف جو آیتیں اور حدیثیں تھیں ان سے استدلال کیا، یا ان کے نزدیک یہ منسوخ یا خاص تھیں، اس لئے ان پر ان اسباب کی وجہ سے عمل نہیں کیا، اس کی تفصیل اصول فقہ، اصول حدیث اور دیگر کتابوں میں موجود ہے، جیسے: امام طحاوی کی کتاب مختلف الاثار، امام محمد کی کتاب الاثار، فتح القدیر، اور عقود الجواہر المنیفۃ وغیرہ۔

کسی کے اندر تھوڑا سا بھی علم ہوگا اور تھوڑی بھی سمجھ ہوگی تو علمائے احناف کے ان اقوال کے جان لینے کے بعد کبھی یہ نہیں کہے گا کہ امام ابوحنیفہؒ میت کے سننے کے قائل تھے۔ کیا صرف اسی وجہ سے کہ امام صاحب کا قول ہے:: **اذاصح الحدیث فھو مذھبی** سارے مسائل کواسی پر چسپاں کرے گا، یہ محض ہٹ دھرمی، مشاہدہ کو جھٹلانا اور سورج کی روشنی کا انکار کرنا ہے، یہ گھناؤنے مفاد کی خاطر علوم دینیہ کے اندر خیانت کرنا ہے، تاکہ اس سے مسلمانوں کے ساتھ کھیل کیا جائے۔

بعض کو یہ وہم ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے اس کے متعلق کوئی روایت منقول نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان سے روایت عدم سماع موتیٰ شاذ ہے، اس کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ: امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے عقد الجید :۴۷، میں محققین فقہاء حنفیہ کا بیان کردہ قاعدہ ذکر فرمایا ہے، کہ مسائل فقہی چار قسم کے ہیں: اول قسم وہ ہیں، جو ظاہر مذہب میں ثابت ہو چکے ہوں (اور ظاہر الروایت وظاہر مذہب کی کتابیں یہ ہیں، امام محمد کی مبسوط، سیر صغیر، سیر کبیر، جامع صغیر، جامع کبیر، اور زیادات) ان کا حکم یہ ہے کہ فقہاء ان کو ہر حال میں قبول کرتے ہیں خواہ وہ اصول فقہ کی موافق ہوں یا مخالف، اور اسی وجہ سے تم مولف ہدایہ اور دوسرے علماء کو دیکھتے ہو کہ تجنیس کے مسائل میں فرق بیان کرنے کے لئے تکلّف کرتے ہیں۔

قسم دوم وہ مسائل ہیں جن میں روایت شاذۃ ابوحنفیہ وصاحبین سے ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ان کو قبول نہیں کرتے مگر صرف اس صورت میں کہ اصول فقہ کے موافق ہوں۔ اور ہدایہ اور اس جیسی بہت کتابوں میں تصحیح بعض روایات شاذہ کی بہت ہیں دلیل کی وجہ سے۔

اس کے بعد تیسری اور چوتھی قسم بیان فرمائی۔ اب یہ مسئلہ ہم بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ صراحتاً تنصیص نہیں ہے ظاہر الروایت کی کتب میں، ہاں ان کتب میں بہت سے مؤیدات وشواہد ملتے ہیں جن سے یہ مسئلہ بلاشبہ اور باسانی نکلتا ہے۔ اور گنگوہیؒ کے فرمان کے مطابق امام ابوحنیفہؒ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں شاذ ہیں (فتاوی رشیدیہ: ۲/۱۰، ۱۱)

جب ثابت ہو گیا کہ امام ابوحنیفہؒ سے شاذ روایتیں عدم سماع موتیٰ کے بارے میں موجود ہیں تو اب محققین فقہاء نے شاذ روایت کا جو حکم صادر فرمایا ہے وہ منظور ہونا چاہئے، سو شاذ روایت کا حکم گذر چکا ہے کہ شاذ روایت صرف اس وقت مقبول ہوگی جب اصول وقواعد کے موافق ہو، اگر قواعد کے خلاف ہو تو مردود ہوگی، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ عدم سماع موتیٰ کی شاذ روایات جو امام ابوحنیفہؒ سے آئی ہیں اصول وقواعد کے موافق ہیں یا نہیں؟ دور کیوں جائے خود گنگوہیؒ سے پوچھ لیتے ہیں ہم بھی نہیں پوچھتے ان کے خصوصی شاگرد مفتی اعظم دیوبند مولانا عزیز الرحمٰن نے استفسار فرمایا جس کے جواب میں آپؒ نے فرمایا مسلک عائشہؓ کا مثل طریقہ امام ابوحنیفہؒ کے یہ ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کر اور معنی حقیقی پر عمل کر کے کہ اصل موضوع لہ ہے حدیث میں کہ شرح قرآن ہے تاویل مناسب ہے جب تک قطع معنی حدیث پر حاصل نہ ہو جائے چنانچہ اصول میں مبرہن ہے پس آیت انک لاتسمع الموتی قطعی اور احادیث سماع ظنی اخبار احاد سے کس طرح تخصیص درست ہو سکتی ہے...... الحاصل ارجح مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد، پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے، بقول گنگوہیؒ جب یہ ہمیں معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ سے اس مسئلہ میں صراحتاً تنصیص نہیں ہے بلکہ ظاہر الروایۃ میں کچھ مؤیدات، شواہد اور تخریجات موجود ہیں، مثلاً (۱) فقہاء احنافؒ نے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر ایک آدمی نے کسی سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی، تو یہ اس کی حیات کے ساتھ مقید ہوگا، کیونکہ مرنے کے بعد مرنے والے کے حواس ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح کسی کو مارنے قتل کرنے یا کسی کے پاس نہ آنے کی قسم کھانا ہے کیونکہ مارنے کے ساتھ مردہ کو دکھ نہیں ہوتا، ہم صرف حاشیہ ابن عابدینؒ کی عبارت کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں ۳/۱۸۰، میں فرماتا ہے: وأماالكلام ،فلأن المقصود منه الإفهام، ،والموت ينافيه،ولايردمافي الصحيح ،من قوله ﷺ لأهل قليب بدر:هل وجدتم ماوعدكم ربكم حقا؟فقال عمرؓ أتكلم ا لميت يارسول الله؟فقال عليه الصلاة والسلام:والذى نفسى بيده ماأنتم بأسمع منهم أومن هؤلاء،فقد أجاب عنه المشايخ بأنه غيرثابت يعنى من جهة المعنى،وذٰلك لأن عائشةؓ ردّته بقوله تعالى﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِيُ الْقُبُورِ﴾ [فاطر:۲۲]﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى﴾ [النمل:۸۰] ،وأنه انما قاله على وجه الموعظة للأحياء،وبأنه مخصوص بأولٰئك تضعيفاللحسرة عليهم ،وبأنه خصوصية له عليه الصلاة والسلام معجزة،لكن يشكل عليهم مافى' مسلم': 'إن الميت ليسمع قرع نعالهم إذاانصرفوا'إلاأن يخصوا ذلك بأول الوضع فى القبر مقدمة للسؤال ، جمعابينه وبين الآيتين،فإنه شبَّه فيهماالكفار بالموتى لإفادة بُعد سماعهم وهوفرع عدم سماع

الموتی.هذا حاصل ماذكره فی 'الفتح'هنا،وفی 'الجنائز'ومعنی الجواب الأول أنه وإن صح سنده لٰكنه معلول من جهة المعنی بعلة تقتضی عدم ثبوته عنه علیه الصلاة والسلام،وهی مخالفته للقرآن،فافهم،انتهی ابن عابدینؒ.

یعنی کلام سے مقصود بالذات افہام وتفہیم ہوتا ہے اور موت اس کے منافی ہے اور قلیب بدر والی حدیث سے اس قاعدہ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔کیونکہ علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث معناً صحیح نہیں ہے۔کیونکہ عائشہؓ نے جب یہ بات سنی تو اس کی اس آیت کے تحت تردید کی،وماانت بمسمع من فی القبور اورانک لاتسمع الموتیٰ ۔انہوں نے یہ بات بطور عبرت پیش کی اور یہ بات ان مُردوں کے ساتھ خاص ہے،تاکہ ان کو اپنے اوپر مزید حسرت وندامت ہو۔یہ بھی جواب دیا گیا کہ یہ بطور معجزہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔لیکن ان کے سامنے مشکل یہ آتی ہے کہ صحیح مسلم میں ہے:ان المیت لیسمع الحدیث، ان کا جواب دیا گیا کہ یہ حدیث قبر کے اندر ابتدائی صورت حال کے ساتھ خاص ہے۔

اس طرح حدیث اور دونوں آیتوں کے درمیان تطبیق ممکن ہے،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں میں کفار کو مُردوں سے تشبیہ دے کر یہ بیان کیا ہے کہ وہ سن نہیں سکتے۔اس سے لازماً یہ ثابت ہوا کہ مردے بھی نہیں سنتے۔یہ ابن الہمام کے کلام کا خلاصہ ہے جسے انہوں نے اپنی کتاب فتح القدیر باب الجنائز میں ذکر کیا ہے۔پہلے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث کی سنداگرچہ صحیح ہے لیکن معناً اس کے اندر ایک ایسی علت ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں اور وہ علت یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔شامی:۱۸۰/۳۔

(**فائدہ**) کتاب''الایات البینات'' کی حاشیہ میں فارسی خط سے یہ دفع لکھی گئی ہے:تعجب خیز بات یہ ہے کہ ائمہ احناف وغیرہ کی ان تحریروں کے باوجود بعض علماء کا خیال یہ ہے اور وہ جاہل عوام میں یہ افواہیں پھیلاتے ہیں کہ ملاعلی قاری نے مشکاۃ کی شرح میں یہ نقل فرمایا ہے کہ اس قسم کی تمام قسموں کی بنیاد عرف عام ہے اس لئے ہمارے ائمہ نے مردوں کے نہ سننے اور قسم کے نہ ٹوٹنے کا فتویٰ دیا ہے۔آپ کو بخوبی علم ہے کہ کسی غیر مجتہد مقلد عالم کا قول ائمہ کے واضح اقوال کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ ملاعلی قاری ایک مقلد عالم تھے،ہم ائمہ وغیرہ کے صریح اقوال کو ایک مقلد عالم کے قول کی وجہ سے کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟۔

دوسری مسئلہ تلقین کا ہے،فتح القدیر باب الجنائز ۱۰۴/۲،میں مسئلہ تلقین کے متعلق لکھتا ہے:ولقن الشهادة

لقوله عليه السلام :لقنوا موتاكم شهادة ان لا اله الاالله و المراد الذی قرُب من الموت اس کی شرح میں لکھتا ہے:مثل لفظ القتيل فی قوله عليه السلام من قتل قتيلا فله سلبه (متفق عليه)واما التلقين من بعد الـموت وهـوفـی الـقبـر،فـقيـل يفعل،لحقيقة مارويناء،ونُسب الیٰ اهل السنة و الجماعة وخلافه الی الـمعتزلة ،وقيل لايؤمربه ولاينهی عنه .ويقول يافلان ابن فلان اذكردينک الذی كنت عليه فی دار الـدنيا،شهَادة ان لا اله الاالله وان محمدا رسول الله، ولاشک ان اللفظ لايجوزاخراجه عن حقيقته الابـدليـل، فيـجـب تـعينه،ومافی الكافی"من انه ان كان مات مسلمالم يحتج اليه بعدالموت والالّم يـفد،يمكن جعله الصارف ،يعنی ان المقصودمنه التذكيرفی وقت تعرض الشيطان ،وهذا لايفيدبعد الـموت وقـديـختار الشق الاول،والاحتياج اليه فی حق التذكيرلتثبت الجنان للسؤال،فنفی الفائدة مطلقا ممنوع،نعم الفائدة الاصلية منتفية.

وعـنـدی ان مبـنـی ارتكاب هذا المجازهناعنداكثرمشائخنا رحمهم الله تعالی هوان الميت لايسـمـع عـنـدهـم ،عـلـی ماصرحوابه فی كتاب الايمان فی باب اليمين بالضرب،لوحلف لايكلمه فكلمه ميتا،لايحنث لانهاتنعقدعلی مابحيث يفهم،و الميت ليس كذلک لعدم السماع،واورد قوله عـليـه السـلام فـی اهـل الـقـليـب:ماانتم باسمع لما اقول منهم(بخاری).واجابواتارة بانه مردود من عـائشةؓ قـالـت كيف يـقـول ذٰلک ، والله يـقـول: ومـاانـت بـمسمع من فی القبور.وانک لاتسمع الـمـوتـی. وتـــارة بان تلک خصوصية له ﷺمعجزة وزيادة حسرة علی الكافرين. وتارة بانه من ضرب المثل كماقال علیؓ .

صاحب ہدایہ نے باب الجنائز میں فرمایا ہے:ولُقّن الشهادة یعنی مردے کوکلمہ شہادت کی تلقین کی جائیگی،میت سے مرادوہ شخص ہے جوموت کے قریب تر ہو۔

ابن الہمام فتح القدیر(حاشیہ ہدایہ)میں اس کی مزیدتشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:یہاں موت کی مثال ایسی ہے جیسے حدیث رسول اللہﷺمـن قتـل قتيـلافـلـه سلبـه (بخاری ومسلم)میں قتیل ہے،اب رہا موت کے بعدقبر کے اندرکسی کوکلمہ شہادت کی تلقین کی جاسکتی ہے یانہیں تواس حدیث کی رو سے یہ بھی جائز ہے۔اہل السنّت والجماعت کا یہی مسلک ہے معتزلہ اس کے خلاف ہیں بعض لوگوں نے یہ کہاہے کہ اس تلقین کا نہ کسی کوحکم دیا گیاہے نہ کسی کواس سے

روکا گیا ہے،(کیفیت تلقین)اس مردہ کا نام لے کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اے فلان بن فلان دنیا کے اندر کلمہ شہادت پر جس طرح کار بند تھے اسے ذہن میں رکھو۔اور جب تک کوئی ایسی دلیل موجود نہ ہو جو کسی لفظ کے حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہو،اس وقت تک حقیقی معنی مراد لینے سے گریز نہیں کیا جاسکتا،اور جب ایسی دلیل موجود نہ ہو تو لفظ کا حقیقی معنی متعین ہوگا۔

کتاب الکافی کے اندر مذکور ہے کہ کوئی شخص اسلام کے حالت میں فوت ہوا ہو تو موت کے بعد تلقین کی ضرورت نہیں، ورنہ موت کے بعد اس تلقین کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اس کلام سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ لفظ سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ شیطان کے وسوسہ کے وقت مردے کو کلمہ شہادت کی تلقین کی جائے اور موت کے بعد شیطان کے وسوسہ کا خوف نہیں،اس لئے موت کے بعد اس کا کوئی فائدہ نہیں۔لہٰذا یقین دہانی کے طور پر اس تلقین کی ضرورت محسوس کی جاسکتی ہے تا کہ سوال کے وقت مردہ ثابت قدم رہے،اور فائدہ کا مطلقا انکار کرنا صحیح نہیں، یہ اور بات ہے کہ اصلی فائدہ مفقود ہے۔میرے نزدیک اس مجازی معنی کو مراد لینے کی بنیاد یہ ہے کہ ہمارے اکثر علماء کے نزدیک مردہ سنتا نہیں،جیسا کہ کتاب الایمان باب الیمین والضرب میں اس کی وضاحت موجود ہے مثلاً کوئی یہ قسم کھالے کہ فلاں سے ہم کلام نہیں ہوگا، اس کے مرجانے کے بعد اس سے ہم کلام ہوا تو وہ حانث نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ قسم اس کے سمجھنے پر موقوف ہے اور مرنے کے بعد وہ سن نہیں سکتا اس لئے وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔

اعتراض: قلیب بدر کے مردوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے،اس کے کئی جواب ہیں:

(۱)عائشہؓ نے اس کی تردید کی ہے،وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جب اللہ تعالی فرماتا ہے: **وما انت بمسمع من فی القبور.** تم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں، **انک لاتسمع الموتی.** تم مردوں کو سنا نہیں سکتے۔

جواب(۲) یہ رسول کریم ﷺ کی خصوصیت اور معجزہ ہے،آپ نے یہ کفار پر حسرت وافسوس کے لئے کہا تھا،

جواب(۳) یہ ضرب المثل ہے جیسا کہ علیؓ سے مروی ہے،الخ۔

سید امیر علی ملیح ابادیؒ نے اپنی کتاب عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ کتاب الجنائز:۱/۸۸۱، میں لکھا ہے: باتفاق ائمہ ومشائخ حنفیہ کے نزدیک مردے بہ دلیل نص قرآنی نہیں سنتے ہیں۔اور عموم نص کی تخصیص کے واسطے قطعی دلیل چاہئے اور جو حدیث ذکر کی ہے اگرہ وہ صحیح ہوتی،تو اس (نص قرآنی) کے برابر نہ ہوتی۔حالانکہ اس کی صحت اسناد میں ہنوز کلام باقی

ہے۔پس قبر کی تلقین خلاف مذہب ہے۔(اس مسئلہ کی تحقیق حدیث تلقین میں آئے گی)۔۸۸۲۔

تیسری مسئلہ: سلام کے وقت میت کا نیت کرنا: حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب صلاة الجنائز: ۱ ۳۴۱، میں لکھا ہے:(وینوی بالتسلیمتین المیت مع القوم)وجزم فی الظهیرية بانه لاینوی المیت ومثله لقاضی خان وفی الجوهرة قال فی البحروهو الظاهرلان المیت لایخاطب بالسلام لانه لیس اهلاللخطاب قال بعض الفضلاء وفیه نظرلانه ورد انه ﷺ کان یسلم علی اهل القبور،انتهیٰ.علی ان المقصودمنه الدعاء لا الخطاب، وكذلك فی حاشية ابن عابدين علی الدرالمختار: ۱/۸۱۷،وقال فی البحر: ۲/۱۹۷ ،مانصه وفی الظهیرية ولاینوی الامام المیت فی تسلیمتی الجنازة بل ینوی من علی یمینه فی التسلیمة الاولی ومن علی یساره فی التسلیمة الثانية ،انتهی وهو الظاهر لان المیت لایخاطب بالسلام علیه حتی ینوی به اذلیس اهلاله انتهی مافی البحر،بحروفه.

یعنی امام جب نماز جنازہ پڑھائے تو دونوں سلاموں سے میت اور ارد گرد کے لوگوں کو مراد لے،اور ظہیریہ کے اندر ہے کہ سلام کے وقت میت کی نیت نہ کرے،اور اسی کی مثل فتاویٰ قاضی خان میں ہے ''جوہرہ میں مذکور ہے'' کہ البحرالرائق کے اندراس بات کو ترجیح دی گئی ہے کہ میت کو سلام نہ کیا جائے گا،کیونکہ مردہ ہونے کی حیثیت سے وہ اس کا اہل نہیں ،بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بات درست نہیں کیونکہ صحیح طور پر نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ اہل قبور کو سلام کیا کرتے تھے،زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد دعاء ہے مردہ کو مخاطب کرنا نہیں۔یہی بات الدرالمختار کے حاشیہ ابن عابدین میں بھی ہے،اور البحرالرائق کے اندر مذکور ہے کہ ظہیریہ میں اس بات کو ترجیح دی گئی ہے کہ امام نماز جنازہ کے سلام میں میت کو مراد نہ لے، بلکہ ایک سلام سے دائیں جانب کے لوگوں کو اور دوسرے سلام سے بائیں جانب کے لوگوں کو مراد لے، اس لئے کہ میت کو سلام کے ساتھ خطاب نہیں کیا جاسکتا،تو سلام کے وقت اس کو کیسے مراد لیا جاسکتا ہے۔کیونکہ اس کے اندر اس کی اہلیت ہی نہیں ہے۔لہٰذا ان اقوال سے یہ بات معلوم ہوئی کہ معروف ومشہور فقہاء کے نزدیک بھی میت کو سلام سے نہ مراد لیا جاسکتا ہے،اور نہ اس کو مخاطب ہی کیا جاسکتا ہے بلکہ سلام سے مقصود دعاء ہے یہ اقوال بھی ہمارے مدعیٰ کے مطابق ہیں۔(از آیات بینات)۔

چوتھی بات: یہ ہے کہ احادیث میں جو مستثنیات خاصہ ذکر ہیں،اکثر فقہاء کرام ان کو ظاہر پر محمول نہیں کرتے بلکہ

تاویل کرتے ہیں جن کا ذکر مخالفین کے مستدلات میں آئے گا۔

اب ہم ان لوگوں کے مستدلات پر نظر ڈالتے ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ میت سنتا ہے، دراصل اس مسئلہ میں تین اقوال مشہور ہیں:

ا: منکرین سماع موتی (مذکور الصدر) دوسرے وہ لوگ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ سنتے تو نہیں لیکن جہاں نصوص وارد ہیں اُدھر سنتے ہیں جیسا کہ فتح الملہم :۲۷۹/۲، میں لکھتا ہے: **ان الضابطة انماهوعدم السماع لكن المستثنيات فى هذا الباب كثيرة** یعنی بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن مستثنیات اس باب میں بہت ہیں۔ اور علامہ الوسیؒ تفسیر روح المعانی:۲۱/۵۷، میں لکھتا ہے: **والحق ان الموتى يسمعون فى الجملة، فيقتصرعلى القول بسماع ماورد السمع بسماعه** ۔یعنی صحیح بات یہ ہے کہ مردے سنتے نہیں اور جس کے بارے میں سماع ثابت ہے صرف اسی پر اکتفا کیا جائے گا۔

تیسرا قول: کہ تمام مردے خصوصا انبیاء، اولیاء اور صلحاء دنیا والوں کے تمام باتوں کو دور ونزدیک سے سنتے ہیں اور اسی طرح ہمارے کاموں سے باخبر ہیں۔ یہ، مسلک تو ظاہرا باطل ہے اور عقیدہ شرک ہے، جیسا کہ عام اور مشہور کتاب تعلیم الاسلام :۲۱/۴، میں فقیہ الامت مفتی کفایت اللہ فرماتے ہیں: **شرك فى السمع و البصر** یعنی اللہ تعالی کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا، مثلا یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور ونزدیک سے سن لیتے ہیں۔ یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں۔ سب شرک ہے۔

جبکہ سورۂ احقاف:۵۔۶، میں اس مسئلے کی وضاحت کی گئی ہے: مفسر روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''**غافلون**'' **لايسمعون ولايدرون اماان كان المدعوجمادافظاهر، واماان كان من ذوى العقول فان كان من المقبولين المقربين عندالله تعالى فلاشتغاله عن ذلک بماهوفيه من الخير، اوكونه فى محل ليس من شأن الذى فيه ان يسمع دعاء الداعى للبعدكعيسى عليه الصلاة والسلام اليوم، اولأن اللهتعالى يصون سمعه عن سماع ذلک لانه لكونه ممالايرضى الله تعالى يؤلمه لوسمعه، وان كان من اعداء اللهتعالى كشياطين الجن والانس الذين عبدوامن دون الله تعالى فان كان ميتافلإشتغاله بماهوفيه من الشر، وقيل لأن الميت ليس من شانه السماع ولايتحقق منه سماع الامعجزة كسماع أهل القليب(روح المعانى: ۲۶/۷)، وفى هذا كلام تقدم بعضه.(روح المعانى: ۲۲/۱۸۳)**.

اوراسی طرح سورۂ فاطر،۱۳،۱۴، میں بھی ہے: حاصل یہ کہ یہ مذہب بالکل باطل ہے اس کے باوجود بعض متعصب امام سیوطیؒ کو یہ قول منسوب کرتا ہے:

سماع موتی کلام الخلق قاطبة قدصح فیهالناالاثار بالکتب

یعنی مردوں کا ساری مخلوق کے کلام کو سننا بلا شبہ صحیح ہے اس سلسلہ میں کئی کتابوں کی حدیثیں اوراثار ہمارے ہاں صحیح ثابت ہو چکے ہیں۔

اب ہم دوسرے قول والوں کے مستدلات بمعہ جوابات نقل کرتے ہیں:

دلیل: احدیث قلیب بدر جو کہ پہلے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا،لیکن یہ دلیل اکثر علماء معجزہ رسول پر حمل کرتے ہیں،ابن عطیہ نے تفسیر ’’محررالوجیز‘‘ میں اور تفسیر قرطبی:۲۳۲/۱۳، میں لکھا ہے:**فیشبه ان قصة بدر خرق عادة لمحمد ﷺ فی ان ردالله الیهم ادراکاسمعوابه مقالته، ولو لااخبار رسول الله ﷺ بسماعهم لحملناندائه ایاهم علی معنی التوبیخ لمن بقی من الکفرة،وعلی معنی شفاء صدور المؤمنین.قلت(ای الالبانیؒ فی مقدمة الکتاب الایات البینات:۴۸) ولذلک اورده الخطیب التبریزیؒ فی باب المعجزات من المشکاة: رقم:۵۹۸۳** ۔ابن عطیہ اور تفسیر قرطبی نے اس کی تفسیر میں فرمایا: بدر کا یہ قصہ رسول اللہ ﷺ کا معجزہ تھا،اس لئے کہ اللہ تعالی نے انہیں قوت سماعت دوبارہ دے دی تھی تا کہ وہ آپ کا کلام سنیں،رسول اللہ ﷺ اگر اس حدیث میں ان کے سننے کی خبر نہ دیتے تو ہم اسے اس بات پر محمول کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے کافروں کی سرزنش اور مومنوں کی تسلی کے لئے ان سے کلام کیا تھا۔شیخ البانیؒ کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خطیب تبریزی نے اس حدیث کو باب المعجزات میں ذکر کیا ہے، اور اس کے متعلق صاحب فتح القدیر کا جواب پہلے گذر گیا،اختصاراً دوبارہ نقل کرتے ہیں: فتح القدیر شرح ہدایہ باب الجنائز میں ہے:**وعندی ان مبنی ارتکاب هذا المجازهناعنداکثر مشائخناهو ان المیت لایسمع عندهم، علی ماصرحوابه فی کتاب الاَیمان فی باب الیمین بالضرب..................وورد علیه قوله علیه السلام فی اهل القلیب ماانتم باسمع لمااقول منهم، واجابوابان تلک خصوصیة له ﷺ معجزة.** یعنی جمہور فقہاء حنفیہؒ کے نزدیک مردے نہیں سنتے،پھر اس مذہب پر اعتراض ہوا کہ نبی ﷺ نے بدر کے مردوں سے کلام کیا،تو جواب یہ ہے کہ یہ کلام کرنا نبی کریم ﷺ کا معجزہ اور رسول پاک ﷺ کی خصوصیت تھی۔یہی قول صاحب کفایۃ،عنایہ،چلپی،ابن عابدین شامی وغیرہ نے لکھا ہے۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ

یہ روایت جب عائشہؓ کو پہنچی تو انہوں نے بھی تاویل فرمائی ''عن عائشةؓ قالت امر رسول اللہ بالقتلی ان یطرحوا فی القلیب، فطرحوا فیہ ،الاماکان من امیة بن خلف،فانه انتفخ فی درعه فملأها، فذهبوا الیحرکوه، فتزایل ،فاقرّوه، والقواعلیه ماغیّبه من التراب و الحجارة،فلما القاهم فی القلیب وقف علیهم رسول اللہ ﷺ فقال:یااهل القلیب هل وجدتم ماوعدکم ربکم حقا؟فانی قدوجدت ما وعدنی ربی حقا،قال فقال له اصحابه:یارسول اللہ اتکلم قوماموتی؟فقال لهم لقدعلمواان ماوعدتهم حقٌ،قالت عائشةؓ و الناس یقولون لقدسمعواماقلت لهم،وانماقال رسول اللہ ﷺ لقدعلموا۔ (مسند احمد:۲۶۳۶۱)۔

حاصل جواب عائشہؓ یہ ہے کہ راوی کو الفاظ نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے، اور آپؐ نے قرآنی اصول کی رو میں تصحیح فرمائی اور عقل اور قیاس کے بناء پر اس حدیث کی تردید نہیں فرمائی۔

سید سلیمان ندویؒ نے سیرۃ عائشہؓ:۲۲۹، میں لکھا ہے: عائشہؓ اس سماع کی منکر ہیں، ان کا انکار صرف قیاس اور عقل پر مبنی نہیں بلکہ وہ اپنے اس دعویٰ پر آیات ذیل سے ثبوت پیش کرتی ہیں: ۱ :انک لاتسمع الموتی[نمل] یعنی اے پیغمبر تو مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا۔ ۲:وماانت بمسمع من فی القبور (فاطر) اور نہ تو ان کو سنا سکتا ہے جو قبروں میں ہیں۔

(آمدم برسرِ مطلب) یعنی بعض کو یہ وہم ہوا ہے کہ عائشہؓ نے اپنی قول سے رجوع کیا ہے، اور یہ وہم ابن حجر وغیرہ کے قول کی وجہ سے واقع ہوئی، اس نے فرمایا: کہ جو روایت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے بعینہا وہی روایت عائشہؓ سے بھی مروی ہے یعنی ماانتم باسمع لمااقول منهم .

تکمیل فائدہ کے لئے الفاظ ابن حجرؒ لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہیں:(ومن الغریب ان فی المغازی لابن اسحاق روایة یونس بن بکیرباسنادجیدعن عائشةؓ مثل حدیث ابی طلحةؓ وفیه : ماانتم باسمع لما اقول منهم ،واخرجه احمدباسنادحسن،فان کان محفوظافکأنهارجعت عن الانکارلماثبت عندهامن روایة هؤلاء الصحابة لکونهالم تشهد القصة:۷/۳۵۴،فتح الباری) .

یعنی محمد بن اسحاق کی کتاب المغازی سے یونس بن بکیر کی روایت باسناد جید کہہ کر ذکر کی ہے، کہ جو روایت قلیب

بدر والی عمرؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے وہی روایت بعینھا عائشہؓ سے بھی مروی ہے، ای ماانتم باسمع لما اقول منهم. اور امام احمد نے بھی یہی روایت باسناد حسن بیان فرمائی ہے، اگر یہ روایت محفوظ ہے.

بعینہ اس الفاظ کو قسطلانیؒ نے المواہب اللدنیۃ میں نقل کیا ہے:۲/۳۰۸، مع الشرح۔علامہ زرقانیؒ شرح مواہب میں اس لفظ کی تشریح میں لکھتا ہے: (لکونھالم تشھد القصة) کہ ابن عمرؓ اور ابن سیدان بھی واقعہ بدر میں حاضر نہ تھے:۲/۳۰۸۔

مگر ابن حجرؒ اور زرقانیؒ وغیرہ کا یہ قول کئی وجوہ سے باطل ہے: پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ ابن حجر وغیرہ نے اس اسناد کو جید کہا ہے مگر امر واقع یہ ہے کہ حسب اقرار ابن حجر یہ روایت یونس بن بکیر سے ہے جس کے متعلق آجری، ابوداود سے نقل کرتے ہیں کہ یونس بن بکیر حجت نہیں، کہ اس کی عادت تھی، کہ کئی حدیثیں ابن اسحاق سے اخذ کر کے جوڑ لیتا تھا، نسائی نے اس کے متعلق کہا کہ قوی نہیں اور ایک دفعہ کہا کہ یہ ضعیف ہے، ابن حجر نے تہذب التہذیب:۱۱/۴۳۵، ۴۳۶، میں اس کے متعلق بحث کیا ہے۔

جبکہ مولانا صفدر نے اس کے استاد کو خود کذاب کہا ہے، احسن الکلام میں :سولہ صفحوں میں اس پر جرح لکھی پھر ایسے راوی جس روایت میں ہوں تو کس بناء پر اس کے بارے باسناد جید کہا جاسکتا ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ابن حجر کو اس حدیث کے محفوظ ہونے میں تردد ہے، کیونکہ کلمہ شک (ان) سے بیان فرماتے ہیں، کہ اگر یہ حدیث محفوظ ہے، تب تو اس بات کی دلیل بن سکتی ہے کہ ام المومنین اپنے موقف عدم سماع موتیٰ سے رجوع فرما چکی ہیں، اور اگر یہ حدیث محفوظ نہ ہو تو پھر یہ حدیث اس باب کی دلیل نہیں بن سکتی، پھر ابن حجر نے (کانّ) کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور یہ لفظ بھی مقام شک میں استعمال کیا جاتا ہے حاشیہ غلام یحیی بر رسالہ قطبیہ:۱/۸، میں ہے کہ کثیر علماء نے تصریح فرمائی ہے جیسا کہ حاشیہ خیالی پر فاضل لاہوری عبدالحکیم نے اور شرح مطالع کے حاشیہ میں میر سید سند نے صاف فرمایا کہ (کانّ) کا لفظ بغیر قصد تشبیہ کے، ظن اور شک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔جیسے فاضل تفتازانیؒ نے مطول:۳۰۳، میں بحث اداۃ تشبیہ میں فرمایا ہے کہ زجاج نحوی نے کہا کہ (کانّ) کی خبر جامد ہو تو (کانّ) تشبیہ کے لئے ہوگا جیسے کانّ زیداً اسدٌ گویا کہ زید شیر ہے اور اگر کانّ کی خبر مشتق ہو تو (کانّ) شک کے لئے یعنی عدم یقین کے معنی میں ہوتا ہے جیسے کانک قائمٌ یعنی شاید تم قائم ہے کیونکہ خبر مشتبہ ہے معنی میں اور کسی چیز کو اپنی ذات کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاتی اس لئے تشبیہ والا معنی اس مقام پر مناسب نہیں ہے بلکہ شک اور عدم یقین والا معنی ہی مناسب اور موزون ہے، اگے چل کر لکھتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ (کانّ) کی خبر خواہ

جامد ہوخواہ مشتق ہو بغیر قصد تشبیہ کے اس مقصد کے لئے استعمال ہوتا رہتا ہے کہ اس کی خبر کا ثبوت ظنی ہے یقینی نہیں ہے اور مؤلدین کے کلام میں (کانّ) کا استعمال معنی ظن یعنی عدم یقین میں بہت ہے۔

تیسری بات: یہ ہے کہ حافظ صاحب نے شروع ہی میں فرما دیا'ومن الغریب' جس کے معنی محترم مولانا صاحب نے یوں کئے ہیں''یہ بڑی نرالی بات ہے''۔

چوتھی بات: یہ روایت مذکور الفاظ سیرت اور احادیث کے کتب میں کہیں نہیں ملتا، روایت عائشہؓ جو کہ پہلے گذر گئی مسند احمد (م)۲۳۰/۴۲ (ق) ۱۷۰/۶، میں الفاظ، ماانتم بافهم لقولي منهم ، ہیں۔ابن حبان رقم:۷۰۸۸۔ اور مستدرک میں بروایت ابن بکیر یہ الفاظ ہیں: (لقد علموا) اور یہی لفظ سیرت ابن ہشام:۲۵۰/۲، میں موجود ہے۔ اور اسد الغابہ میں اس حدیث کو مختصر نقل کر کے کوئی لفظ بھی اس کے متعلق نقل نہیں کی، جبکہ مستدرک میں بسند یونس بن بکیر یہ الفاظ ہیں (لقدعلموا انما وعدكم ربكم حق) (م)۲۴۰/۴۔

اور سہیلیؒ نے بھی اسی طرح کے الفاظ نقل کی ہیں، ابن مندہ نے :۲۹۶/۲، میں بھی یہی الفاظ نقل کی ہیں۔ مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ ابن حجر وغیرہ نے رجوع عائشہؓ کے متعلق جو کچھ نقل کیا ہے اس کا سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں، بعض رجوع عائشہؓ کے لئے اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو کہ ابن ابی ملیکہ نے نقل کیا ہے: قال لماتوفی عبد الرحمٰن بن ابی بکربالحبشی وهو موضع(قريب من مكة) فحمل الى مكة فدفن فيها،فلماقدمت عائشةؓ،اتت قبرعبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ،فقالت:

وكناكندمانيّ جذيمة حقبةً — من الدهرحتى قيل لن يتصدعا

فلماتفرقناكانّي ومالكا — لطول اجتماع لم نبت ليلة معا

ثم قالت:الله لوحضرتك مادفنتَ الاحيث متَّ ولوشهدتك مازرتك.(ترمذی رقم:۱۰۵۵)

یعنی جس وقت عبد الرحمان بن ابی بکر فوت ہوئے حبشی مقام میں، ان کو مکہ لایا گیا، اور وہاں دفن کیا گیا، جس وقت عائشہؓ مکہ میں آئیں حج کے لئے تو عبد الرحمٰن بن ابی بکر کی قبر پر آئیں اور کہا: ہم جذیمہ کے دو ہمنشینوں کی طرح تھے زمانہ کی مدت درازتک یہاں تک کہ کہا گیا ہرگز جدا نہ ہونگے پس جب ہم جدا ہوگئے، گویا میں اور مالک باوجود مدت درازتک اکٹھا رہنے کے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک رات اکٹھے نہیں گذاری، پھر کہنے لگیں، اگر میں وہاں موجود ہوتی تو تو وہی دفن ہوتا جہاں فوت ہوا تھا، اور اگر میں حاضر ہوتی تیری وفات کی وقت تو تیری زیارت کے لئے نہ

آتی۔طریقہ استدلال ،کہ عائشہؓ اپنے بھائی سے گفتگو فرما رہی ہیں،میت کا سننا اس سے ثابت ہوا،اور معلوم ہوا کہ عائشہؓ سماع موتیٰ کا قائل ہوگئی تھیں۔

لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے صحیح نہیں،اس لئے کہ یہ روایت مرسل ہے،اور جریج مدلس ہے سند کو عن سے نقل کیا ہے۔ترمذی میں یہ حدیث اس سند کے ساتھ ذکر ہے:**حدثنا حسین بن حریث قال حدثنا یونس عن ابن جریج عن عبداللہ بن ابی ملیکه قال لما توفی،الحدیث** ۔اور ایسی روایت ضعیف ہوتی ہے،دوسری بات یہ ہے کہ اس میں سماع کے متعلق صراحتا کوئی بات نہیں،صرف خطاب سے رجوع سمجھ لینا اور اس کو سماع کی دلیل بنانا غلط ہے، اور خطاب سے استدلال کرنا بعد میں تفصیل سے آئے گا۔

صاحب کتاب ''سماع موتی'' (صفدر) رجوع عائشہؓ کے لئے اس روایت سے استدلال کرتا ہے،جو کہ فردوس الاخبار:۳۱۴/۴،میں عائشہؓ سے منقول ہے بدون سند،کہ:**مامن رجل یزور قبر حمیمه فیسلم علیه،ویقعد عنده، الا ردّ علیه السلام وانس به حتی یقوم من عنده** ۔اس روایت کو ابن رجب کتاب الاھوال:۸۳،میں اس طریقے سے نقل کرتے ہیں کہ:**ورواه عبداللہ عن ابن سمعان (وهو متروک)عن زیدبن اسلم عن عائشةؓ عن النبیﷺ**..................**خرجهماابن ابی الدنیافی کتاب القبور**:(۲۰۱، لیکن یہ ملحق میں ذکر ہے اصل کتاب میں نہیں بحوالہ کتاب الروح:۱۰،۱۶،اس سند کے ساتھ کہ:**قال: ابن ابی الدنیافی کتاب القبور:باب معرفة الموتی بزیارة الاحیاء،حدثنا محمدبن عون،حدثنا یحی بن یمان عن عبداللہ بن سمعان عن زیدبن اسلم ،الحدیث**)۔بعض نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا حالانکہ یہ موقوف ہے،اور اس روایت کی سند میں زید بن اسلم ہے جو کہ ضعیف ہے،تفصیل کے لئے الصارم المنکی:۱۹۹،اور میزان الاعتدال:۵۶۴/۳،ملاحظہ کیجئے۔

بعض قائلین مسند احمد وغیرہ کی اس روایت سے رجوع کے لئے استدلال کرتے ہیں جو کہ عائشہؓ سے منقول ہے :**قالت کنت ادخل بیتی الذی فیه رسول اللہﷺ وانی واضعٌ ثوبی،واقول انماهوزوجی وابی، فلما دفن عمرمعهم،فواللہ مادخلته الاوانامشدودة علیّ ثیابی حیاءً من عمر، مسنداحمد**:(م) ۲۴۴۰/۴۲ (ق)۲۰۲/۶ **ومستدرک**:۶۱/۳،۷/۴ **وابن سعد**:۳۶۴/۳ ۔یعنی میں اس گھر میں داخل ہوتی تھی،جس میں رسول اللہﷺ مدفون تھے،اس حال میں کہ اپنا کپڑا اتار کر رکھتی تھی،اور کہتی سوائے اس کے نہیں میرا خاوند اور باپ ہے، جب ان کے ساتھ عمرؓ دفن کئے گئے،اللہ کی قسم میں نہیں داخل ہوتی مگر جس وقت کہ اپنے کپڑے باندھے ہوتے عمرؓ سے

حیا کرتے ہوئے۔

لیکن اس روایت سے استدلال رجوع اور سماع الموتیٰ کے لئے عائشہؓ کے مذہب اور مرضی کے خلاف ہے، اور یہ **توجیه القائل بمالایرضی به قائله** ہے، اور اگر اس حدیث کوظاہر پر محمول کیا جائے، تو اس سے یہ لازم ہوتا ہے کہ میت زائر کی عورت کو بھی دیکھ سکتا ہے، کیونکہ جب اتنی مٹی سے اس کا نظر نفوذ کر کے ایک چادر سے کس طرح رُک سکتی ہے؟ اور یہ عقلا ونقلا باطل ہے، عقلا تو ظاہر ہے کیونکہ جو شخص منوں مٹی میں سے دیکھ سکتا ہے، وہ چادر میت کی نظر کو دیکھ لینے سے کس طرح روک سکتا ہے؟ اس لئے اس روایت کا مطلب لازما یہی ہوگا، کہ آپؓ کا پردہ کرنا کمال حیاء کی وجہ سے تھی، جو کہ ایک نفسیاتی امر ہے، جیسے زندگی میں پردہ کرتی تھیں ایسے ہی مرنے کے بعد بھی اس سے پردہ کیا، اور کئی شرعی احکام ایسے ہیں جو آداب زیارت کے ساتھ متعلق ہیں۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی، جیسے زندگی میں اس ہستی کا احترام کیا جاتا تھا اس ہستی کی وفات کے بعد بھی ویسے ہی احترام کرنا واجب ہے۔(مرقات:۴/۱۱۷، واشعة اللمعات: ۱/۷٦۷)اور حدیث میں ہے کہ: اس کے قبر پر مت بیٹھو اور اس کے قبر کے پاس بول براز مت کرو۔

اور نقلا بھی ظاہر ہے اس لئے کہ اگر میت اپنے زائر کو دیکھ لیتا تو پھر زیارت قبر کا اجازت نہ دیا جاتا، اور جس حدیث میں آیا ہے کہ: **مامن احدیمر بقبراخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه،الاردالله علیه روحه حتی یردعلیه السلام** ۔یعنی ابن عباسؓ سے مرفوعا ایک روایت منقول ہے کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے یہ دنیا میں پہچانتا تھا اور سلام کرتا، مگر اللہ تعالی اس کی روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ جواب دے۔ یہ حدیث ابن کثیر نے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے بحوالہ ابن عبد البرؒ۔ یہ روایت ابن عبد البرؒ نے الاستذکار:۲/۱٦۵، میں نقل کیا ہے بروایت **ابوعبداللہ عبیدبن محمدقال املّت علینافاطمة بنت الریان المستملی الخ۔وکتاب العاقبة للامام عبد الحق اشبیلیؒ: ۱۱۲**۔

اس سند میں یہ دونوں راوی مجہول ہیں، علل متناہیہ کے حاشیہ:۲/۴۳۰، میں یہ روایت نقل کیا ہے پھر فرمایا ہے کہ: **وسکت عنه ابن عبد البر،وعبد الحق، ومن قال انهماصححااسناده، فلیس بصحیح،نعم صحح اسناده العراقی و المتقی وغیرهما، ولکن فیه نظر،فان شیخ ابن عبد البرلم اجدمن وثقه،ذکره الحمیدی فی جذوة المقتبس:۲۷۷،فقال کان رجلاصالحایضرب به المثل فی الزهد الخ ،وحال احادیث الزهادمعروف، لاسیمافی مثل هذه المسائل،واماشیخته فاطمة فلاتعرف ولاذکرلهافی**

کتب الرجال، واماعبیدبن عمیرفالظاهر انه مولی ابن عباسؓ،وهومجهول کمافی التقریب:۳۴۷،و المیزان: ۳/۲۱،فالحدیث لایصلح للاحتجاج به والله اعلم۔

اس روایت کوابن رجب نے کتاب ''احوال القبور:۸۲، میں نقل کیا ہے، پھرفرمایا ہے:وقال عبد الحق الاشبیلیؒ:اسناده صحیح، یشیرالی ان رواته کلهم ثقات، وهو کذلک الاانه غریب بل منکر ۔میں کہتا ہوں کہ عبدالحق نے:۲۱۲، میں نقل کیا ہے لیکن اس کوصحیح نہیں کہا۔

جبکہ عبید بن عمیر جوکہ یہ روایت ابن عباسؓ سے نقل کرتا ہے معلوم نہیں کہ یہ لیثی ہے یا دوسرا،اگرلیثی نہیں تو پھر بھی مجہول ہے۔نعمان بن محمودالالوسیؒ نے کتاب الایات البینات:۹۸، میں اس کوضعیف قرار دیا ہے،اورعلامہ البانیؒ نے سلسلہ ضعیفہ:۴۴۹۳، میں اس پر تفصیل سے رد کیا ہے۔

اورجوروایت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ:عن ابی سعید الخدریؓ ان النبیﷺ قال:ان المیت لیعرف من یحمله ومن یغسله ومن یدلّیه فی قبره، فقال ابن عمرؓ وهوفی المجلس ممن سمعت هذا؟ قال من ابی سعید،فانطلق ابن عمرؓ الی ابی سعیدؓ فقال یااباسعیدممن سمعت هذا؟قال من النبیﷺ. رواه احمدو الطبرانی فی الاوسط وفیه رجل لم اجد من ترجمه(قاله الهیثمیؒ:۳/۱۱۵)۔

یہ روایت مسنداحمد نے:۲۹/۱۷(م)اورج:۱۸ رقم :۱۱۶۰۰،میں اس سند سے نقل کی ہے:حدثناابوعامر، حدثنا عبدالملک بن حسین الحارثی،حدثناسعیدبن عمروبن سلیم قال :سمعت رجلامناقال عبد الملک: نسیت اسمه،ولکن اسمه معاویه اوابن معاویه یحدث ۔اس سے معلوم ہوا کہ جوراوی ابوسعید خدریؓ سے نقل کرتا ہے، وہ مجہول ہے،اورخطیب نے تاریخ بغداد:۲۱۲/۱۲، میں اسی سند کے ساتھ نقل کی ہے ،جبکہ ابونعیم نے اخباراصبہان:۲۰۸/۱،وطبرانی فی الاوسط :۸/۲۱۱، میں عطیہ عوفی عن ابی سعید سے نقل کی ہے لیکن عطیہ ضعیف ہے۔

ایک روایت ابوہریرہؓ سے اس طرح منقول ہے کہ:ان النبیﷺوقف علی ابن عمیرحین رجع من احد فوقف علیه وعلی اصحابه ، فقال اشهدکم انکم احیاء عندالله، فزوروهم وسلمواعلیهم، فو الذی نفسی بیده لایسلم علیهم احدالاردوا علیه الی یوم القیامة،خرجه البیهقی و الحاکم وصححه

،ورواه عمروبن صهبان عن معاذبن عبدالله عن قطن بن وهب عن عبيدبن عبيدمرسلا،ورواه يحى بن العلاء عن عبد الاعلى بن ابى فروة عن قطن بن وهب عن ابن عمرعن النبیﷺ.خرجه الطبرانى وذكرابن عمروفيه وهم،روىٰ عن عبيدبن عميرعن ابى ذر،ولعل المرسل اشبه،وبالجملة فهذااسنادمضطرب ومتنه مختص بالشهداء وهذااشبه من حديث بشربن بكر.

اس روایت کوحاکم نے ۲۴۸/۲، میں نقل کر کے صحیح ٹھہرایا،لیکن نیچے امام ذہبی فرماتا ہے:كذاقال وانااحسبه موضوعا،وقطن لم يرو له البخارى، وعبدالاعلى لم يخرجاله ۔اورابونعیم نے اس کوحلیۃ الاولیاء:۱۰۸/۱،میں نقل کی ہے،اورھیثمیؒ مجمع الزوائد:۶۰/۳،میں نقل کرنے کے بعدفرماتا ہے کہ اس کوطبرانی نے کبیر میں نقل کی ہے لیکن اس میں ایک راوی ابوبلال اشعریؒ ہے، دارقطنی نے اس کوضعیف ٹھہرایا ہے، اورابن جوزیؒ نے کتاب العلل المتناہیہ :۴۳۰/۲،میں اس حدیث کونقل کرنے کے بعدلکھا ہے:هذاحديث لايصح، وقداجمعوا على تضعيف عبد الرحمٰن بن زيد، قال ابن حبان كان يقلب الاخباروهولايعلم حتى كثرذلك فى روايته من رفع المراسيل واسناد الموقوف فاستحق الترك۔

وروى عبد الرحمٰن بن زيدبن اسلم عن ابيه عن عطاء بن يسارعن ابى هريرةؓ عن النبیﷺ قال:مامن عبد يمرعلى قبررجل مسلم يعرفه فى الدنيافيسلم عليه الاعرفه وردعليه السلام.عبد الرحمٰن بن زيدفيه ضعيف وقدخولف فى اسناده.كتاب الاهوال:۸۳،و الخطيب :۱۳۷/۶ وابن عساكرفى التاريخ:۲۸۹/۳، ۲۴۹/۱۰،وفى رواية هشام بن سعدعن زيدبن اسلم عن ابى هريرةؓ موقوفا،وزادفيه،واذامربقبرلايعرفه فسلم عليه ردّعليه السلام.كتاب الاهوال:۸۳.

ورواه عن زيدبن اسلم قال:مرّابوهريرةؓ وصاحب له على قبر،فقال ابوهريرةؓ سلّم، فقال الرجل:أُسلّم على القبر؟فقال ابوهريرةؓ ان كان رآك فى الدنيايوماقط انه ليعرفك الآن.مصنف عبد الرزاق:۶۷۲۳ ۔اس کی سند میں یحیٰ بن علاء ہے جو کہ وضاع ہے۔اورزید بن اسلم نے ابو ہریرہؓ سے کچھ نہیں سنا تو یہ روایت منقطع ہوئی،اورمیزان الاعتدال:۹۸/۲،میں اس پرردبھی کیا ہے،صارم المنکی نے:۱۹۹،میں بھی۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ سے یہ فرمان نبیﷺ مروی ہے کہ میت کی قبر پر جوایسا آدمی گزرے جس کودنیا میں میت جانتا پہچانتا تھا،اورپھر وہ قبر پر آنے والا آدمی اس قبروالے میت کوسلام کہے تو وہ میت اسے پہچان جاتا ہے

اوراس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔اور یہ مختلف سندوں سے منقول ہے لیکن ایک بھی صحیح نہیں۔

اکثر محدثین نے حیاء من عمرؓ کا معنی کیا ہے بحذف مضاف، یعنی حیاء من اهل عمرؓ کیونکہ عمرؓ کے دفن کے بعدان کی اہل وعیال کے آنے کا خدشہ تھا،تواس لئے آپؓ نے پردے میں آنا شروع کیا،اور یہ روایات اُس مشھور روایت سے بھی مخالف ہیں جو کہ اُم مُبشرؓ سے منقول ہے ،مسند أحمد:۵۵/۲۵، میں عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے نقل ہے کہ:قالت أم مبشرؓ لکعب بن مالکؓ وهو شاكٍ إقرأ على إبني السلام 'تعني مبشرا' فقال يغفر الله لک یاأم مبشراولم تسمعي ماقال رسول اللهﷺ ،إنمانسمة المسلم طير تعلق في شجر الجنة حتى يرجعها الله إلى جسده يوم القيامة،قالت صدقت فأستغفر الله:رواه عبدالرزاق في تفسيره: ۱/ ۱۳۹، ۱۴۰،وعبدبن حميد في المنتخب:ص: ۳۷۶،والطبراني في الكبير: ۱۹/ ۱۱۹، ۱۲۳۔

جب کعبؓ کا وفات کی وقت قریب آ گیا،توام مبشر نے ان کو کہا کہ میرے بیٹے ''یعنی مبشر'' کو میرے طرف سے سلام کہہ دینا(اگر برزخ میں ان سے آپ کی ملاقات ہوجائے)تو کعبؓ نے فرمایا:اے ام مبشر! اللہ تجھ کو بخشے آیا تم نے رسول اللہﷺ سے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا؟ کہ مومنین کے روحیں سبز پرندوں میں رہ کر جنت کے درختوں کے پھل کھاتے ہونگے (یعنی عیش وعشرت اور باہم ملاقتیں) یہاں تک کہ اللہ تعالی قیامت کے دن ان کے جسوں کو روحیں واپس لوٹادے۔تواس نے فرمایا:تم نے سچ کہا،اور میں اللہ تعالی سے استغفار مانگتی ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر میت قبر میں زندوں کا سلام سنتا تو ام مبشرؓ براءؓ کو یہ نہ کہتی اور براءؓ بھی اس کو کہہ دیتا کہ قبر کے پاس جا کر سلام کہہ دے۔

دوسری جواب: في بعض الروايات منه من تقييده ﷺ سماع موتى القليب بقوله ''الآن''فان مفهومه انهم لايسمعون في غيرهذا الوقت وهو المطلوب وهذه فائدة هامة نبّه عليها العلامة الالوسيؒ والد المؤلف(اى الايات البينات) رحمهماالله تعالى في كتابه ''روح المعاني'': ۶/ ۴۵۵،ففيه تنبيه قوى على ان الاصل في الموتى انهم لايسمعون۔

یعنی بعض روایات میں لفظ''الآن''موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اس وقت سن رہے ہیں اس کے بعد نہیں سن سکیں گے، یہ ایک نکتے کی بات ہے، جسے مفسر الوسیؒ نے اپنی تفسیر:۶/ ۴۵۵، میں ذکر کیا ہے،فرماتے ہیں:لهٰــــذا اس

حدیث میں اس بات کی طرف قوی اشارہ ہے کہ دراصل مردے سنتے نہیں ہیں، بخاری والی روایت کی آخر میں قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ: **احیاھم الله حتی اسمعھم قوله، توبیخا وتصغیرا ونقمة وحسرة وندماً** ۔یعنی اللہ تعالی نے انہیں زندہ کردیا تھا تاکہ انہیں آپ ﷺ کی بات سنادے، اس سے ان کی سرزنش، توہین، اور حسرت وندامت مقصود تھی۔

دلیل:۲: حدیث انسؓ ہے جو کہ متفق علیہ ہے **عن انس ان النبی ﷺ قال: ان العبداذاوضع فی قبرہ وتولی عنه اصحابه وانه لیسمع قرع نعالھم اذا انصرفوا، (الحدیث)** [خ۱۳۳۸، ۱۳۷۴م: ۲۸۷۰]. یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت انسان (میت) قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، اوراس کے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو یہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔

اس کاجواب ابن ہمامؒ کی عبارت میں گزر گئی، کہ اس نے لکھا ہے، **ولکن یشکل علیھم مافی "مسلم" ان المیت لیسمع قرع نعالھم اذانصرفوا. الاان یخصوا ذلک باول الوضع فی القبرمقدمة للسؤال** ۔یعنی یہ اول وضع کے ساتھ خاص ہے، اور مناوی نے بھی فیض القدیر میں یہی جواب کیا ہے کہ: **واجیب بان السماع فی حدیثنامخصوص باول الوضع فی القبرمقدمة للسؤال**، اورشراح مشکاۃ المصابیح یہ جواب کرتے ہیں کہ: **لوکان حیا، فان جسدہ قبل ان یأتیه الملک ویقعدہ میت لایحس بشیء** ۔(الطیبی ومرقات) اوربعض علماء یہ کہتے ہیں کہ جب اس حدیث میں ہے کہ ملائک آتے ہیں، تواس سے یہ بات لازمی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ یہ سوال وجواب کاوقت ہے اس وقت مردے کی روح کولوٹا دیا جاتا ہے تو یہ زندہ ہوتا ہے، اوراس کے بعد اس کوکہا جاتا ہے کہ: **نم کنومة العروس،** الحدیث (مشکاۃ)۔تواب نسیم الریاض والے کےقول کے مطابق (**النائم لایسمع ولایتکلم**) جواب ظاہر ہے۔

دلیل:۳: **عن ابن عباسؓ انه قال مرّ النبی ﷺ بقبور المدینة فاقبل علیھم بوجھه فقال: السلام علیکم یااھل القبوریغفرالله لناولکم انتم سلفناونحن بالاثر. ترمذی: ۱۰۵۳** ۔یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کی قبروں پر گزرے، ان پراپنے چہرہ کے ساتھ متوجہ ہوئے ۔فرمایا سلام ہوتم پراے اہل قبوراللہ تعالی ہم اورتم کوبخشے، تم ہمارے پیش خیمہ ہو، اورہم تمھارے پیچھے ہیں۔

اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ محض خطاب سماع کولازم نہیں، ورنہ بہت ایسے مقامات ہیں جہاں خود یہ لوگ بھی خطاب کوسماع لازم نہیں سمجھتے مثلا: موذن کے آذان کی جواب دیتے وقت، (**الصلوٰۃ خیر من**

النوم)کلمہ کی جواب میں ''صدقت و بررت '' کہنا،جیسا کہ علی القاری نے مرقات:۲۶۰/۲، میں لکھا ہے۔اوراسی طرح عمرؓ کا حجراسود کومخاطب ہونا جوکہ اس روایت میں ہے کہ:عن عابس بن ربیعةؓ عن عمرؓ انه جاء الی الحجر الاسود فقبّله ،فقال:انی اعلم انک حجر لاتضر ولاتنفع ،ولولانی رأیت رسول اللهﷺ یقبّلک ماقبّلتکَ. خ:۱۵۹۷ م:۱۲۷۰.

اورجواس روایت میں زایدالفاظ علیؓ سے منقول ہیں،وہ صحیح ثابت نہیں، مستدرک نے:۱۰۹/۲، میں اس روایت کوابوسعید خدریؓ سے نقل کیا ہے کہ:اخبرناه ابو محمدعبدالله بن محمد بن موسٰی العدل من اصل کتابه،ثنامحمدبن صالح الکلینی،ثنامحمدبن یحی بن ابی عمرو العدنی،ثناعبد العزیزبن عبد الصمد العمی،عن ابی هارون العبدی،عن ابی سعید الخدریؓ قال:حججنامع عمربن الخطابؓ فلمادخل الطواف استقبل الحجر فقال:انی اعلم انک حجر لاتضر ولاتنفع، ولولانی رأیت رسول اللهﷺ قبّلک ماقبّلتک ثم قبّله، قال له علی بن ابی طالبؓ:بلیٰ یاامیر المومنین انه یضرو ینفع،قال، ثم قال:بکتاب الله تبارک وتعالی؟ قال:واین ذلک من کتاب الله؟قال:قال اللهعزوجل: وَإِذْ أَخَذَ رَبُّکَ مِن بَنِیۤ آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰی أَنفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّکُمْ قَالُواْ بَلَی ﴿۱۷۲ اعراف. خلق الله آدم ومسح علی ظهره فقررهم بانه الرب، وانهم العبید،واخذعهودهم ومواثیقهم وکتب ذلک فی رقٍّ:وکان لهٰذا الحجرعینان ولسان،فقال له افتح فاک، قال،ففتح فاه فالقمه ذلک الرقّ وقال:اشهدلمن وافاک بالموافاة یوم القیامة ،وانی اشهدلسمعت رسول اللهﷺ یقول:یوتیٰ یوم القیامة بالحجر الاسود وله لسان ذلق یشهدلمن یستلمه بالتوحید،فهویاامیر المومنین یضروینفع،فقال عمر:اعوذبالله ان اعیش فی قوم لست فیهم یااباحسن.

یعنی علیؓ نے فرمایا: کہ اے امیر المومنین یہ حجر اسودؓ نقصان بھی دے گا اور نفع بھی دے گا،آگے فرمایااے امیر المومنین اگرآپ کو کتاب اللہ میں سے اس کاعلم ہوجائے تو آپ کو یقین ہوجائے گا کہ واقعی بات وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں اللہ تعالی نے فرمایا: ترجمہ،اور جب تمہارے رب نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی اولا د نکالی تو اُن سے خوداُن کے مقابلے میں اقرار کرالیا (یعنی اُن سے پوچھ لیا کہ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے کہ کیوں

نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے یہ اقرار اس لئے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔

پھر جب انہوں نے اللہ تعالی کے رب ہونے اور اپنے عبد ہونے کا اقرار کرلیا تو ان کا یہ میثاق ایک پتلی جھلی میں لکھ کر حجر اسود کا لقمہ بنا دیا، پھر قیامت کے روز اللہ تعالی حجر اسود کو بھی زندہ مبعوث کرے گا اس حجر اسود کی دو آنکھیں ہونگی ایک زبان اور ہر اس شخص کے حق میں شہادت دے گا، جس نے عہد نامہ میں لکھے ہوئے عہد کو پورا کیا، کیونکہ حجر اسود اس عہد نامہ میں اللہ تعالی کا امین ہے۔ پھر علیؓ نے فرمایا: اس سے ثابت ہوا کہ یہ ضرر اور نفع دے گا، تو عمرؓ نے فرمایا: میں اس قوم میں زندگی گذارنے سے اللہ تعالی کی پناہ مانگتا ہوں جس قوم میں تو موجود نہ ہو۔

امام ذہبیؒ نیچے لکھتا ہے اس میں ابو ہارون عبدی ہے جو کہ ساقط الاعتبار ہے، اور ابن ہمام فتح القدیر: ۲/۴۵۸، میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ: یہ حدیث صحیح نہیں، اور عمرؓ کی صحیح حدیث سے مخالف ہے۔ فتح القدیر کی تعلیق میں شیخ عبدالرزاق المہدی لکھتا ہے: یہ روایت باطل ہے۔ حاکم نے خود کہا ہے: **لیس من شرط الشیخین فانهما لم یحتجابابی هارون وقال الذهبیؒ ابوهارون ساقط ،وقال ابن حجرفی التقریب، متروک ،ومنهم من کذّبه،وقال العقیلیؒ قال حمادکان ابوهارون کذّاباًیحدث بالغداة بشئ وبالعشی شیئا** ۔ اور میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے اس کا خوب اپریشن کیا ہے۔ اور علی القاریؒ نے بھی مرقات: ۵/۳۲۵، میں ابن ہمامؒ سے یہ عبارت نقل کی ہے، اور شرح نقایہ: ۱۹۴، میں یہ لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

یعنی عابس بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہا میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں اور فرماتا ہے میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھ کو بوسہ دیتے ہیں کبھی تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ متفق علیہ۔

اسی طرح طلحۃ بن عبیداللہؓ والی روایت کہ: **ان النبی ﷺ کان اذا رائ الهلال قال: اللهم اهله علینابالامن والایمان و السلامةوالاسلام ربی وربک الله. ترمذی: ۳۴۵۱**۔

اور عبداللہ بن عمرؓ والی روایت کہ: **کان رسول الله ﷺ اذاسافرفاقبل اللیل قال: یاارض ربی وربک الله، اعوذبالله من شرک ومن شرمافیک وشرماخلق فیک وشرمایدب علیک (الحدیث)** ابوداود: ۲۶۰۳ نسائی سنن کبری: ۱۰۳۹۸۔

اس کے امثال زیادہ ہیں لیکن ہم ابراہیم علیہ السلام کے قول پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں: فَرَاغَ إِلٰى آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ﴿۹۲﴾ صافات۔ ان جملوں میں ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے بتو! تم یہ شیرینی کھاتے کیوں نہیں؟ جو تمہارے پجاری تمہارے آگے رکھ کر چلے گئے ہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے، بولتے کیوں نہیں؟۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس موقع پر سوائے ابراہیم علیہ السلام کے کوئی شخص موجود نہ تھا تو کیا ابراہیم علیہ السلام کا کلام کرنا نامعقول اور عبث تھا؟۔

امام نعمان الوسیؒ ''الایات البینات'': ۱۳۳، میں لکھتا ہے: وبعد ان حررت هذه الكلمات ،رأيت في شرح الزرقاني على المؤطاء للام مالكؒ في فصل جامع للوضوء : ۱/ ۶۳،في الكلام على حديث ابي هريرةؓ ان رسول اللهﷺ خرج الى المقبرة فقال: السلام عليكم دارقوم مومنين،وانا ان شاء الله بكم لاحقون. مالفظه:قال الباجي وعياض:يحتمل انهم أُحيُواله حتى سمعوا كلامه كاهل القليب،ويحتمل ان يسلم عليهم مع كونهم امواتا لامتثال امته ذلک بعده،قال الباجي في المنتقى: ۱/ ۶۹،وهو الاظهر.ورأيت ايضافي حاشيه الطحطاوی علی مراقی الفلاح: في الصلاة على الجنائز ماعبارته:

قوله:وينوي بالتسليمتين الميت مع القوم وجزم في الظهيرية بانه لاينوي الميت ومثله لقاضي خان وفي الجوهرة قال في البحروهو الظاهرلان الميت لايخاطب بالسلام لانه ليس اهلا للخطاب .قال بعض الفضلاء:وفيه نظرلانه وردانهﷺ كان يسلم على اهل القبور،انتهى.على ان المقصودمنه الدعاء لا الخطاب ،انتهىٰ للفظه.وكذلک في حاشيه ابن عابدين على الدر المختار: ۱/ ۸۱۷، وقال في البحر: ۲/ ۱۹۷ مانصه وفي الظهيريه :ولاينوي الامام الميت في تسليمتي الجنازة ،بل ينوي من على يمينه في التسليمة الاولى ومن على يساره في التسليمة الثانية ، انتهى، وهو الظاهرلان الميت لايخاطب بالسلام عليه حتى ينوي به اذليس اهلا له.انتهى مافي البحربحروفه۔

امام جب نماز جنازہ پڑھائے تو دونوں سلاموں سے میت اور اردگرد کے لوگوں کو مراد لے، اور ظہیریہ کے اندر ہے کہ سلام کے وقت میت کی نیت نہ کرے، اور اسی کی مثل قاضی خان (فتاوی) میں ہے ''جوہرہ'' میں مذکور ہے کہ البحر

الرائق کے اندر اس بات کو ترجیح دی گئی ہے کہ میت کو سلام نہیں کیا جائے گا کیونکہ مردہ ہونے کی حیثیت سے وہ اس کا اہل نہیں، بعض علماء نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بات درست نہیں کیونکہ صحیح طور پر نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ اہل قبور کو سلام کیا کرتے تھے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد دعاء ہے مردہ کو مخاطب کرنا نہیں۔

یہی بات الدرالمختار کے حاشیہ ابن عابدین میں بھی ہے اور البحر الرائق کے اندر مذکور ہے کہ ظہیریہ میں اس بات کو ترجیح دی گئی ہے کہ امام نماز جنازہ کے سلام میں میت کو مراد نہ لے، بلکہ ایک سلام سے دائیں جانب کے لوگوں کو اور دوسرے سلام سے بائیں جانب کے لوگوں کو مراد لے، اس لئے کہ میت کو سلام کے ساتھ خطاب نہیں کیا جاسکتا تو سلام کے وقت اس کو کیسے مراد لیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ اس کے اندر اس کی اہلیت ہی نہیں ہے۔

لہٰذا ان اقوال سے یہ بات معلوم ہوئی کہ معروف ومشہور فقہاء کے نزدیک بھی میت کو سلام سے مراد نہیں لیا جاسکتا ہے، اور نہ اس کو مخاطب ہی کیا جاسکتا ہے، بلکہ سلام سے مقصود دعاء ہے۔ یہ اقوال بھی ہمارے مدعا کے مطابق ہیں۔

پھر: ۱۳۱، میں ایک اعتراض اور اس کا جواب ذکر کرتا ہے: **فان قيل: اذا كان مذهب الحنفية و كثير من العلماء المحققين على عدم السماع، فمافائدة السلام على الاموات و كيف صحة مخاطبتهم عند السلام؟۔**

قلت: لم اجد فيما بين يدى الآن من كتبهم جوابهم عن ذلك، و لابدان تكون لهم اجوبة عديدة فيما هنالك، و الذى يخطر فى الذهن ويتبادر الى الخاطر و الفهم، انهم لعلهم اجابوا بان ذلك امر تعبّدى، وبانا نسلم سرا فى آخر صلاتنا اذا كنا مقتدين وننوى بسلامنا الحفظة و الامام و سائر المقتدين، مع ان هؤلاء القوم لايسمعونه لعدم الجهر به، فكذا نحن فيه على ان السلام هو الرحمة للموتى، وننزلهم منزلة المخاطبين السامعين، و ذلك شائع فى العربية كما لايخفى على العارفين فهذه العرب تسلم على الديار، و تخاطبها على بعد المزار.

یعنی جب احناف اور دوسرے علماء محققین کا یہ مذہب ہے کہ مردے سنتے نہیں تو پھر ان کو سلام کرنے سے کیا فائدہ ان کو مخاطب کرنا کیسے صحیح ہوگا؟

جواب: میرے سامنے جو کتابیں ہیں ان میں اس کا کوئی جواب مذکور نہیں۔ ان علماء نے ضرور کوئی جواب دیا ہوگا، ذہن اور دل میں یہ بات آتی ہے کہ انہوں نے یہ جواب دیا ہوگا کہ یہ تعبدی معاملہ ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے جس طرح ہم امام کے پیچھے نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے آہستہ سلام پڑھتے ہیں اور اس سلام

سے فرشتوں، امام اوردوسرے مقتدیوں کومراد لیتے ہیں، حالانکہ آہستہ پڑھنے کی وجہ سے یہ لوگ سنتے نہیں، اسی طرح یہاں بھی یہی مراد ہوتا ہے، علاوہ ازیں سلام مردوں کے لئے رحمت ہے اورہم انہیں سننے والوں کا مقام دیتے ہیں، یہ طریقہ عربوں میں مشہور ہے جیسا کہ اہل علم پر یہ مخفی نہیں، عربوں کو دیکھئے جب وہ کسی دیار سے گزرتے ہیں تو اسے سلام کرتے ہیں اوردور رہتے ہوئے اس سے مخاطب ہوتے ہیں۔ اوریہی جواب اس سلام خاصہ سے بھی ہے جوکہ التحیات میں بروایت عبداللہ بن مسعودؓ نقل ہے کہ: علمنی رسول الله ﷺ التشهد "وكفي بين كفيه "كمايعلمني السورة من القرآن. التحيات لله و الصلوات و الطيبات السلام عليک ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام عليناوعلى عبادالله الصالحين. فانه اذاقال ذلک اصاب كل عبدصالح في السماء والارض، اشهدان لا إله الاالله واشهدان محمداعبده ورسوله. متفق عليه . اس حدیث میں جولفظ السلام عليک ہے اس سے بعض رسول اللہ ﷺ کا نمازیوں کا سلام سننے کے لئے استدلال کرتا ہے لیکن یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے:

ایک تو پہلی وجہ، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اخر میں یہ جملہ ابن حجر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ:

فلماقبض قلنا السلام على النبي ۔ ابن حجر اس جملے کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتا ہے: هذه الزيادة ، ظاهرهاانهم كانوايقولون: السلام عليک ايها النبي، بكاف الخطاب في حيات النبي ﷺ، فلمامات النبي ﷺ تركوا الخطاب وذكروه بلفظ الغيبة، فصارويقولون السلام على النبي. فتح الباري: ۱۱/ ۵۹. وقال في موضع اخر: ۲/ ۲٦۲، قال السبكي في شرح المنهاج :بعدان ذكرهذه الرواية من عندابي عوانة: ۲/ ۲٤۹، وحده: ان صح هذاعن الصحابة، دل على ان الخطاب في السلام بعد النبي ﷺ غيرواجب ، فيقال السلام على النبي، قلت (البانیؒ): قدصح بلاريب يعني لثبوة ذلک في صحيح البخاري : ۱۱/ ۵۹، وقدوجدت له متابعاقويا، قال عبد الرزاق (المصنف: ۲/ ۲۰٤) اخبرنا ابن جريج اخبرني عطاء :ان ا لصحابة كانوايقولون و النبي ﷺ حي: السلام عليک ايها النبي، فلمامات قالوا: السلام على النبي. وهذا اسناد صحيح. واماماروى سعيدبن منصورمن طريق ابي عبيدة بن عبدالله بن مسعودؓ عن ابيه ان النبي ﷺ علمهم التشهد............فذكره قال: فقال ابن عباسؓ اناكنانقول: السلام عليک ايها النبي اذاكان حيا، فقال ابن مسعودؓ هكذاعُلّمناوهكذانُعلّم ، فظاهر، ان ابن عباسؓ قاله بحثاً ، وان ابن مسعودؓ لم يرجع اليه، لكن

رواية ابى معمرؒ اصح (يعنى رواية البخارى)لانّ اباعبيدة لم يسمع من ابيه، والاسناداليه مع ذلك ضعيف.

وقدنقل كلام الحافظ هذا جماعة من العلماء المحققين ،امثال القسطلانى فى شرحه على البخارى والزرقانى فى المواهب اللدنيه وفى شرحه على المؤطاء وعبد الحى اللكنویؒ فى التعليق الممجد وارتضوه حيث انهم اقروه ولم يتعقبوه بشئ. ويؤيده ان عائشةؓ كانت تعلمهم التشهد فى الصلاة (السلام على النبیﷺ)رواه السراج فى احاديثه: ٢/١٧٨، والملخص فى الفوائد، وعبدالرزاق : فى مصنفه عن عطاء : ٢/٢٠٤.(از صفة صلاة النبیؐ).

دوسری جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ معراج کی واقعہ کی ہے،اور یہ بات امام طبرانی نے *تفسیر کبیر* سورہ بقرة:١/٥١٧، کی آخر میں نقل کی ہے،لکھتاہے کہ:وعن الحسن والضحاك ومجاهد وجماعة من المفسرين أن قوله تعالى ﴿آمن الرسول......﴾إلى آخر السورة كان فى قصة المعراج ،،قالوا:لماإنتهى النبى ﷺ إلى سدرة المنتهى قال له جبريل:إنى لم أجاوز هٰذا المكان ،ولم يؤمرأحد بالمجاوزة غيرك فامض أنت ،قال النبیﷺ فمضيت حتى إنتهيت إلى ماأراداللہ تعالى، فأشار جبريل عليه السلام أن سلم على ربك ،فقلت :التحيات للہ والصلوات والطيبات،فقال اللہ عزوجل :السلام عليك أيها النبى ورحمة اللہوبركاته، قال النبیﷺ فأحببت أن يكون لأمتى حظ فى السلام ،فقلت السلام علیناوعلى عباداللہ الصالحين......الحديث،وتفسيرسمرقندى : ١/٢٤٠، اورابن نجیم نے *البحرالرائق* :١/٥٦٦، میں لکھاہے کہ :وأماقوله:السلام عليك أيهاالنبى ورحمة اللہوبركاته ،حكاية سلام اللہ تعالى على نبيه عليه الصلاة والسلام، اورمحمد بن محمود کتاب *العنایة شرح الهدایة* :١/٣٢٢، میں لکھتاہے کہ: وقوله: السلام عليك، حكاية السلام الذى رده اللہ تعالى على نبيه عليه السلام ليلة المعراج، اوریہی قول شامی نے:١/٣٤٢، میں لکھاہے۔فافهم.

یہاں پربطور تکمیل فائدہ امام البانیؒ کاقول نقل کرتے ہیں جوکہ انہوں نے *الایات البینات* کی حاشیہ:١٣٢، میں ابن قیمؒ پررد کرتے ہوئے لکھتاہے:

وفى ذلك كله ردقوى على قول ابن القيمؒ فى الروح:٨،وقدذكر السلام على

الاموات:فان السلام علی من لایشعرولایعلم بالمسلّم محال،قال:وهذاو النداء لموجود یسمع ویخاطب ویردُّ.وکأنه رحمه الله لم یستحضرخطاب الصحابة للنبی ﷺفی التشهد: السلام علیک یاایها النبی ورحمة اللہوبرکاته،خلفهٗ فی المدینة وبعیداعنه فی سائر البلاد،بحیث لوخاطبوه بذلک جهرالم یسمعهم ﷺ،فضلاعن جمهور المسلمین الیوم وقبل الیوم الذین یخاطبونه بذلک ،افیقال انه یسمعهم؟اوانه من المحال السلام علیه وهولایشعربهم ولایعلم،وکذلک لم یستحضررحمه اللہقول شیخ الاسلام ابن تیمیه فی توجیه هذا السلام ونحوه،فقال فی الاقتضاء:۴۱۶،وقدذکرحدیث الاعمی المشارالیه انفا:وقوله یامحمدهذا وامثاله نداء یطلب به استحضار المنادی فی القلب،فیخاطب لشهوده بالقلب،کمایقول المصلی: السلام علیک ایها النبی ورحمة اللہوبرکاته ،والانسان یفعل هذاکثیرا،یخاطب من یتصوره فی نفسه،وان لم یکن فی الخارج من سمع الخطاب.

یعنی اس سے ابن القیمؒ کے اس قول کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو ان کی کتاب الروح:۸، میں مذکور ہے کہ جو شعور وادراک نہیں رکھتے ان کو سلام کرنا محال ہے۔سلام خطاب اور آواز اس کو دی جاتی ہے جو سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں، شاید انہیں تشہد یاد نہیں رہا جس میں صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہوا کرتے تھے،مدینہ میں رہ کر یا مدینہ سے دور رہ کر،اگر یہ لوگ دور سے بھی مخاطب ہوتے تو نبی کریم ﷺ ان کا سلام نہ سنتے ۔چہ جائیکہ آج اور آج سے قبل تمام مسلمانوں کے سلام کو آپ ؐسنیں،کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ؐان کی بات سنتے ہیں کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ؐپر سلام بھیجنا محال ہے۔اس لئے کہ آپ نہ ان کا شعور رکھتے ہیں اور نہ ان کو جانتے ہیں۔

اسی طرح ابن القیم کو ابن تیمیہ کی یہ بات بھی یاد نہ رہی۔ابن تیمیہ اپنی کتاب ”اقتضاء الصراط المستقیم“ :۴۱۶، پر حدیث الاعمی کے سلسلے میں فرماتے ہیں: یا محمد اور اس قسم کے لفظ کے ساتھ خطاب اور نداء اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مخاطب دل میں موجود ہے جس طرح ایک نمازی تشہد میں السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته ،کہتا ہے۔انسان اس قسم کے خطاب کے وقت دل میں مخاطب کو تصور کرتا ہے اگرچہ خارج میں کوئی موجود نہ ہو جو اس کی بات سنے۔

الدلیل:۳: حدیث التلقین: جس کو طبرانی نے معجم کبیر:۲۹۸/۸، میں نقل کی ہے،کہ:حدثنا أبو عقیل أنس بن

سلم الخولانی ثنا محمدبن ابراهیم بن علاء الحمصی ثنااسمٰعیل بن عیاش ثناعبداللہبن محمد القرشی عن یحی بن ابی کثیرعن سعیدبن عبداللہالاودی قال:شهدت اباامامةؓ وهوفی النزع فقال اذاانامت فاصنعوابی کماامرنارسول اللہﷺان نصنع بموتانا،امرنارسول اللہﷺفقال:اذامات احدمن اخوانکم فسویتم التراب علی قبره فلیقم احدکم علی رأس قبره ثم لیقل یافلان بن فلانة فانه یسمعه ولایجیب،ثم یقول یافلان بن فلانةفانه یستوی قاعدا،ثم یقول:یافلان بن فلانةفانه یقول:ارشدنارحمک اللہ،ولکن لاتشعرون، فلیقل:اذکرماخرجت علیه من الدنیاشهادة ان لا اله الااللہ وان محمداعبده ورسوله، وانک رضیت باللہ ربا وبالاسلام دیناوبمحمدنبیاوبالقرآن اماما،فان منکراونکیرا،یأخذ،واحدمنهمابیدصاحبه ویقول:انطلق بنامانقعدعندمن قدلقن حجته فیکون اللہ حجیجه دونهما فقال رجل یارسول اللہ فان لم یعرف امه قال:فینسبه الی حواء، یافلان ابن حواء ۔اس روایت کوہیثمی نے مجمع الزوائد:۳/۴۵، میں نقل کرنے کے بعدلکھاہے:کہ وفی اسناده جماعة لم اعرفهم،اورابن قیم نے زادالمعاد:۱/۱۴۵، میں فرمایاہے کہ:وهذاحدیث رفعه لایصح، وضعفه النووی وغیره۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن العلاءالحمصی ہے جوکہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال:۳/۴۴۷، میں ضعیف قراردیاہے، دوسرااس کا استاذ اسمٰعیل بن عیاش ہے جس کوتقریب التہذیب:۱۷، میں مدلس اورضعیف کہا گیاہے۔ تیسرا یحیٰ بن ابی کثیر الطائی یہ بھی مدلس ہے تقریب التہذیب:۲۳۶، میں مذکورہے وتہذیب التہذیب:اور یہ حدیث مقاصد الحسنۃ :۱۶۲،۱۶۳، میں نقل ہے کہ یہ ضعیف ہے، البانی نے سلسلہ ضعیفہ:۲/۵۹۷، میں تحقیق کے ساتھ ذکرکی ہے۔

مسئلہ تلقین کے متعلق فقہاءاحناف کی رائے پہلے ہم نے اشارۃً ذکرکی ہے:عینی نے شرح ہدایہ:۲/۱۰۷۱، میں لکھاہےو المرادبه الذی قرُب من الموت "ش"بطریق المجازباعتبارمایؤول الیه وذلک لان التلقین حقیقتامایطاوعه المتلقن وحصول ذلک من المیت محال فالامربه حقیقة یکون امرللعاجزعنه و العقل یأباه فوجب حمله علی هذا المعنی ۔یعنی موتیٰ سے مراداس مقام پرحقیقی معنی نہیں ہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہیں(مجاز بالمشارفہ)یعنی مایؤول الیہ کے،تومطلب یہ ہوگاوہ شخص جوابھی مرانہیں ہےمگرمرنے کےقریب ہےاوراس مقام پرہم نے مجازی معنی مرادلئے ہیں اورحقیقی معنی مرادنہیں لئے۔حالانکہ اصل یہ ہے کہ لفظ سے حقیقی معنی مرادلئے جائیں

ہاں اگر مانع کی وجہ سے حقیقی معنی مراد نہ لے سکیں تب مجازی معنی مراد لیتے ہیں۔وجہ مجازی معنی مراد لینے کی یہ ہے کہ حقیقتاً تلقین تب تلقین بنتی ہے جب وہ شخص جس کو تلقین کی جارہی ہے اس کو بالمشافہ وہ باتیں سمجھائی جارہی ہوں تو وہ اس سمجھانے والے کی باتیں سمجھ لے اور وہ مان لے۔

مولانا اشرف علیؒ تتمہ فتاوی امدادیہ میں:۴۶/۱، ۴۷، میں فرمایا ہے:سوال:تلقین القبور کے جواز وعدم جواز میں کونسی صورت مفتی بہ ہے؟جواب:فی الدر المختار،ولایلقن بعدتلحیده ،فی رد المحتار :ذکرفی المعراج انه ظاهر الروایة : ۱/ ۸۹۰ (طبع قدیم)اور ترجیح ظاہر روایت کو ہوتی ہے اور اس کے بعد میں جو تلقین کی مشروعیت کو نقل کیا ہے تو اس کے دلائل ضعیف ہیں بعض ثبوتاً،بعض دلالتاً،پھر اس پر سب متفق ہیں کہ ضروری نہیں اور غیر ضروری میں جب کوئی مفسدہ ہو،متروک ہوجاتا ہے اور اس میں تشبہ بالروافض ہے اس لئے قابل ترک ہوا،واللہ اعلم۔

امام سیوطیؒ متساہل ہونے کے باوجود الحاوی للفتاوی:۳۸۸،میں فرماتے ہیں کہ: التـلـقيـن لـم يثبـت فيـه حـديـث صـحيـح ولاحسـن بـل حـديثه ضعيف باتفاق المحدثين ،ولهٰذاذهب جمهور الامة الى ان التـلـقيـن بـدعة ۔یعنی سب محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث تلقین نہ صحیح ہے نہ حسن بلکہ ضعیف ہے اور جمہور امت کا یہی مذہب ہے کہ تلقین بدعت ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ تلقین نہ کی جائے ،زاد المعاد:۱۴۵/۱،میں و مجمع البحرین ،تنویر الابصار،کافی،جامع الرموز،زادالللبیب:۷۰،طحطاوی شرح الدرالمختار،عالمگیری،نہرالفائق،زیلعی شرح کنز،محمد بشیر قنوجی ،کشف المبہم ،تفہیم المسائل:۱۲۱،عرف شذی:۳۴۲،سراجی:۲۴،فتاوی ظہیریہ،بنایہ،برجندی،کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ،ان سب کتابوں میں کتاب الجنائز میں یہ مسئلہ ذکر کی ہے کہ حنفی علماء کا مذہب ہے کہ تلقین نہ کی جائے۔

دلیل:۵: وہ مشہور حدیث ہے جو کہ امام بیہقی نے شعب الایمان:۱۴۱/۳،میں نقل کیا ہے کہ:اخبـرنـاابـو الـحسيـن بـن بشـران،اخبـرنـاابـوجـعـفـرمـحـمـدبـن عـمروبن البختري،حدثنـاعيسى بن عبدالله الـطيـالسـي،حـدثـنـا الـعـلاء بن عمروبن الحنفي،حدثناابوعبد الرحمٰن عن الاعمش،ح،واخبرناابو الـحسيـن بـن فـضـل الـقـطان،اخبرناابو الحسين احمدبن عثمان الآدمي،حدثنا محمدبن يونس بن موسٰى حـدثـنـاالاصـمـعـي حـدثـنـامـحمدبن مروان السدي،عن الاعمش،عن ابي صالح عن ابي هـريـرةؓقـال رسول اللهﷺ من صلى عليّ عندقبري وكِّل بها ملك يبلِّغني ،وكُفي بهاامردنياه

واخرته،وكنت له شهيدااوشفيعا.

هذالفظ حديث الاسمعي وفي رواية الحنفي قال عن النبيﷺقال:من صل عليّ عندقبري سمعته ومن صلى عليّ نائيااُبلغته.شعب الايمان:۱۴۰/۳،و العقيلي في الضعفاء:۱۳٦/۴، والخطيب في التاريخ:۲۹۱/۳،وابن الجوزي في الموضوعات:۳۰۲/۱،وسلسله الاحاديث الضعيفه:۲۰۳۔

یعنی جوشخص میری قبر کے پاس مجھ پردرود بھیجتا ہے میں اس کا درود سنتا ہوں اور جوشخص دور سے مجھ پردرود بھیجتا ہے اسکا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے،امام بیہقی کی متن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت جوقاضی عیاض نےنقل کیا ہے کہ اس میں سمعتہ کی بجائے لفظ بُلِّغته ہے،وہ صحیح ہے،اورسند کےاعتبار سے یہ روایت ساقط الاعتبار ہےاس کی سند میں محمد بن مروان سدی ہے جوکہ مشہورضعیف ہے اورعلاء بن عمرو الحنفی ہے ،امام ذہبیؒ نے اس کومتروک کہاہے:میزان الاعتدال:۱۰۳/۳،وابن حبان کتاب المجروحین:۱۷۳/۲،جبکہ ابوعبدالرحمٰن شاید یہ محمد بن مروان السدی ہےاورمحمد بن یونس کدیمی بھی ضعیف ہے۔خطیب بغدادی نے اس روایت کونقل کرنے کے بعدلکھا ہے کہ عبداللہ بن ابراہیم نے فرمایا کہ میں نے ابن نمیر سےاس حدیث کےمتعلق پوچھا؟تواس نے جواب میں فرمایا:دع ذا ،محمدبن مروان ليس بشيءٍاور پھراس پرمزید جرح نقل کی ہے۔امام ابن تیمیہؒ نے کتاب الرد علی الاخنائی،اورصاحب الصارم المنکی نے اس پرتفصیل سے بحث کی ہے۔

دلیل:٦: کبیری:۵۹۹،میں یہ روایت ہے:وعن الحسن عن ابن مسعودؓقال قال رسول اللهﷺلايزال الميت يسمع الاذان مالم يطين قبره ۔یعنی حسنؒ عبداللہ بن مسعودؓ سےنقل کرتا ہے کہ رسول اللہﷺ نےفرمایا جب تک قبر کی لپائی نہ کی جائے اس وقت تک مردہ قبر کےاندر سےاذان کی اوازسنتا رہتا ہے،محمد بن طاہر الفتنی تذکرۃ الموضوعات:۲۱۹،میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے،تنزیہ الشریعہ:۳٦۳/۲،میں ہے کہ یہ حدیث جوحسن نے ابن مسعودؓ سےنقل کیا ہےاس میں انقطاع ہے،حسن نے ابن مسعودؓ سے کچھ نہیں سنا،اورسند میں ایک راوی کثیر بن شنظیر ہے جوکہ معتبر نہیں۔تیسرے ابومقاتل ایساراوی ہے جس سے روایت کرنا حرام ہے، چوتھے محمد بن قاسم الطایکانی جھوٹوں اورمنگھڑت حدیثیں بیان کرنے والوں میں مشہورترین کذاب وضاع ہے،ابن جوزی نے کتاب الموضاعات:۲۳۸/۲،میں یہی بیان کیا ہے۔

مردوں کے نہ سننے کے مسئلے میں مذاہب ثلاثہ اور دیگر مسالک کے علماء کی اراء:۔

امام احمد بن حنبلؒ: ابن قدامہؒ اپنی مشہور تصنیف المغنی:۶۱۵/۱۳، میں تحریر فرماتے ہیں: **فصل: فان ناداہ بحیث یسمع فلم یسمع لتشاغلہ اوغفلتہ حنث ،نص علیہ احمدفانہ سئل عن رجل حلف ان لایکلم فلانافناداہ و المحلوف علیہ لایسمع قالؒ یحنث لانہ قدارادتکلیمہ وھذالکون ذلک یسمی تکلیمایقال کلمتہ فلم یسمع و ان کان میتااوغائبااومغمی علیہ اواصم لایعلم بتکلیمہ ایاہ لم یحنث وبھذاقال الشافعیؒ وحکی عن ابی بکرانہ یحنث بنداء المیت لان النبیﷺ کلمھم ونداھم وقال ماانتم باسمع لمااقول منھم ولناقولہ تعالی :وماانت بمسمع من فی القبور،ولانہ قدبطلت حواسہ وذھبت نفسہ فکان ابعدمن السماع من الغائب البعید ،لبقاء الحواس فی حقہ وانماکان ذلک من النبیﷺ کرامۃ لہ وامرااختص بہ فلایقاس علیہ غیرہ۔**

یعنی قسم کھانے والے جب اس فلاں کو ایسے جگہ سے اواز دی جہاں سے سنائی دی جاسکتی ہے لیکن وہ فلاں کسی کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے اس کی اواز نہیں سن سکا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔

یہ مسئلہ امام احمد بن حنبلؒ نے صراحت سے بیان فرمایا ہے کیونکہ ان سے ایسے آدمی کے بارے دریافت کیا گیا جس نے قسم کھائی ہو، کہ میں فلاں آدمی سے بات نہ کروں گا پھر اس نے اس کو اواز دی مگر اس فلاں نے اس کی اواز نہیں سنی۔تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس کی قسم ٹوٹ گئی کیونکہ اس نے اس فلان سے گفتگو کرنا چاہا اسی کو تکلیم کہتے ہے چنانچہ محاورہ ہے کہ میں نے تو اس سے کلام کیا مگر اس نے میرا کلام نہیں سنا اور اگر وہ فلاں میت مردہ ہو یا غائب ہو یا بے ہوش یا بہرہ ہو یا اس کو یہ علم ہی نہ ہوسکا ہو کہ وہ آدمی میرے ساتھ گفتگو کررہا ہے،تو ایسی صورتوں میں اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔اور یہی مذہب امام شافعیؒ کا،اور ابوبکر قاضی صاحب احمد بن حنبلؒ سے حکایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میت کو اواز دینے سے قسم ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ نبی کریمﷺ نے مردوں سے گفتگو فرمائی اور ان کو اواز دی۔

اور یہ بھی فرمایا کہ میری یہ گفتگو تم سے زیادہ یہ مردے سن رہے ہیں لیکن ہمارے دعوی کی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے **وماانت بمسمع من فی القبور** نیز دوسری یہ بات بھی ہے کہ مرنے کیساتھ مرنے والے کے حواس بے کار ہوگئے اور اس کی جان جاتی رہی تو اندرین حالات میت کا سننا غائب بعید آدمی کے سننے سے بھی زیادہ مستبعد ہے کیونکہ اس غائب بعید آدمی کے حواس تو قائم ہیں۔

اب رہا رسول اللہ ﷺ کا مردوں کو اواز دے کر ان سے گفتگو کرنا سو یہ آپ ؐ کا معجزہ تھا اور آپ ؐ ہی کے ساتھ مخصوص تھا اس لئے اس پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

امام شافعی ؒ ’’تـكـمله المجموع شرح المهذب :۹۲،۹۱/۱۸ ، میں كتاب الإيمان میں لکھا ہے :فـان نـاداه بـحيـث يسمع فلم يسمع لتشاغله اوغفلته حنث ،نص عليه احمدفانه سئل عـن رجـل حـلف ان لايـكـلـم فـلانـافـناداه و المحلوف عليه لايسمع قالؒ يحنث لانه قدارادتكليمه وهـذالـكـون ذلـک يسـمـى تـكليمايقال كلمته فلم يسمع وان كان ميتااوغائبااومغمى عليه اواصم لايـعـلـم بتـكـليمه اياه لم يحنث وبهذاقال الشافعیؒ وحكى عن ابى بكرانه يحنث بنداء الميت لان الـنبی ﷺ كلمهم وناداهم وقال ماانتم باسمع لمااقول منهم ولناقوله تعالى :ومآانت بمسمع من فى الـقبـور،ولانـه قـدبـطـلـت حـواسـه وذهـبـت نـفسه فكان ابعدمن السماع من الغائب البعيد ،لبقاء الحواس فى حقه وانماكان ذلک من النبی ﷺ كرامة له وامرااختص به فلايقاس عليه غيره۔

یعنی قسم کھانے والے جب اس فلاں کو ایسے جگہ سے اواز دی جہاں سے سنائی دی جاسکتی ہے لیکن وہ فلاں کسی کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے اس کی اواز نہیں سن سکا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔الخ۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم :۲۰۶/۱۷، میں امام مازریؒ کا قول نقل کیا ہے ،اور ابن رجبؒ نے :کتاب الاھوال: ۷۷، میں لکھا ہے کہ وقـدوافـق عـائشة على نفى سماع موتى كلام الاحياء طائفة من العلماء ورجحه الـقـاضـى ابـويـعلى من اكابر اصحابنافى كتابه الجامع الكبير،واحتجوابمااحتجت به واجابواعن حـديـث قليب بدربمااجابت به عائشةؓ الخ ۔اس کے علاوہ اور بھی بہت علماء ہیں جو کہ مفسرین کے اقوال میں ہم نے ان کے نام اختصار کے ساتھ ذکر کئے ہیں ۔چونکہ اس مسئلے کا اختلاف ہمارے ہاں اکثر احناف اور دیوبندیوں کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے بحث میں اکثر علماء احناف کا ذکر کیا ،مزید دیوبندیوں کو خاموش کرنے کے لئے ان کے امام کا قول ذکر کرتے ہیں (یعنی رشید احمد گنگوہیؒ)ان کی کتاب :لطائف رشیدیہ مع الفتاوی:۶۷۔ ، میں ایک سوال وجواب ہے جو کہ بلفظہ نقل کرتے ہیں :

سوال: سماع موتیٰ کہ از احادیث ثابت است وایہ کریمہ انک لاتسـمـع الموتى اگر بظاہر خود ہم داشتہ آید اگر چہ محل تاملہاست یا زہم تخصیص آل واحادیث چرانمے کنند واگر بتعمیم ایت نظر کردہ آید سماع موتیٰ اسلام احیاء وغیرہ را چہ جواب

است آیا حدیث متروک است یا چگونہ وجہ خرابی است درین کہ سماع راازاحادیث ثابت گویند ودرآیت نفی سماع قبول واجابت چنانچہ ازسباق وسیاق ایت مفہوم میشود، مراد باشدغرض تحقیق درین مسئلہ چیست ؟

جواب: مسئلہ سماع موتیٰ کا قرن اول میں مختلف ہوا ہے اب اس کا فیصلہ تو ممکن ہی نہیں مگر بتقلید اپنے مجتہد مقلد کی کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں۔سومسلک عائشہؓ مثل طریقہ امام ابوحنیفہؒ کے یہ ہے کہ ایت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کراور معنی حقیقی پر عمل کر کے کہ اصل موضوع یہ ہے،حدیث میں کہ شرح قرآن ہے تاویل مناسب ہے جب تک قطع معنی حدیث پر حاصل نہ ہوجاوے، چنانچہ اصول مبرہن ہے۔پس ایت **انک لاتسمع الموتی** قطعی خاص اوراحادیث وسماع ظنی اخبار احاد سے تخصیص کس طرح درست ہوسکتی ہے۔پھراس ایت میں استعارہ ہے کہ کفار کو اموات واصم سے تشبیہ دیا ہے اور مستعار منہ میں معنی وجہ شبہ کی حقیقتا ہوتے ہیں۔

چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اوراصم میں صلاح سماعت نہیں لہٰذا معنی عدم اجابت کے جو مجاز ہے مشبہ بہ میں لینا کیسے درست ہوگا ؟۔البتہ مشبہ میں یہی مراد ہے لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے اور عمرؓ نے چونکہ فخر عالم کی زبان سے **ماانت باسمع منھم** سنا تھا،تو ان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی سو جو کچھ معنی انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں، ہوسکتا ہے، ورنہ عائشہؓ نے تو خود حدیث میں تاویل کی اورآیت کو بحال خود رکھا اور جمع کردیا۔

الحاصل: ارجح مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد۔پس احادیث سماع میں تاویل مناسب ہے ورنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے اور زیادہ بسط کی گنجائش نہیں۔اگر بغور مطالعہ فرماؤ گے تو توقع ہے کہ اصل مراد کو آپ تصدیق فرمادیں۔فقط واللہ اعلم۔

اخر میں بطور نصیحت ابن عبدالبر کا قول جو کہ انہوں نے التمہید : ۲۴۰/۲۰، میں فرمایا ہے، ذکر کرتے ہیں: **وھذہ امور لایستطاع علی تکییفھا،وانمافیھا الاتباع و التسلیم**۔اوراللہ تعالی نے سورۂ بقرہ:۱۵۴، میں برزخی حیات کے متعلق فرمایا ہے: **ولکن لاتشعرون**۔

لقداسمعت لوناديت حيا ولكن لاحيات لمن تنادى

والله المستعان وھوحسبناونعم الوکیل۔

مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا
اور نہ اندھوں کو گمراہی سے (نکال کر) رستہ دکھا سکتے ہو تم تو انہی کو سنا سکتے ہو جو
مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ
ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔اور جب ان کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا
اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾
تو ہم اُن کیلئے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جواُن سے بیان کردے گا اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے[10]

---

[10] ''دابة الارض'' سے مراد ایک عجیب الخلقت اور نادر شکل کا جانور ہے، وہ حدیث جس میں قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والی نشانیوں کا ذکر ہے اس میں بھی اس کا ذکر ہے، حذیفہؓ سے امام مسلم نے نقل کیا ہے: انه قال: اطلع رسول اللهﷺ علينا ونحن نتذاكر، فقال ماتذكرون؟ قالوا نذكر الساعة، قال انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر ايات، فذكر الدخان، والدجال، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسى بن مريم، وياجوج وماجوج، وثلاثة خسوف، خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزيرة العرب، واخر ذلك نار تخرج من اليمين تطرد الناس الى محشرهم. مسلم: ۲۹۰۱، ترمذی: ۲۱۸۳، ابن ماجه: ۴۰۴۱.

حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ آپس میں (قیامت) کا ذکر کر رہے تھے کہ نبی کریمﷺ ہماری طرف آنکلے، اور پوچھا کہ تم لوگ کس چیز کا ذکر کر رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں، تب آپ نے فرمایا: یقیناً قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیوں کو نہ دیکھ لوگے، پھر آپ نے (ان دس نشانیوں کو اس ترتیب سے) ذکر فرمایا (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض

(۴) سورج کامغرب کی طرف سے نکلنا(۵) عیسی ابن مریمؑ کانازل ہونا(۶) یاجوج وماجوج کا ظاہر ہونا،اور(۷)اور(۸)اور(۹) نشانی کے طور پر آپؐ نے تین خسوف کا ذکر فرمایاایک تو مشرق کے علاقہ میں،دوسرا مغرب کے علاقہ میں،اورتیسرا جزیرۂ عرب کے علاقہ اور دسویں نشانی جوسب کے بعد ظاہر ہوگی، وہ آگ ہے جو یمن کی طرف سے نمودار ہوگی، اورلوگوں کوگھیر ہانک کرزمین حشر کی طرف لے جائے گی۔ اورایک حدیث میں یوں ہے کہ وہ ایک ایسی آگ ہوگی جو(یمن کے مشہورشہر)عدن کے آخری کنارے سے نمودار ہوگی،اورلوگوں کو ہانک کرزمین حشر کی طرف لے جائے گی، نیزایک اورروایت میں دسویں نشانی کے طور پر یمن کی طرف سے یاعدن کے آخری کنارے سے آگ کے نمودار ہونے کے بجائے ایک ایسی ہوا کا ذکر کیا گیا ہے جولوگوں کوسمندر میں پھینک دے گی۔

،تو قرآن اورحدیث میں جس دابۃ کا ذکر ہے علماءکرام نے اس کے متعلق لکھاہے: کہ وہ جانور چوپایہ کی صورت میں ہوگا،جس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی،اوربعض علماء نے کہاہے کہ اس عجیب الخلقت جانورکی شکل یہ ہوگی کہ چہرہ انسانوں کی طرح پاؤں اونٹ کی طرح،گردن گھوڑے کی طرح،دم چیل کی طرح،سرین ہرن کی طرح سینگ بارہ سنگے کی طرح اور ہاتھ بندرکی طرح ہونگے۔

نیزاس کےنمودار ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کوہ صفا جوکعبہ کی مشرقی جانب واقع ہے،یکا یک زلزلہ سے پھٹ جائے گا اوراس میں سے یہ جانور نکلے گا،اس کے ایک ہاتھ میں موسٰی علیہ السلام کا عصا ہوگا،دوسرے ہاتھ میں سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی،تمام شہروں میں اس تیزی کے ساتھ دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشراس کا پیچھا نہ کرسکے گا،اور دوڑ میں اس کا مقابلہ کرکے اس سے چھٹکارانہ پاسکے گا، جہاں جہاں جائے گا ہر شخص پرنشان لگا تا جائیگا، جوصاحب ایمان ہوگا اس کوموسٰی علیہ السلام کے عصا سے چھوئے گا اور اس کی پیشانی پر''مومن'' لکھ دے گا،اور جوکافر ہوگا اس پرسلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے سیاہ مہرلگا دے گا،اوراس کے منہ پرکافرلکھ دے گا

بعض علماء نے کہاہے کہ''دابة الارض''تین مرتبہ نکلے گا،ایک دفعہ توامام مہدیؒ کے زمانہ میں پھرعیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں اور پھرآخری دفعہ آفتاب کےمغرب کی جانب سےطلوع ہونے کے بعد۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

اور جس روز ہم ہر اُمت میں سے اس گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے تھے تو اُن کی جماعت بندی کی جائے گی

حَتّٰى إِذَا جَآءُوْا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ

یہاں تک کہ جب (سب) آجائیں گے تو (اللہ) فرمائے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا

وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور تم نے (اپنے) علم سے ان پر احاطہ تو کیا ہی نہ تھا بھلا تم کیا کرتے تھے؟ ۔

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

اوران کے ظلم سے ان پرالزام قائم ہوجائے پھروہ بول بھی نہیں سکیں گے ۔

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ط

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لئے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

(بنایا ہے کہ اس میں کام کریں) بیشک اس میں مومن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں ۔ اور جس روز صور پھونکا جائے گا

فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ وَكُلٌّ أَتَوْهُ

تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں سب گھبرا اٹھیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے اور سب اس کے پاس

دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ

عاجز ہوکر چلے آئیں گے۔اورتم پہاڑوں کو دیکھتے ہوتو خیال کرتے ہوکہ کھڑے ہیں مگروہ اس طرح اڑتے پھریں گے جیسے بادل

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْ أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

(یہ) اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا بیشک وہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کیلئے اُس سے بہتر (بدلہ تیار) ہے اور ایسے لوگ (اس روز) گھبراہٹ سے محفوظ ہونگے

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ

اور جو بُرائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تم کو تو ان ہی اعمال کا بدلہ ملے گا

إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ

جو تم کرتے رہے ہو۔ (کہہ دو کہ) مجھے یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے

حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَىْءٍ وَّأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾

اس کو محترم (اور مقامِ ادب) بنایا ہے اور سب چیز اُسی کی ہے اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا حکم بردار رہوں

وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ

اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں تو جو شخص راہِ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ رہتا ہے

فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ

تو کہہ دو کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں۔ اور کہو کہ اللہ کا شکر ہے وہ تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا

فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

تو تم اُن کو پہچان لو گے اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا رب ان سے بے خبر نہیں ہے۔

سورة القصص (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَإِ

طٰسم۔ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔(اے محمد ﷺ!) ہم تمہیں موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات مومن لوگوں کو سنانے کیلئے

مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ

صحیح صحیح سناتے ہیں۔ کہ فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا

وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ

اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر

وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى

ڈالتا اور اُن کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا بیشک وہ مفسدوں میں سے تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیئے

الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾

گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک کا) وارث بنائیں

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ

اور ملک میں ان کو قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر کو

مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَأَوْحَيْنَآ إِلٰى أُمِّ مُوْسٰى أَنْ أَرْضِعِيْهِ

وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ

جب تم کو اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہوا تو اُسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٧﴾

ہم اُس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر) اُسے پیغمبر بنا دیں گے

فَالْتَقَطَهٗ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ

تو فرعون کے لوگوں نے اس کو اٹھالیا اس لئے کہ (نتیجہ یہ ہوتا تا کہ) وہ ان کا دشمن اور (ان کیلئے موجبِ) غم ہو بیشک فرعون

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ﴿٨﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ

اور ہامان اور اُن کے لشکر خطا کار تھے ۔ اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ)

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

میری اور تمہاری (دونوں کی) آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩﴾ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا اِنْ كَادَتْ

اور وہ (انجام سے) بےخبر تھے۔ اور موسیٰ کی ماں کا دل بےصبر ہوگیا اگر ہم اُن کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا

لَتُبْدِىْ بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠﴾

کہ وہ اس (قصے) کو ظاہر کر دیں غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١١﴾

اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا تو وہ اُسے دُور سے دیکھتی رہی اور اُن (لوگوں) کو کچھ خبر نہ تھی

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ

اور ہم نے پہلے ہی اس پر (دائیوں کے) دُودھ حرام کر دیئے تھے تو موسیٰ کی بہن نے کہا کہ میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں

يَكْفُلُوْنَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نٰصِحُوْنَ ﴿١٢﴾ فَرَدَدْنٰهُ إِلٰى أُمِّهِ

کہ تمہارے لئے اس (بچے) کو پالیں اور اس کی خیرخواہی (سے) پرورش کریں؟۔تو ہم نے ان کو ان کی ماں کے پاس

كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

واپس پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں اور معلوم کریں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن یہ اکثر نہیں جانتے

يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوٰى آتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ط

اور جب موسیٰ جوانی کو پہنچے اور بھر پور (جوان) ہو گئے تو ہم نے اُن کو حکمت اور علم عنایت کیا

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٤﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ

اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے بے خبر ہو رہے

أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهِ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ

تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے ہیں ایک تو موسیٰ کی قوم کا ہے اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تو جو شخص اُن کی قوم میں

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهِ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوْسٰى

سے تھا اُس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ سے مدد طلب کی تو اُنہوں نے اس کو مکا مارا

فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾

اور اس کا کام تمام کر دیا کہنے لگے کہ یہ کام تو (اغوائے) شیطان سے ہوا بیشک وہ دشمن اور صریح بہکانے والا ہے [1]

---

[1] ایک دن موسیٰ علیہ السلام شہر میں ایسے وقت میں داخل ہوئے جبکہ سب لوگ دوپہر کے وقت باہر کے حالات سے بے خبر اپنے گھروں میں قیلولہ کر رہے تھے، آپ نے کیا دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ان میں سے ایک تو ان کے اپنے قبیلے یعنی بنی اسرائیل کا ہے۔اور دوسرا ان کی دشمن قوم قبط کا ہے، اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی قبطی کے مقابلے میں انہیں مدد کے لئے پکارا، موسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو قبطی کو زبانی سمجھایا کہ وہ اسرائیلی کو چھوڑ دے لیکن وہ

الٹا گستاخی سے پیش آیا، اس پر آپ نے آگے بڑھ کر اس کو ایک گھونسہ رسید کیا، اس سے ان کا ارادہ ظالم کے ظلم سے مظلوم کو بچانے کا تھا۔ قتل کا ارادہ ہرگز نہ تھا اور نہ عادتاً گھونسہ قتل کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن قبطی اس کی تاب نہ لا سکا اور مر گیا۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا یہ واقعہ عصمت انبیاء علیہم السلام از کبائر قبل نبوت کے منافی نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں، انہوں نے ایک مظلوم کی امداد کی تھی، جس سے بلا ارادہ ایک آدمی مر گیا: **لایشکل ایضا علی القول بعصمتهم عن الکبائر و الصغائر مطلقالجواز ان یکون علیه السلام قدرای ان فی الوکز دفع ظالم عن مظلوم، ففعله غیر قاصدبه القتل، و انماوقع مترتباعلیه لاعن قصد(روح المعانی)**۔

"**رب بما انعمت علیّ**" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ قتل کا ہرگز نہ تھا، جب ان کے گھونسہ مارنے سے غیر متوقع طور پر قبطی کی موت واقع ہو گئی۔ تو بہت نادم ہوئے اور بول اٹھے یہ تو ایک شیطانی فعل ہے، شیطان انسان کا علانیہ دشمن ہے جو اسے ورغلا کر غلط راستے پر ڈالتا ہے۔

"قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي" اس غیر ارادی لغزش پر اللہ سے معافی کی درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی کیونکہ معاف کرنے والا اور مہربان حقیقت میں وہی ہے۔

شیخ حسین علیؒ فرماتے ہیں "**بماانعمت علی**" کے بعد فلا تهنی محذوف ہے، یعنی مجھے رسوا نہ کرنا، یا بما میں باء قسمیہ ہے اور جواب قسم محذوف ہے، اور فلن اکون جواب پر معطوف ہے۔ **ای اقسم بانعامک علی لامنعنّ عن مثل هذا الفعل الخ** (روح المعانی)۔

اور انعام سے یا تو فرعون کے شر سے محفوظ رہنا مقصود ہے یا مذکورہ لغزش پر مغفرت، کیونکہ الہام یا رؤیائے صادقہ سے موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا تھا اللہ نے ان کی لغزش معاف فرما دی ہے (روح)۔

"**فاصبح فی المدینة خائفا**" موسیٰ علیہ السلام نے رات اسی امید و بیم اور کشمکش میں گذار دی کہ دیکھیں فرد جرم کس پر عائد ہوتی ہے۔ اگلے روز جب وہ گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ وہی اسرائیلی آج ایک دوسرے قبطی سے گھتم گھتا ہے، اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر آج پھر مدد کے لئے پکارا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو بڑا بے ہودہ آدمی ہے، ان کا مطلب یہ تھا کہ تیرا روزانہ کام ہی یہی ہے "**فلماان اراد**" اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام جب قبطی کو پکڑ کر پیچھے ہٹانے کے ارادے سے آگے بڑے، تو اسرائیلی سمجھا کہ وہ مجھے پکڑنے لگے ہیں، کیونکہ انہوں نے اسے ملامت کی تھی اس لئے فوراً بول اٹھا اے موسیٰ جس طرح کل تو نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، اسی طرح آج مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، تو لوگوں کے جھگڑے=

قَالَ رَبِّ إِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ
بولے کہ الٰہی! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تو اللہ نے ان کو بخش دیا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے
﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ أَکُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾
کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے میں (آئندہ) کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ بنوں گا
فَأَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَائِفًا یَّتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِیْ اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ
پس صبح کے وقت شہر میں ڈرتے ڈرتے داخل ہوئے کہ دیکھیں تو ناگہاں وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی
یَسْتَصْرِخُهُ قَالَ لَهُ مُوْسٰی إِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾
پھر ان کو پکار رہا ہے موسیٰ نے اس سے کہا کہ تو تو صریح گمراہ ہے
فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ یٰمُوْسٰی
جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو جوان دونوں کا دشمن تھا پکڑ لیں تو وہ (یعنی موسیٰ کی قوم کا آدمی) بول اٹھا کہ اے موسیٰ!
أَتُرِیْدُ أَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ إِنْ تُرِیْدُ إِلَّا أَنْ تَکُوْنَ جَبَّارًا
جس طرح تم نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا (اُسی طرح) چاہتے ہو کہ مجھے بھی مار ڈالو؟ تم تو یہی چاہتے ہو کہ ملک میں ظلم وستم

= صلح صفائی سے ختم کرنے کے بجائے جبر وتشدد سے بڑا بننا چاہتا ہے۔

”وجاء رجل من اقصی المدینة“ اسرائیلی کی گفتگو سے قبطی کے قتل کا معمہ حل ہو گیا اور یہ خبر فوراً ہی فرعون تک پہنچ گئی، فرعون اور اس کے مشیروں نے موسٰی علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ فرعون کے رشتہ داروں میں سے ایک نیک دل انسان جو بعد میں موسٰی علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور قرآن میں جسے مومن آل فرعون کہا گیا ہے شمعون یا حزقیل کو اس کی اطلاع ہو گئی وہ دوڑتا ہوا موسٰی علیہ السلام کے پاس آیا اور دربار فرعون کے فیصلے سے انہیں آگاہ کیا اور مشورہ دیا کہ وہ فوراً اس شہر سے ہجرت کر جائیں۔

فِی الْأَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ أَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾
کرتے پھرو اور یہ نہیں چاہتے کہ نیکوکاروں میں ہو
وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَی الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی قَالَ یٰمُوْسٰی إِنَّ الْمَلَأَ
اور ایک شخص شہر کی پرلی طرف سے دوڑتا ہوا آیا (اور) بولا کہ موسیٰ (شہر کے) رئیس تمہارے بارے میں
یَأْتَمِرُوْنَ بِکَ لِیَقْتُلُوْکَ فَاخْرُجْ إِنِّیْ لَکَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾
مشورہ کررہے ہیں کہ تم کو مار ڈالیں سو تم یہاں سے نکل جاؤ میں تمہارا خیرخواہ ہوں
فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾
موسیٰ وہاں سے ڈرتے ڈرتے نکل کھڑے ہوئے کہ دیکھیں دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے
وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْ أَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ
اور جب مدین کی طرف رُخ کیا تو کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا رستہ بتائے
﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ وَجَدَ عَلَیْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ
اور جب مدین کے پانی (کے مقام) پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہورہے ہیں (اور اپنے چوپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں
وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَأَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُکُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِیْ
اور ان کے ایک طرف دو عورتیں (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں موسیٰ نے (ان سے) کہا تمہارا کیا کام ہے؟ وہ بولیں
حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَأَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾
کہ جب تک چرواہے (اپنے چوپایوں کو) لے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں
فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰی إِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّیْ لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾
تو موسیٰ نے ان کیلئے پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف چلے گئے اور کہنے لگے کہ الٰہی! میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے

فَجَآءَتْهُ إِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ

(تھوڑی دیر کے بعد) ان میں سے ایک عورت جوشرماتی اور لجاتی چلی آتی تھی موسیٰ کے پاس آئی (اور) کہنے لگی

إِنَّ أَبِیْ یَدْعُوْکَ لِیَجْزِیَکَ أَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهُ

کہ تم کو میرے والد بلاتے ہیں کہ تم نے جو ہمارے لئے پانی پلایا تھا اُس کی تمہیں اُجرت دیں۔ جب وہ اُن کے پاس گئے

وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

اور اُن سے (اپنا) ماجرا بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ کچھ خوف نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو

قَالَتْ إِحْدٰهُمَا یٰۤأَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْأَمِیْنُ

ایک لڑکی بولی کہ ابا ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانتدار (ہو)

﴿۲۶﴾ قَالَ إِنِّیْ أُرِیْدُ أَنْ أُنْکِحَکَ إِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰی أَنْ

انہوں نے (موسیٰ سے) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تم سے بیاہ دوں اس (عہد) پر کہ تم

تَأْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِکَ وَمَا أُرِیْدُ أَنْ

آٹھ برس میری خدمت کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو وہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے۔ اور میں تم پر تکلیف ڈالنا

أَشُقَّ عَلَیْکَ سَتَجِدُنِیْۤ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

نہیں چاہتا تم مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے

قَالَ ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ أَیَّمَا الْأَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ

موسیٰ نے کہا کہ مجھ میں اور آپ میں یہ (عہد پختہ ہوا) میں جونسی مدت (چاہوں) پوری کر دوں پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو

وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهٖۤ

اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے۔ جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے

اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْآ اِنِّيْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ

تو طُور کی طرف سے آگ دکھائی دی تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ (تم یہاں) ٹھہرو مجھے آگ نظر آئی ہے شاید میں

اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

وہاں سے (رستے کا) کچھ خبر لاؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم تاپو

فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ

جب اس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے آواز آئی

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰى اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾

کہ موسیٰ میں تو اللہ رب العالمین ہوں [2]

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ

اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو جب دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے پھر کر بھی نہ

يٰمُوْسٰى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ

دیکھا (ہم نے کہا کہ) موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم امن پانے والوں میں ہو ۔ اپنا ہاتھ

---

[2] ''من شاطی'' مبدل منہ اور ''من الشجرة'' اس سے بدل ہے، جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو اس بابرکت اور سرسبز و شاداب خطے کا وادی کے دائیں کنارے کی جانب سے ایک درخت میں سے آواز آئی، اے موسیٰ ! میں اللہ ہوں، یعنی ساری کائنات میں متصرف اور سارے جہاں کا مالک ہوں ''ان یاموسیٰ''، میں ''ان'' تفسیر یہ ہے جو نداء کی تفسیر کر رہا ہے۔

یہاں ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ وغیرہ نے ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ اور سعید بن جبیرؒ سے ''من فی النار'' کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ''من فی النار'' سے خود ذات حق سبحانہ وتعالیٰ مراد ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ آگ

ایک مخلوق ہے اور کسی مخلوق میں خالق کا حلول نہیں ہوسکتا، اس لئے اس روایت کا یہ مفہوم تو ہو نہیں سکتا کہ ذات حق سبحانہ وتعالی نے آگ کے اندر حلول فرمایا تھا، جیسا کہ بہت سے بُت پرست مشرکین بتوں کے وجود میں ذات حق کے حلول کے قائل ہیں، اور یہ توحید کے قطعاً خلاف ہے، بلکہ مراد ایسا ظہور ہے جیسا ایئنہ میں جس چیز کو دیکھا جاتا ہے وہ آیئنہ میں حلول کئے ہوئے نہیں ہوتی، اس سے الگ اور خارج ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ ظہور جس کو تجلی بھی کہا جاتا ہے خود ذات حق سبحانہ وتعالی کی تجلی نہیں تھی، ورنہ اگر ذات حق تعالی کا مشاہدہ موسٰی علیہ السلام نے کرلیا ہوتا تو بعد میں ان کے اس سوال کی کوئی وجہ نہیں رہتی "رب ارنی انظر الیک" (یعنی اے میرے پروردگار مجھے اپنی ذات پاک دکھا کہ میں دیکھ سکوں)۔

اوراس کے جواب میں حق تعالی کی طرف سے "لـن تـرانـی" کا ارشاد بھی پھر کوئی معنی نہ رکھتا، اس سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کے اس قول میں حق تعالی کا ظہور مراد ہے یعنی تجلی جو آگ کی صورت میں ہوئی، یہ جس طرح حلول نہیں تھا اسی طرح تجلی ذات بھی نہیں تھی، بلکہ "لـن تـرانی" الایۃ، سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عالم دنیا میں تجلی ذاتی کا کوئی شخص مشاہدہ نہیں کرسکتا، پھر اس ظہور وتجلی کا کیا مفہوم ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تجلی مثالی تھی۔ (معارف القرآن)۔

اور یہ موسٰی علیہ السلام کا معجزہ تھا، عام لوگوں کے لئے اس پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہوگا، لہٰذا جو مولانا اشرف علی اشعار الغیور بمانی اشعار ابن منصور: ۱۴۷، میں لکھتے ہیں کہ: اسی ظہور کے ایک درجہ کو تجلی بھی کہتے ہیں، جیسے شجرۂ طور میں بھی تجلی تھی، اگر کسی انسان کامل میں کلام کی تجلی ہوجائے تو بعد کیا ہے؟ اور ص: ۱۴۳، میں لکھتے ہیں دوسرے معنی محتمل یہ ہے کہ میں نے یہ راز ظاہر نہیں کیا، خود محبوب ہی نے ظاہر کیا، یعنی "انا الحق" کے ساتھ وہی متکلم ہیں جیسا شجرۂ طور سے کلام حق "انی انا اللہ" کا ظہور ہوا۔

بوادر النوادر: ۳۹۸، میں رقم طراز ہیں کہ: جیسے شجرۂ طور بلا اختیار کلمۂ "انـی انـا اللہ" کا مظہر تصرف حق سے ہوگیا اسی طرح ابن منصور بھی بلا اختیار کلمہ "انا الحق" کا مظہر تصرف حق سے ہوگیا، باطل ہے۔

اور جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب سیرت منصور حلاج: ۵۰، میں لکھتے ہیں: اور ایک تاویل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس وقت ابن منصور کی زبان کلام حق کی ترجمان تھی، ان کی زبان سے اسی طرح "انـا الـحـق" نکلا تھا، جیسا کہ شجرۂ موسٰی سے "انـی انـا اللہ رب الـعـالـمین" کی آواز آئی تھی۔ ظاہر ہے کہ درخت نے اپنے کو "اللہ رب العالمین" نہیں کہا تھا، بلکہ اس وقت وہ کلام الٰہی کا ترجمان تھا، اسی طرح ابن منصور کے متعلق بھی خیال کیا جاسکتا ہے اور غلبہ حالات وارادات میں بارہا ایسا ہوتا ہے کہ عارف کی زبان سے اللہ تعالی تکلم فرماتے ہیں، جس کو سالکین اصحاب

حال سمجھ سکتے ہیں، پس یہ تو مسلم ہوسکتا ہے کہ ابن منصور کی زبان سے "انا الحق" نکلا ہو مگر یہ مسلم نہیں کہ ابن منصور نے خود "انا الحق" کہا تھا۔

لیکن یہ تاویل انتہائی گمراہ کن اور باطل ہے اہل سنت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے، اور یہ ایک خالص معنوی تحریف ہے۔ جبکہ ائمہ اہل السنّت میں سے کوئی بھی ابن منصور کو اچھا نہیں سمجھتا تھا، حافظ ابن حجر لسان المیزان: ۳۱۵/۲، میں لکھتے ہیں: **ولا اری یتعصب للحلاج الامن قال بقوله الذی ذکرانه عیّن الجمع، فھذاھوقول اھل الوحدة المطلقة، ولھٰذا تری ابن عربی صاحب "الفصوص" یعظمه ویقع فی الجنید،** میں حلاج کے حق میں اسی شخص کو تعصب رکھتے دیکھتا ہوں، جو اسی کے قول کا قائل ہے، جو اس سے ذکر کیا گیا ہے، کہ اس نے (خالق ومخلوق کے درمیان) جمع کو لازم کیا تھا، یہی وحدت مطلقہ (وحدة الوجود) والوں کا عقیدہ ہے۔ اسی لئے آپ "الفصوص" نامی کتاب کے مصنف ابن عربی کو دیکھیں گے کہ وہ اس کی تعظیم کرتا ہے اور جنید کی گستاخی کرتا ہے۔

حافظ ابن الجوزی تلبیس ابلیس: ۱۵۴/۱، میں لکھتے ہیں: **اتفق علماء العصر علی اباحة دم الحلاج۔** اس کے زمانہ کے تمام علمائے کرام حلاج کے خون کے مباح ہونے پر متفق ہو گئے تھے۔

حافظ ابن کثیر نے البدایة والنہایة: ۱۴۹/۱۱، میں لکھا ہے: **قد اتفق علماء بغدادعلی کفر الحلاج وزندقته، واجمعوا علی قتله وصلبه، وکان علماء بغداد اذ ذاک ھم علماء الدنیا۔** بغداد کے علماء کرام حلاج کے کافر وزندیق ہونے پر متفق ہو گئے تھے اور انہوں نے اسے قتل کرنے اور سولی پر لٹکانے پر اجماع کرلیا تھا اور اس زمانے میں علمائے بغداد ہی دنیا کے (کبار) علماء شمار ہوتے تھے۔

علامہ ذہبی سیر اعلام النبلاء: ۳۴۵/۱۴، میں لکھتے ہیں: **فتدبّر یاعبداللہ! نحلة الحلاج الذی ھو من رؤوس القرامطة، ودعاة الزندقة، وانصف وتورع، واتق ذلک وحاسب نفسک، فان تبرھن لک ان شمائل ھذا المرء شمائل عدو للاسلام، محب للرئاسة، حریص علی الظھور بباطل وبحق، فتبرأ من نحلته، وان تبرھن لک. (والعیاذ باللہ) انه کان (والحالة ھذه) محقا ھادیا مھدیا، فجدد اسلامک، واستغث بربک ان یوفقک للحق، وان یثبت قلبک علی دینه، فانما الھدی نور یقذفه اللہ فی قلب عبده المسلم، ولاقوة الا باللہ۔**

اے اللہ کے بندے آپ اس حلاج کے مذہب پر غور کریں، جو کہ قرامطہ غالی اور خطرناک قسم کے رافضی لوگوں کا ایک سرداراور الحاد و بے دینی کا زبردست داعی تھا۔آپ انصاف وغیر جانب داری سے کام لیں،اس سے بچ جائیں، اوراپنے نفس کا محاسبہ کریں،اگر آپ کے لئے واضح ہوجائے کہ اس شخص کے خصائل اسلام دشمن،حکومت پسند اور باطل وحق کے اختلاط کے ساتھ غلبہ حاصل کرنے کے خواہش مند شخص کے خصائل ہیں تو فوراً اس کے مذہب سے دستبردار ہوجائیے! اوراللہ نہ کرے،اگر اس صورت حال کے باوجود آپ کو وہ حق بجانب،ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ نظر آئے تو اپنے اسلام کی تجدید کیجئے اور اپنے رب سے مدد مانگیے کہ وہ آپ کو حق کی توفیق دے اور آپ کے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھے، کیونکہ ہدایت تو ایک نور ہے، جسے اللہ تعالی اپنے مسلمان بندے کے دل میں جاگزیں کردیتا ہے۔گمراہی سے بچنے اور حق کو پانے کی قوت وطاقت صرف اللہ تعالی دیتا ہے۔

بعض یہاں یہ تاویل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کے موسٰی علیہ السلام سے کلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کلام کو درخت میں پیدا کیا، پھر اس کے ذریعے موسٰی علیہ السلام سے کلام کی،لیکن یہ تاویل باطل اور فاسد ہے،امام آجری کتاب الشریعۃ:۳۱۳،میں لکھتے ہیں: **فـان قـال قـائـل مـنهـم ،خـلـق اللہ عزوجل کلاما فی شجرۃ وکلم بہ موسٰی ،قیل ھذا ھوالکفر لانہ یزعم ان الکلام مخلوق ،تعالی اللہ عن ذلک ،الخ** ۔یعنی اگر ان میں سے کوئی کہے کہ اللہ تعالی نے درخت میں کلام کو پیدا کیا تھا اوراس کے ذریعے موسٰی علیہ السلام سے کلام کی تھی،تو اسے کہا جائے گا،یہی کفر ہے، کیونکہ ان کا دعوی ہے کہ کلام الٰہی مخلوق ہے،الخ۔

اوراسی طرح امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد:۹۷،۹۸،اوراشعری نے کتاب الابانۃ:۱۰۹،میں لکھا ہے،اورابن ابی العزشرح عقیدۃ الطحاویۃ:۱۷۴،۱۷۵،میں لکھتے ہیں:کہ **وماافسداستدلالھم بقولہ تعالی : نودی من شاطی الوادی الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ"علی ان الکلام خلقہ اللہ تعالی فی الشجرۃ فسمعہ موسٰی منھاوعموا عماّ قبل ھذہ الکلمۃ ومابعدھا فان اللہ تعالی قال: " فلماآتاھانودی من شاطی الوادی الایمن " الخ** ۔یعنی ان جہمی لوگوں کا اس فرمان باری تعالی (اس آیت) سے اس بات پر استدلال کتنا فاسد ہے کہ اللہ تعالی نے کلام کو درخت میں پیدا کیا، پھر موسٰی علیہ السلام نے اس سے سنا وہ اس فرمان باری تعالی کے ماقبل اور مابعد سے اندھے بن گئے ہیں۔

فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ وَّ اضۡمُمۡ اِلَیۡکَ جَنَاحَکَ

گریبان میں ڈالو تو بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا اور خوف دُور ہونے (کی وجہ) سے اپنے بازو کو اپنی طرف سکیڑ لو

مِنَ الرَّہۡبِ فَذٰنِکَ بُرۡہَانٰنِ مِنۡ رَّبِّکَ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ

یہ دو دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے ہیں (ان کیساتھ) فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس (جاؤ)

اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡہُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ

کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ الٰہی! اُن کا ایک شخص میرے ہاتھ سے قتل ہو چکا ہے سو مجھے خوف ہے

اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ ﴿۳۳﴾ وَ اَخِیۡ ہٰرُوۡنُ ہُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا

کہ وہ (کہیں) مجھے مار نہ ڈالیں۔ اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) اس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے

فَاَرۡسِلۡہُ مَعِیَ رِدۡاً یُّصَدِّقُنِیۡۤ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ ﴿۳۴﴾

تو اُس کو میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے مجھے خوف ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیۡکَ وَ نَجۡعَلُ لَکُمَا سُلۡطٰنًا

(اللہ نے) فرمایا ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو کو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے

فَلَا یَصِلُوۡنَ اِلَیۡکُمَا ۚ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚ اَنۡتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَکُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿۳۵﴾

تو ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم تک نہ پہنچ سکیں گے (اور) تم اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی غالب رہو گے

فَلَمَّا جَآءَہُمۡ مُّوۡسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوۡا مَا ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّفۡتَرًی

اور جب موسیٰ ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے جو اس نے بنا کھڑا کیا ہے

وَّ مَا سَمِعۡنَا بِہٰذَا فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ مُوۡسٰی رَبِّیۡۤ اَعۡلَمُ

اور یہ (باتیں) ہم نے اپنے اگلے باپ دادا میں تو (کبھی) سنی نہیں۔ اور موسیٰ نے کہا کہ میرا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے

بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ

جواس کی طرف سے حق لے کر آیا ہے اور جس کیلئے عاقبت کا گھر (یعنی جنت) ہے بیشک ظالم نجات نہیں پائیں گے

﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ

اور فرعون نے کہا کہ اے اہلِ دربار میں تمہارا اپنے سوا کسی کو معبود نہیں جانتا تو

فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ

ہامان میرے لئے گارے کو آگ لگوا (کر اینٹیں پکوا) دو پھر ایک (اونچا) محل بنوا دو تاکہ میں موسیٰ کے معبود کی طرف چڑھ

مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ

جاؤں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں ۔ اور وہ اور اس کے لشکر ملک میں ناحق مغرور ہو رہے تھے

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ

اور خیال کرتے تھے کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے ۔ تو ہم نے ان کو اور ان کے لشکروں کو پکڑ لیا

وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

اور دریا میں ڈال دیا سو دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا تھا وہ (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور اس دنیا میں ہم نے اُن کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں میں ہوں گے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ

اور ہم نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی جو لوگوں کیلئے بصیرت

لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلٰى مُوْسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ

اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا تو تم (طور کے) مغرب کی طرف نہیں تھے اور نہ اس واقعے کے

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ

دیکھنے والوں میں تھے۔ لیکن ہم نے (موسیٰ کے بعد) کئی اُمتوں کو پیدا کیا پھر اُن پر مدت طویل گزر گئی اور نہ تم

ثَاوِيًا فِيْ أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾

مدین والوں میں رہنے والے تھے کہ اُن کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے تھے ہاں ہم ہی تو پیغمبر بھیجنے والے تھے

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

اور نہ تم اُس وقت جب کہ ہم نے آواز دی طُور کے کنارے تھے بلکہ (تمہارا بھیجا جانا) تمہارے رب کی رحمت ہے

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

تاکہ تم اُن لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا ہدایت کرو تاکہ وہ نصیحت پکڑیں

وَلَوْلَآ أَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا

اور (اے پیغمبر! ہم نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے کہ) ایسا نہ ہو کہ اگر ان (اعمال) کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں

رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ

اُن پر کوئی مصیبت واقع ہو تو یہ کہنے لگیں کہ اے اللہ! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی

وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا

کرنے اور ایمان لانے والوں میں ہوتے۔ پھر جب اُن کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے

لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسٰى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسٰى

کہ جیسی (نشانیاں) موسیٰ کو ملی تھیں ویسی اس کو کیوں نہیں ملیں؟ کیا جو (نشانیاں) پہلے موسیٰ کو دی گئی تھیں

مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرٰنِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُونَ ﴿۴۸﴾

انہوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟ کہنے لگے کہ دونوں جادوگر ہیں ایک دوسرے کے موافق اور بولے کہ ہم سب سے منکر ہیں

قُلْ فَأْتُوا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ أَهْدٰى مِنْهُمَا

کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو

أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۴۹﴾ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ

تاکہ میں بھی اُسی کی پیروی کروں ۔ پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو

أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ

کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے۔اوراس سے بڑھ کرکون گمراہ ہوگا

بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿۵۰﴾

جواللہ کی ہدایت چھوڑکراپنی خواہش پرچلتاہو بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۱﴾ اَلَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ

اور ہم پے درپے ان لوگوں کے پاس (ہدایت کی) باتیں بھیجتے رہے ہیں تاکہ نصیحت پکڑیں ۔جن لوگوں کو ہم نے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۲﴾ وَإِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوا آ

اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں۔اور جب (قرآن) اُن کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں

آمَنَّا بِهٖ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِينَ ﴿۵۳﴾

کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے کے حکم بردار ہیں

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ
ان لوگوں کو دگنا بدلا دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کیساتھ بُرائی کو دُور کرتے ہیں
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۵۴﴾ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا
اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں تو اُس سے منہ پھیر لیتے
لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿۵۵﴾
ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اعمال اور تم کو تمہارے اعمال تم کو سلام ہم جاہلوں کو منہ نہیں لگاتے
إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ
(اے محمد ﷺ!) تم جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت
بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوا إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا
پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو اپنے ملک سے اچک لئے جائیں
أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا
کیا ہم نے اُن کو حرم میں جو امن کا مقام ہے جگہ نہیں دی؟ جہاں ہر قسم کے میوے پہنچائے جاتے ہیں رزق ہماری طرف
وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا
سے ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فراخی) معیشت میں اِترا
فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ
رہے تھے سو یہ اُن کے مکانات ہیں جو اُن کے بعد آباد ہی نہیں ہوئے مگر بہت کم، اور اُن کے پیچھے ہم ہی ان کے وارث ہوئے
﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو
اور تمہارا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک اُن کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى إِلَّا وَأَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

سنائے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں

وَمَآ أُوْتِيْتُم مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا

اور جو چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اورباقی رہنے والی ہے کیا تم سمجھتے نہیں؟

أَفَمَنْ وَّعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا اوراس نے اسے حاصل کرلیا تو کیا وہ شخص اس کا سا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی

ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾

کے فائدے سے بہرہ مند کیا پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہو جو (ہمارے رُوبرو) حاضر کئے جائیں گے

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ أَيْنَ شُرَكَآءِ يَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور جس روز اللہ اُن کو پکارے گا اور کہے گا میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تمہیں دعویٰ تھا؟

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنٰهُمْ

(تو) جن لوگوں پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا ہوگا وہ کہیں گے کہ ہمارے رب یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا

كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ مَا كَانُوْا إِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اسی طرح ان کو گمراہ کیا تھا ہم تیری طرف ان سے بیزار ہوتے ہیں یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَ كُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ

اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ تو وہ ان کو پکاریں گے اور وہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے اور (جب) عذاب کو دیکھ

لَوۡ أَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿٦٤﴾ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ
لیں گے (تو تمنا کریں گے کہ) کاش وہ ہدایت یافتہ ہوتے ۔۶۴۔ اور جس روز اللہ ان کو پکارے گا اور کہے گا
مَاذَآ أَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡأَنۡبَآءُ يَوۡمَئِذٍ فَهُمۡ لَا
کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا؟ تو وہ اس روز خبروں سے اندھے ہو جائیں گے اور آپس میں کچھ بھی نہ پوچھ سکیں گے
يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰى أَنۡ يَّكُوۡنَ
لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک کئے تو یقین ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں ہو
مِنَ الۡمُفۡلِحِيۡنَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ
اور تمہارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کر لیتا ہے
وَيَخۡتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ ؕ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿٦٨﴾
ان کو اس کا اختیار نہیں ہے یہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اُس سے پاک اور بالاتر ہے
وَرَبُّكَ يَعۡلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوۡرُهُمۡ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا
اور ان کے سینے جو کچھ چھپاتے کرتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تمہارا رب اس کو جانتا ہے۔ اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں
هُوَ ؕ لَهُ الۡحَمۡدُ فِي الۡأُوۡلٰى وَالۡاٰخِرَةِ وَلَهُ الۡحُكۡمُ وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿٧٠﴾
دنیا اور آخرت میں اُسی کی تعریف ہے اور اُسی کا حکم اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ۔
قُلۡ أَرَأَيۡتُمۡ إِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمُ اللَّيۡلَ سَرۡمَدًا إِلٰى يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ مَنۡ إِلٰهٌ
کہو بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات (کی تاریکی) کئے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں
غَيۡرُ اللّٰهِ يَأۡتِيۡكُمۡ بِضِيَآءٍ أَفَلَا تَسۡمَعُوۡنَ ﴿٧١﴾ قُلۡ أَرَأَيۡتُمۡ إِنۡ جَعَلَ اللّٰهُ
روشنی لا دے تو کیا تم سنتے نہیں؟ ۔ کہو بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر

عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ إِلٰـهٌ غَيْرُ اللهِ يَأْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ
ہمیشہ قیامت تک دن کئے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے کہ تم کو رات لا دے
تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ
جس میں تم آرام کرو تو کیا تم دیکھتے نہیں؟اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کو اور دن کو بنایا
لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾
تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ شکر کرو
وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ أَيْنَ شُرَكَآئِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾
اور جس دن وہ ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک جن کا تمہیں دعویٰ تھا کہاں گئے؟
وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْا
اور ہم ہر ایک اُمت میں سے گواہ نکالیں گے پھر کہیں گے کہ اپنی دلیل پیش کرو تو وہ جان لیں گے
أَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾
کہ سچ بات اللہ کی ہے اور جو وہ افتراء کیا کرتے تھے ان سے جاتا رہے گا
إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ
قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے تھے
مَا إِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓأُ بِالْعُصْبَةِ أُوْلِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ
کہ اُن کے خزانے ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں، جب اُس سے اُس کی قوم نے کہا کہ اِترایئے مت
إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتٰكَ اللهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ
کہ اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو (مال) تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی)

وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ

طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

(ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں طالبِ فساد نہ ہو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا

قَالَ إِنَّمَا أُوْتِيْتُهُ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ

بولا کہ یہ (مال) مجھے میری دانش (کی وجہ) سے ملا ہے کیا اُس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی اُمتیں

مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّأَكْثَرُ جَمْعًا ط وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ

جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں اور گنہگاروں سے اُن کے گناہوں کے بارے میں

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ

پوچھا نہیں جائے گا۔ تو (ایک روز) قارون (بڑی) آرائش (اور ٹھاٹھ) سے اپنی قوم کے سامنے نکلا جو لوگ دنیا کی زندگی

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوْتِيَ قَارُوْنُ إِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ

کے طالب تھے کہنے لگے کہ جیسا (مال ومتاع) قارون کو ملا ہے کاش (ایسا ہی) ہمیں بھی ملے وہ تو بڑا ہی نصیب والا ہے

﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم پر افسوس مومنوں اور نیکوکاروں کیلئے (جو) ثواب اللہ (کے ہاں تیار ہے وہ)

اٰمَنَ وَعَمِلَ صٰلِحًا ج وَلَا يُلَقّٰهَا إِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

کہیں بہتر ہے اور وہ صرف صبر کرنے والوں کو ہی ملے گا

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

پس ہم نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اللہ کے سوا کوئی جماعت اُس کی مددگار نہ ہو سکی

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿٨١﴾ وَأَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ

اور نہ وہ بدلا لے سکا ۔[3] اور وہ لوگ جو کل اس کے رتبے کی تمنا کرتے تھے صبح کو کہنے لگے ہائے شامت

---

[3] یہ تخویف دنیوی ہے اور ''وما اوتیتم من شیء ،الایة'' سے متعلق ہے۔دنیا کی ناپائداری کا حال دیکھ لو۔ قارون کے پاس کس قدر دولت تھی مگر اس نے دولت میں اللہ کا حق ادا نہ کیا اور کفر وشرک کرتا رہا،اس لئے دولت کے ساتھ تباہ وبرباد کردیا گیا۔قارون موسٰی علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا موسٰی علیہ السلام کے والد عمران اور قارون کا والد یصہر دونوں حقیقی بھائی تھے جو قاہث بن لادی بن یعقوب کے بیٹے تھے۔(روح المعانی)۔قارون منافق تھا،اس لئے موسٰی علیہ السلام کے ساتھ دریا سے پار ہوگیا۔ولم یکن فی بنی اسرائیل اقرأمنه للتوراة ولكنه نافق كمانافق السامری (خازن) وہ کثرت مال کی وجہ سے دوسرے اسرائیلیوں پر ظلم وزیادتی کرتا تھا۔

''مفاتحه'' سے مراد خزانے ہیں نہ کہ کنجیاں،جیسا کہ ابن عباسؓ اور دوسرے مفسرین نے کہا ہے:قال السدی ای خزائنه وفی معناه قول الضحاک ای ظروفه واوعیته، وروی نحوذلک عن ابن عباسؓ و الحسنؒ (روح)۔

''عصبة'' تین سے دس آمیوں تک کی جماعت کو کہتے ہیں۔یعنی ہم نے اسے اس قدر دولت دی تھی کہ اس کے خزانوں کو طاقتور آدمیوں کی جماعت بڑی شکل سے اٹھا سکتی تھی۔

''اذ'' ''قال'' کے متعلق ہے یا اس کا متعلق محذوف ہے ای اظهر التفاخرو الفرح(روح)۔

''وابتغ فيما اتاک الله'' قوم کے لوگوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی،اور اس سے کہا اللہ تعالی نے جو تمہیں دولت دی ہے اس میں اللہ کا حق ادا کرکے اور اسے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کر کے سامان اخرت تیار کر اور دنیا کی زندگی سے فائدہ اٹھا۔جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے اور تجھے دولت عطا فرمائی ہے اسی طرح تو اللہ کے بندوں پر احسان کر اور دولت کے بل پر زمین میں شر وفساد بپا مت کر،کیونکہ اللہ تعالی شر پسند لوگوں کو پسند نہیں فرماتا۔

''قال انمااوتیته علی علم عندی'' قارون نے اپنے ناصحین کو نہایت ہی سرکشانہ جواب دیا اور کہنے لگا کہ اللہ کا کونسا احسان ہے یہ دولت تو میں نے اپنے علم وہنر سے حاصل کی ہے۔''علم'' سے تجارت اور ذرائع معاش کا علم مراد ہے۔بعض نے علم کیمیا مراد لیا ہے،ارادبه علمه بوجوه المكاسب و التجارات (کبیر). قال ابن

المیسبؒ علم الکیمیا(روح).

''اولم یعلم ان اللہ'' یہ قارون کیلئے تنبیہ وتہدید ہے، کیا تورات کے تلاوت سے اسے یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اس سے پہلے بڑی بڑی سرکش قوموں کو اللہ نے ہلاک کر دیا جو دولت اور خدم وچشم میں اس سے کہیں زیادہ تھے۔اور پھر ایسے سرکش اور متکبر مجرموں کے گناہوں کا کوئی حساب کتاب نہیں کیا جاتا اور انہیں بلاحساب ہی جہنم میں ڈال دیا جاتا ہے۔کیونکہ جرم وگناہ اور معاصی کے سواان کے پلے کچھ ہوتا ہی نہیں۔لعلمه تعالى بهم بل يدخلون النار بغير حساب(مدارک)۔

''فخرج علی قومه فی زینته'' قارون ایک دفعہ اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ اپنے خدم وچشم کے جلو میں نہایت ہی بیش قیمت لباس اور ساز وسامان کے ساتھ نکلا۔جب دنیا دار لوگوں نے اس کی شان اور آن بان دیکھی تو بول اٹھے ہائے کاش ہمارے پاس بھی اس قدر دولت ہوتی۔قارون تو بڑا ہی خوش قسمت ہے۔

''وقال الذین اتوا العلم'' دنیاداروں کی باتیں سن کر دیندار اور اہل علم نے اس ارزو پر انہیں سرزنش کی اور کہا تم پر افسوس تم دنیا کی تمنا کرتے ہو حالانکہ ایمان اور عمل صالح کا ثواب واجر اس سے بدر جہا بہتر ہے، لیکن یہ خیال صرف انہیں لوگوں کے دلوں میں آتا ہے جو ایمان اور عمل صالح پر قائم ہوں اور شہوات ومعاصی سے اپنے نفس امارہ کو قابو میں رکھ سکتے ہوں۔

''فخسفنابه وبداره الارض'' قارون کی سرکشی اور اس کے عناد واستکبار اور انکار وجحود کی وجہ سے،ہم نے اس کو اور اس کے عالیشان محلات کو خزائن دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا۔

''فما کان له من فئة'' دنیا میں ہزاروں افراد اس کی خدمت اور امداد واعانت کرنے والے موجود تھے مگر عذاب الہٰی سے اسے کوئی بھی نہ بچا سکا۔قارون کے بارے کئی بے سروپا قصے مشہور ہیں جن میں سے کوئی بھی صحیح نہیں مثلاً اس کے خزانے اس قدر زیادہ تھے کہ ان کی چابیاں چالیس یا ساٹھ خچریں اٹھا سکتی تھیں جبکہ ایک چابی صرف انگلی کی مقدار لمبی تھی اور اتنی ہلکی کہ چمڑے سے بنائی گئی تھی۔

اسی طرح جب وہ شان وشوکت سے نکلا تو اس کے آگے پیچھے اودائیں بائیں ستر ہزار پیادوں چار ہزار گھوڑا سواروں اور تین سولونڈیوں کا جلوس تھا۔علی ہذا قارون اس وقت سے لے کر اس وقت تک زمین میں دھنس رہا ہے اور قیامت تک دھنستا رہے گا۔وغیرہ وغیرہ یہ سب بے سند اور جھوٹے قصے ہیں۔علامہ الوسی وغیرہ لکھتے ہیں کہ فلکیات=

يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ

اللہ ہی تو اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے

لَوْلَا أَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا ہائے خرابی کافر نجات نہیں پا سکتے

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا

وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اُسے اُن لوگوں کیلئے (تیار) کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے

فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا

اور انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ جو شخص نیکی لے کر آئے گا اُس کیلئے اُس سے بہتر ہے اور جو بُرائی لائے گا

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ إِلَّا مَا كَانُوْا

تو جن لوگوں نے بُرے کام کئے اُن کو بدلا بھی اُسی طرح کا ملے گا جس طرح کے وہ کام کرتے تھے

= کے ماہرین کے مطابق زمین کے قطر کی مقدار معین ہے اس لئے یہ دھنسنے کا واقعہ اشکال سے خالی نہیں۔ واللہ تعالی اعلم بصحة ذلک بل هو مشکل ان صح ماقاله الفلاسفة فی مقدار قطر الارض (روح)۔

"و اصبح الذین تمنوا" کل جن لوگوں نے قارون کی شان وشوکت دیکھ کر اس جیسی دولت اور شان کی تمنا کی تھی اب وہ اپنی باتوں پر ندامت کا اظہار کرنے لگے اور کہا دولت کی فراخی اور تنگی اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے دولت مند بنائے اور جسے چاہے تنگدست کرے، اور اس کی حکمتیں بھی وہی جانتا ہے۔ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس قدر دولت نہیں دی ورنہ ہم بھی قارون کی طرح سرکش اور اللہ کے نافرمان اور باغی ہو جاتے اور ہمارا بھی وہی حشر ہوتا جو قارون کا ہوا۔

يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ إِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ إِلٰى مَعَادٍ

(اے پیغمبر!) جس (رب) نے تم پرقرآن (کے احکام) کوفرض کیا ہے وہ تمہیں بازگشت کی جگہ لوٹا دے گا

قُلْ رَّبِّىْ أَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾

۔کہہ دو کہ میرا رب اُس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور (اُس کو بھی) جو صریح گمراہی میں ہے

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا أَنْ يُّلْقٰى إِلَيْکَ الْكِتٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ فَلَا

اور تمہیں امید نہ تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر تمہارے رب کی مہربانی سے تو تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا

تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّکَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ إِذْ

اور وہ تمہیں اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے بعد اس کے کہ وہ تم پر نازل ہو چکی ہیں

أُنْزِلَتْ إِلَيْکَ وَادْعُ إِلٰى رَبِّکَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾

روک نہ دیں اور اپنے رب کو پکارتے رہو اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہو جانا

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ ۘ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۘ

اوراللہ کیساتھ کسی اورکومعبود (سمجھ کر) نہ پکارنا اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کی (پاک) ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

ہے۔حکم اُسی کا ہے۔اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے

سورة العنكبوت(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الٓـمّٓ ﴿۱﴾ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنۡ يُّتۡرَكُوۡا أَنۡ يَّقُوۡلُوۡآ آمَنَّا

الٓـم ۔کیالوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیئے جائیں گے

وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾ وَلَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ

اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ ۔ اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی

فَلَيَعۡلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَلَيَعۡلَمَنَّ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۳﴾

آزمائیں گے) سو اللہ اُن کو ضرور ظاہر کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں

أَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ أَنۡ يَّسۡبِقُوۡنَا سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ﴿۴﴾

کیا وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے؟ جو یہ خیال کرتے ہیں بُرا ہے

مَنۡ كَانَ يَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۵﴾

جوشخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اللہ کا (مقرر کیا ہوا) وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے

وَمَنۡ جٰهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۶﴾

اور جوشخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے محنت کرتا ہے اور اللہ تو سارے جہان سے بے نیاز ہے

وَالَّذِيۡنَ آمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم اُن کے گناہوں کو اُن سے دُور کر دیں گے

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷﴾
اور اُن کو اُن کے اعمال کا بہت اچھا بدلا دیں گے
وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جٰهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَيْسَ
اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کیساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے
لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾
جس سے تم واقف نہ ہو تو اُن کا کہنا نہ ماننا تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ تم کرتے تھے میں تمہیں بتاؤں گا
وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾
اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم نیک لوگوں میں داخل کریں گے
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ آمَنَّا بِاللّٰهِ فَإِذَا أُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ
اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے جب ان کو اللہ (کے رستے) میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں
فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّا كُنَّا
کی ایذا کو (یوں) سمجھتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب اور اگر تمہارے رب کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں کہ ہم
مَعَكُمْ أَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾
تو تمہارے ساتھ تھے کیا جو اہلِ عالم کے سینوں میں ہے اللہ اس سے واقف نہیں؟
وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اللہ اُن کو ضرور ظاہر کرے گا جو مومن ہیں اور منافقوں کو بھی ظاہر کر کے رہے گا۔ اور جو کافر ہیں وہ مومنوں سے کہتے ہیں
لِلَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ
کہ ہمارے طریق کی پیروی کرو ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے حالانکہ وہ اُن کے گناہوں کا کچھ بھی بوجھ اٹھانے والے نہیں

خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ

کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اور یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کیساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی

أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور جو بہتان یہ باندھتے رہے قیامت کے دن اُن کی ان سے ضرور پرسش ہو گی

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اُن میں پچاس برس کم ہزار برس رہے

فَأَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَأَنْجَيْنٰهُ وَأَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ

پھر ان کو طوفان (کے عذاب) نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔ پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو نجات دی

وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَإِبْرٰهِيْمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

اور کشتی کو اہل عالم کیلئے نشانی بنا دیا۔ اور ابراہیم کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو

وَاتَّقُوْهُ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اور اس سے ڈرو اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے

اللّٰهِ أَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ إِفْكًا ط إِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ

اور بہتان باندھتے ہو تو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے

لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر ادا کرو اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے

﴿۱۷﴾ وَإِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ إِلَّا

اور اگر تم (میری) تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی اُمتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں اور پیغمبر کے ذمے کھول کر

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ

سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو بار بار پیدا

إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ

کرتا رہتا ہے؟ یہ اللہ کو آسان ہے۔ کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اُس نے کس طرح

بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْاٰخِرَةَ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا ہے پھر اللہ ہی پچھلی پیدائش پیدا کرے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَإِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾

وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور تم (اس کو) نہ زمین میں عاجز کر سکتے ہو اور نہ آسمان میں اور نہ اللہ کے سوا تمہارا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖ

کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں سے اور اس کے ملنے سے انکار کیا

أُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان کو دردناک عذاب ہو گا

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ أَوْ حَرِّقُوْهُ فَأَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ

تو ان کی قوم کے لوگ جواب میں کچھ نہ بولے مگر یہ کہ اسے مار ڈالو یا جلا دو مگر اللہ نے ان کو آگ سے بچا لیا

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کیلئے اس میں نشانیاں ہیں۔ اور ابراہیم نے کہا کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو

اللهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ

تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کیلئے (مگر) پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کرو گے

بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہو گا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہو گا

فَآمَنَ لَهُ لُوْطٌ وَقَالَ إِنِّيْ مُهَاجِرٌ إِلٰى رَبِّيْ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

پس ان پر لوط ایمان لائے اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں بیشک وہ غالب حکمت والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ

اور ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب بخشے اور ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (مقرر) کر دی اور ان کو دنیا میں بھی ان کا صلہ

أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوْطًا إِذْ قَالَ

عنایت کیا اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے۔ اور لوط (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا

لِقَوْمِهٖ إِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ

کہ تم (عجب) بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو تم سے پہلے اہلِ عالم میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا

﴿۲۸﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَأْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ

تم کیوں لڑکوں کی طرف مائل ہوتے اور (مسافروں کی) رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں

الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللهِ إِنْ كُنْتَ

ناپسندیدہ کام کرتے ہو؟ تو اُن کی قوم کے لوگ جواب میں کچھ نہیں بجزاس کے کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾

اللہ کا عذاب لے آؤ۔ لوط نے کہا کہ اے میرے رب! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں مجھے نصرت عنایت فرما

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا إِبْرٰهِيمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوٓا إِنَّا مُهْلِكُوٓا أَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ
اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشی کی خبر لے کر آئے تو کہنے لگے کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کر دینے والے
إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظٰلِمِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ
ہیں کہ یہاں کے رہنے والے نافرمان ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ اس میں تو لوط بھی ہیں، وہ کہنے لگے کہ جو لوگ یہاں
بِمَنْ فِيهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِينَ ﴿۳۲﴾
(رہتے) ہیں ہمیں سب معلوم ہیں ہم اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو بچالیں گے بجز اُن کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں
وَلَمَّا أَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوا لَا
میں ہوگی۔اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کی وجہ) سے ناخوش اور تنگ دل ہوئے فرشتوں نے کہا
تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِينَ
کہ کچھ خوف نہ کیجئے اور نہ رنج کیجئے ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر آپ کی بیوی کہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی
﴿۳۳﴾ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلٰى أَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ
ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب سے کہ یہ بدکرداری کرتے رہے ہیں آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں
﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَا اٰيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ
اور ہم نے سمجھنے والوں کیلئے اس بستی سے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی۔ اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو
شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي
(بھیجا) تو اُنہوں نے کہا کہ بھائیو! اللہ کی عبادت کرو اور پچھلے دن (کے آنے) کی اُمید رکھو اور ملک میں
الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جٰثِمِينَ ﴿۳۷﴾
فساد نہ مچاؤ۔ مگر اُنہوں نے اُن کو جھوٹا سمجھا سو اُن کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

اور عاد اور ثمود کو بھی (ہم نے ہلاک کر دیا) چنانچہ اُن کے (ویران گھر) تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں اور شیطان نے

أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾

اُن کے اعمال ان کو آراستہ کر کے دکھائے اور اُن کو (سیدھے) رستے سے روک دیا حالانکہ وہ دیکھنے والے (لوگ) تھے

وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کر دیا) اور اُن کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ ملک میں مغرور ہو

فِى الْأَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ

گئے اور وہ (ہمارے) قابو سے نکل جانے والے نہ تھے۔ تو ہم نے سب کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا ان میں کچھ تو

مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ج وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا

ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں

بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْآ

دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے

أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَوْلِيَآءَ

جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے

كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ج اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ط وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ

ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک (طرح کا) گھر بناتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ط
اگر یہ (اس بات کو) جانتے ۔[۱] یہ جس چیز کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں (خواہ) وہ کچھ ہی ہو اللہ اُسے جانتا ہے
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ
اور وہ غالب اور حکمت والا ہے ۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں
وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ
اور اسے تو اہلِ دانش ہی سمجھتے ہیں ۔[۲] اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کیساتھ پیدا کیا ہے

---

[1] یہ سورت کا مرکزی دعوی ہے یعنی جب سب کچھ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا اللہ تعالی ہی ہے تو مصائب ومشکلات میں حمایتی اور کارساز بھی وہی ہے۔اس دعوے کو ایک نہایت ہی واضح مثال کے ساتھ سمجھایا گیا ہے، جو لوگ مصائب ومشکلات میں اللہ کے سوا اوروں کو حمایتی اور کارساز سمجھتے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے، جو نہایت ہی باریک اور کمزور تاروں سے جالا بن کر اپنے لئے گھر بناتی ہے۔مکڑی کا یہ گھر نہایت ہی کمزور ہوتا ہے جو نہ سردی سے بچا سکتا ہے نہ گرمی سے ،نہ بارش سے نہ آندھی سے ،بعینہ یہی حال غیر اللہ کی پناہ اور معبودان باطلہ کے سہاروں کا ہے وہ بھی اس قدر کمزور ہیں کہ کسی مصیبت اور مشکل میں کام نہیں آسکتے اس مثال میں مشرک کو مکڑی کے ساتھ اور غیر اللہ کی پناہ اور حمایت کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے۔**اتخذت بيتا لنفسها تاوى اليه وان بيتها فى غاية الضعف و الوهن لايدفع عنها حرا ولا بردا فكذلك الاوثان لاتملك لعابديها نفعا ولا ضرا (معالم،خازن).**
"**ان الله يعلم مايدعون**"،یعنی سب کچھ جاننے والا اللہ تعالی ہے،اور جن کو مشرکین پکارتے ہیں وہ تو ان پکارنے والواں کے احوال سے بھی باخبر نہیں ہیں پھر انہیں کیوں پکارتے ہیں۔پھر وہ غالب اور حکیم بھی ہے اس لئے علیم وخبیر اور عزیز وقدیر کو چھوڑ کر عاجز مخلوق کو کارساز سمجھ کر حاجات میں غائبانہ پکارنا کونسی عقل مندی ہے۔

[۲] "**وتلك الامثال**" ہم مثالیں دے کر لوگوں کو مسئلہ توحید سمجھاتے ہیں لیکن ان میں غور وفکر صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو راسخ فی العلم ہوں اور عقل وبصیرت رکھتے ہوں۔=

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ

بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔ یہ کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

اور نماز کے پابند رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بڑا ہے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے اور اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو

اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

ہاں جو اُن میں سے بے انصافی کریں اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو تم پر اُتریں ہم سب پر ایمان لاتے

= امام بغوی نے اپنی سند کے ساتھ جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا: کہ عالم وہی شخص ہے جو اللہ تعالی کے کلام میں غور وفکر کرے، اور اس کی اطاعت کرے، اور اس کو ناراض کرنے والے کاموں سے بچے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے محض الفاظ سمجھ لینے سے اللہ کے نزدیک کوئی شخص عالم نہیں ہوتا، جبتک قرآن میں تدبر اور غور وفکر کی عادت نہ ڈالے، اور جب تک کہ اپنے عمل کو قرآن کے مطابق نہ بنائے۔

مسند احمد: ۳۰۲/۴، میں عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ہزار مثال سیکھی ہیں، ابن کثیر اس کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ عمرو بن عاصؓ کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے اس آیت مذکورہ میں عالم انہی کو فرمایا ہے جو اللہ ورسولؐ کی بیان کردہ امثال کو سمجھیں۔ اور عمرو بن مرہؓ نے فرمایا: کہ جب میں قرآن کی کسی آیت پر پہونچتا ہوں، جو میری سمجھ میں نہ آئے تو مجھے بڑا غم ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: ''وما یعقلھا الا العالمون'' (ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم)۔

وَإِلٰهُنَا وَإِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾
ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں
وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِيْنَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ
اور اسی طرح ہم نے تمہاری طرف کتاب اُتاری ہے تو جن لوگوں کو ہم نے کتابیں دی تھیں وہ اُس پر ایمان لے آئے ہیں
وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا إِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾
اور بعض ان لوگوں میں سے بھی اس پر ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو کافر ہیں
وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ
اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اُسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے، ایسا ہوتا تو اہلِ باطل ضرور شک
الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ
کرتے ۔ بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے اُن کے سینوں میں (محفوظ)
وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا إِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ
اور ہماری آیتوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں ۔ اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف
مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ إِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾
سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں؟ کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں
أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
کیا ان لوگوں کیلئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے کچھ شک نہیں
لَرَحْمَةً وَذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا
کہ مومن لوگوں کیلئے اس میں رحمت اور نصیحت ہے ۔ ۵۱۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ

جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ سے انکار کیا

أُوْلَـٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ

وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اور یہ لوگ تم سے عذاب کیلئے جلدی کر رہے ہیں اگر ایک وقت مقرر نہ (ہو چکا) ہوتا

مُّسَمًّى لَجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

تو اُن پر عذاب آ بھی گیا ہوتا اور وہ (کسی وقت میں) اُن پر ضرور ناگہاں آ کر رہے گا اور اُن کو معلوم بھی نہ ہوگا

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

یہ تم سے عذاب کیلئے جلدی کر رہے ہیں اور دوزخ تو کافروں کو گھیر لینے والی ہے

يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا

جس دن عذاب اُن کو اُن کے اوپر سے اور نیچے سے ڈھانک لے گا اور فرمائے گا کہ جو کام تم کیا کرتے تھے اُن کا مزہ چکھو

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّ أَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا

ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

الصّٰلِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ان کو ہم جنت کے اونچے اونچے محلوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے (نیک)

فِيْهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾

عمل کرنے والوں کا (یہ) خوب بدلا ہے۔ جو صبر کرتے اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں

وَكَأَيِّنْ مِنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ہی اُن کو رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے

﴿٦٠﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے (تمہارے) زیر فرماں کیا؟

وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ

تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔ تو پھر یہ کہاں الٹے جا رہے ہیں۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے روزی فراخ کر

مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٢﴾

دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی کس نے نازل فرمایا پھر اُس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ

مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾

کیا تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے لیکن اُن میں اکثر نہیں سمجھتے

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ

اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٦٤﴾ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ

اگر یہ (لوگ) سمجھتے۔ پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے (اور) خالص اُسی کی عبادت کرتے ہیں

الـذِّيْـنَ فَـلَـمَّـا نَـجّٰهُـمْ إِلَـى الْبَـرِّ إِذَا هُـمْ يُشْـرِكُـوْنَ ﴿۶۵﴾
لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچادیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں[۳]
لِيَـكْـفُـرُوْا بِـمَـا اٰتَيْـنٰهُـمْ وَلِيَتَـمَتَّـعُوْا فَسَـوْفَ يَعْـلَـمُـوْنَ ﴿۶۶﴾
تاکہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اُس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں (سو خیر) عنقریب اُن کو معلوم ہو جائے گا
أَوَلَـمْ يَـرَوْا أَنَّـا جَـعَـلْـنَـا حَـرَمًـا آمِـنًـا وَّيُتَخَطَّفُ النَّـاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ
کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقامِ امن بنایا ہے اور لوگ اُس کے گرد ونواح سے اچک لئے جاتے ہیں
أَفَبِـالْبَـاطِـلِ يُـؤْمِـنُـوْنَ وَبِـنِـعْـمَةِ اللّٰهِ يَـكْـفُـرُوْنَ ﴿۶۷﴾
کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں؟
وَمَـنْ أَظْـلَـمُ مِـمَّـنِ افْتَـرٰى عَـلَـى اللّٰهِ كَـذِبًـا أَوْ كَـذَّبَ بِـالْـحَـقِّ
اور اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا جب حق بات اُس کے پاس آئے تو اُس کی تکذیب
لَـمَّـا جَـآءَهُ أَلَيْـسَ فِـيْ جَهَـنَّـمَ مَثْـوًى لِّـلْـكٰـفِـرِيْـنَ ﴿۶۸﴾
کرے کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟ ۔
وَالَّـذِيْـنَ جٰهَـدُوْا فِيْـنَـا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾
اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے اور اللہ تو نیکوکاروں کیساتھ ہے

---

[۳] یہاں اکثر مفسرین نے عکرمہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے جو کہ امام نسائی نے :۷/۱۰۵، ۱۰۶، میں ذکر کیا ہے کہ:
واما عكرمة فركب البحر فاصابتهم عاصف، فقال اصحاب السفينة اخلصوا! فان الهتكم لاتغنى عنكم شيئا ههنا، فقال عكرمة والله لئن لم ينجينى من البحر الا الاخلاص،

لاینجینی فی البرغیره، اللهم ان لک علیّ عهداان انت عافیتنی ممماانافیه ان آتی محمداﷺ حتی اضع یدی فی یده فلاجدنّه عفوا کریما، فجاء فاسلم ۔ یعنی جب رسول اللہﷺ نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ بن ابی جہل یہاں سے بھاگ نکلا، اور حبشہ جانے کے ارادے سے کشتی میں بیٹھ گیا، اتفاقاً سخت طوفان آیا اور کشتی ادھرادھر ہونے لگی، جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے یہ موقعہ صرف اللہ تعالی کو پکارنے کا ہے، اٹھواور خلوص کے ساتھ اللہ تعالی سے دعائیں کرو، اس وقت نجات اسی کے ہاتھ میں ہے، یہ سنتے ہی عکرمہ نے کہا سنو! اللہ تعالی کی قسم اگر سمندر کی اس بلا سے بجز رب کے کوئی اور نجات نہیں دے سکتا، تو خشکی کی مصیبتوں کو ٹالنے والا بھی وہی ہے۔

اے اللہ تعالی! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جا کر محمد رسول اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا، اور آپﷺ کا کلمہ پڑھ لوں گا، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالی کے رسولﷺ میری خطاؤں سے درگزر فرمالیں گے، اور مجھ پر رحم وکرم فرمائیں گے۔

فائدہ

: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر بھی جس وقت اپنے آپ کو بے سہارا جان کر صرف اللہ تعالی کو پکارتا ہے، اور اس وقت یہ یقین کرتا ہے کہ اللہ کے سوا مجھے اس مصیبت سے کوئی نہیں چھڑا سکتا، تو اللہ تعالی کافر کی بھی دعاء قبول فرمالیتے ہیں، کیونکہ وہ مضطر ہے اور اللہ تعالی نے مضطر کی دعاء قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ سورۂ نمل: ٦٢۔

اور ایک آیت میں جوارشاد ہے: ''**و مادعاء الکافرین الافی ضلال**'' (رعد:١۴) یعنی کافروں کی دعا ناقابل قبول ہے، یہ حال اخرت کا ہے، کہ وہاں کافر عذاب سے رہائی کی دعا کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔



سورة الروم(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ﴿۲﴾ فِىۡۤ اَدۡنَى الۡاَرۡضِ وَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ

الٓمّٓ۔ (اہل) روم مغلوب ہوگئے۔ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب

سَيَغۡلِبُوۡنَ ﴿۳﴾ فِىۡ بِضۡعِ سِنِيۡنَ لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡۢ بَعۡدُ وَيَوۡمَئِذٍ يَّفۡرَحُ

غالب ہو جائیں گے۔ چند ہی سال میں۔ پہلے بھی اور پیچھے بھی اللہ ہی کا حکم ہے اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے

الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴﴾ بِنَصۡرِ اللّٰهِ يَنۡصُرُ مَنۡ يَّشَآءُ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵﴾

(یعنی) اللہ کی مدد سے وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے [۱]

---

[۱] سورۂ عنکبوت اس آیت پر ختم ہوتی ہے جس میں حق تعالی نے اپنے راستہ میں جہاد و مجاہدہ کرنے والوں کے لئے اپنے راستے کھول دینے اور ان کیلئے مقاصد میں کامیابی کی بشارت دی تھی، سورۂ روم کی ابتداء جس قصہ سے ہوئی ہے، وہ اسی نصرت الٰہیہ کا ایک مظہر ہے، اس سورت میں جو واقعہ روم اور فارس کی جنگ کا مذکور ہے، یہ دونوں کفار ہی تھے، اس میں سے کسی کی فتح کسی کی شکست بظاہر اسلام اور مسلمانوں کے لئے کوئی دلچسپی کی چیز نہیں، مگر ان دونوں کفار میں اہل فارس مشرکین آتش پرست تھے، اور روم ونصاریٰ اہل کتاب، اور ظاہر ہے کہ دونوں قسم کے کفار میں اہل کتاب مسلمانوں سے نسبتاً قریب ہیں، کیونکہ بہت سے اصول دین اخرت پر ایمان، رسالت اور وحی پر ایمان، ان کے ساتھ قدر مشترک ہے، اسی قدر مشترک سے رسول ﷺ نے اپنے اس مکتوب میں کام لیا جو روم کے بادشاہ کو دعوت اسلام دینے کیلئے بھیجا تھا، کہ ’’ تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم ،الایة، اہل کتاب کے ساتھ مسلمانوں کا ایک گونہ قرب ہی اس کا سبب بنا کہ نبی کریم ﷺ کے قیام مکہ مکرمہ کے زمانہ میں فارس نے روم پر حملہ کیا۔

حافظ ابن حجر وغیرہ کے قول کے مطابق ان کی یہ جنگ ملک شام کے مقام اذرعات اور بصریٰ کے درمیان واقع ہوئی، اس جنگ کے دوران میں مشرکین مکہ یہ چاہتے تھے کہ فارس غالب آجائے، کیونکہ وہ بھی شرک وبت پرستی میں ان کے شریک تھے، اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ روم غالب آئیں، کیونکہ وہ دین ومذہب کے اعتبار سے اسلام کے قریب تھے، مگر ہوا یہ کہ اس وقت فارس روم پر غالب آگئے، یہاں تک کہ قسطنطنیہ بھی فتح کرلیا، اور ہاں اپنی عبادت کے لئے ایک آتشکدہ تعمیر کیا، اور یہ فتح کسری پرویز کی آخری فتح تھی، اس کے بعد اس کا زوال شروع ہوا اور پھر مسلمانوں کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔ اس واقعہ پر مشرکین مکہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمانوں کو عار دلائی کہ تم جسکو چاہتے تھے وہ ہار گیا، اور جیسا کہ روم اہل کتاب کو بمقابلہ فارس شکست ہوئی ہمارے مقابلہ میں تم کو شکست ہوگی، اس سے مسلمانوں کو رنج ہوا۔ ابن ابی حاتم وابن ابی جریر۔

قرآن میں سورۂ روم کی ابتدائی آیتیں اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئیں، جن میں یہ پیشین گوئی اور بشارت دی گئی ہے کہ چندسال بعد پھر روم فارس پر غالب آجائیں گے۔

صدیق اکبر نے جب یہ آیات سنیں تو مکہ کے اطراف اور مشرکین کے مجامع اور بازار میں جا کر اس کا اعلان کیا کہ تمہارے خوش ہونے کا کوئی موقع نہیں، چندسال میں پھر روم فارس پر غالب آجائیں گے، مشرکین مکہ میں سے اُبی بن خلف نے مقابلہ کیا، اور کہنے لگا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، ایسا نہیں ہوسکتا، صدیق اکبر نے فرمایا کہ اللہ کے دشمن تو ہی جھوٹا ہے، اور میں تو اس واقعہ پر شرط لگانے کو تیار ہوں، کہ اگر تین سال کے اندر روم غالب نہ آگئی تو دس اونٹنیاں میں تمہیں دونگا، اور اگر وہ غالب آگئے تو دس اونٹنیاں تمہیں دینا پڑینگی، (یہ معاملہ قمار کا تھا مگر اس وقت قمار حرام نہیں تھا) یہ کہہ کر صدیق اکبرؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو تین سال کی مدت متعین نہیں کی تھی، کیونکہ قرآن میں اس کے لئے لفظ ''بضع سنین'' مذکور ہے، جس کا اطلاق تین سے نو سال تک ہوسکتا ہے، تم جاؤ اور جس سے یہ معاہدہ ہوا ہے اس سے کہدو کہ میں دس اونٹنیوں کے بجائے سو کی شرط لگاتا ہوں، مگر مدت تین سال کے بجائے نو ۹ سال اور بعض روایات کے رو سے سات سال مقرر کرتا ہوں، صدیق اکبر نے حکم کی تعمیل کی، اور اُبی بن خلف اس نئے معاہدہ پر راضی ہوگیا، (ابن جریر والترمذی عن ابی سعید الخدریؓ)۔

روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال پہلے پیش آیا ہے اور پورے سات=

وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾

(یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾

یہ تو دنیا کی ظاہر زندگی ہی کو جانتے ہیں اور آخرت (کی طرف) سے غافل ہیں

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ

کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو

وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ

اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کو حکمت سے اور ایک وقت مقرر تک کیلئے پیدا کیا ہے اور بہت سے لوگ اپنے رب

لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ أَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

سے ملنے کے قائل ہی نہیں ۔کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر نہیں کی؟ (سیر کرتے) تو دیکھ لیتے

= سال ہونے پر غزوہ بدر کے وقت روم دوبارہ فارس پر غالب آ گئے، اس وقت اُبی بن خلف مر چکا تھا، صدیق اکبرؓ نے اس کے وارثوں سے اپنی شرط کے مطابق سو اونٹنیوں کا مطالبہ کیا، انہوں نے اونٹنیاں دیدیں۔

بعض روایات میں ہے کہ ہجرت سے پہلے اُبی بن خلف کو جب اندیشہ ہوا کہ ابوبکر بھی شاید ہجرت کر کے چلے جائیں، تو اس نے کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جبتک آپ کوئی کفیل پیش نہ کریں، کہ میعاد معین تک روم غالب نہ آئے تو سو اونٹنیاں وہ مجھے دیدے گا، صدیق اکبرؓ نے اپنے صاحبزادے عبدالرحمان کو اس کا کفیل بنا دیا تھا، جب شرط کے مطابق صدیق اکبرؓ جیت گئے اور سو اونٹنیاں ان کو ہاتھ آئیں تو وہ سب لے کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ ان اونٹنیوں کو صدقہ کر دو، اور ابویعلی، ابن عساکر میں براء بن عازبؓ کی روایت سے اس میں یہ الفاظ منقول ہیں: ''هذا السحت تصدق به'' یہ تو حرام ہے اس کو صدقہ کر دو (روح المعانی، درمنثور، ابن ابی حاتم)۔

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ
کہ جولوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا وہ ان سے زور وقوت میں کہیں زیادہ تھے اور انہوں نے زمین کو جوتا
وَعَمَرُوْهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
اور اس کو اس سے زیادہ آباد کیا تھا جو انہوں نے آباد کیا اور ان کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لے کر آتے رہے
فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾
تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے
ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ أَسَآءُوا السُّوْٓأٰى أَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا
جن لوگوں نے بُرائی کی ان کا انجام بھی بُرا ہوا اس لئے کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کی
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾
ہنسی اڑاتے رہے تھے۔ اللہ ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے وہی اس کو پھر پیدا کرے گا پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ
اور جس دن قیامت برپا ہوگی گنہگار نا امید ہو جائیں گے۔ اور اُن کے (بنائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی
مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾
اُن کا سفارشی نہ ہو گا اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا
اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز وہ الگ الگ فرقے ہوجائیں گے۔ تو جو لوگ ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور نیک عمل کرتے رہے وہ (جنت کے) باغ میں خوش حال ہوں گے ۔ اور جنہوں نے کفر کیا

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور ہماری آیتوں اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا وہ عذاب میں ڈالے جائیں گے

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾

تو جس وقت تم کو شام ہو اور جس وقت صبح کرتے ہو اللہ کی تسبیح کرو (یعنی نماز پڑھو)

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کی تعریف ہے اور تیسرے پہر بھی اور جب دوپہر کرتے ہو [2]

---

[2] لفظ" سبحان الله" مصدر ہے اس کا فعل محذوف ہے یعنی "سبحوا الله سبحانا" "حين تمسون" یعنی جب تم شام کے وقت میں داخل ہو، اور "وحين تصبحون" یعنی جب تم پر صبح کا وقت آئے "وله الحمد فى السمٰوات والارض" یہ جملہ درمیان میں بطور دلیل کے لایا گیا ہے، کہ صبح وشام اللہ کی تسبیح اس لئے ضروری ہے کہ آسمان وزمین میں صرف وہی مستحق حمد ہے، اور تمام اسمان وزمین والے اس کی حمد کرنے میں مشغول ہیں۔ اور جس طرح شروع آیت میں صبح وشام کی تسبیح کا حکم ہے، آخر آیت میں، عشیا ، اور، وحين تظهرون، سے اور دووقتوں میں تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ایک وقت "عشى" جودن کے آخری حصہ کو کہا تا ہے، جو عصر کا وقت ہے، دوسرا وقت ظہر یعنی زوال آفتاب کے۔

اور ترتیب بیان میں جس طرح شام کو صبح سے مقدم کرکے بیان کیا گیا ہے، اسی طرح دن کے آخری حصہ کو ظہر پر مقدم کرکے بیان کیا گیا ہے، یعنی رات کو مقدم کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلامی تاریخ میں رات مقدم ہوتی ہے، اور تاریخ غروب آفتاب سے بدلتی ہے، اور عشی یعنی وقت عصر کو ظہر سے مقدم کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عصر کا وقت عموما کاروبار کی مشغولیت کا ہوتا ہے، اس میں کوئی دعا تسبیح یا نماز عادۃ مشکل ہے، اسی لئے قرآن کریم میں صلاۃ وسطی جس کی تفسیر جمہور کے نزدیک نماز عصر ہے، اس کی خصوصی تاکید آئی ہے:

آیۃ مذکورہ کے الفاظ میں نماز یا صلاۃ کی تصریح نہیں، اس لئے ہر قسم کے ذکر اللہ، قولی اور عملی کو شامل ہے، اور ذکر اللہ کے تمام اقسام میں چونکہ نماز سب سے اعلی اور افضل ہے، اس لئے وہ اس میں بدرجہ اولی داخل ہے=

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

وہی زندے کو مُردے سے نکالتا ہے اور (وہی) مُردے کو زندے سے نکالتا ہے اور (وہی)

وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾

زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم (دوبارہ زمین سے) نکالے جاؤ گے

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ أَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَآ أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ تمہیں مٹی سے بنایا پھر تم انسان بن کر پھیل رہے ہو۔

=،اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ اس آیت میں پانچوں نمازوں کا مع ان کے اوقات کے ذکر آ گیا ہے، جیسا کہ ابن عباسؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا قرآن میں پانچ نمازوں کا ذکر صریح ہے؟ تو فرمایا ہاں اور استدلال میں یہی آیت پیش کر کے فرمایا کہ "حین تمسون" میں نماز مغرب اور ،حین تصبحون ، میں نماز فجر اور ،عشیا ،نماز عصر اور ،حین تظہرون ، میں نماز ظہر کا ذکر صریح موجود ہے ،اب صرف ایک نماز عشاء رہی اس کے ثبوت میں دوسری آیت کا جملہ ارشاد فرمایا: "من بعد صلواۃ العشاء "۔ (النور:۵۸) مصنف عبدالرزاق:۱/۴۵۴،حسن بصریؒ نے فرمایا کہ "حین تمسون" میں نماز مغرب وعشاء دونوں داخل ہیں۔

یہ آیت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعاء ہے ،جس کی وجہ سے قرآن کریم نے ان کو وفاء عہد کا خطاب دیا ہے، ارشاد فرمایا "وابراھم الذی وفی "ابراہیم علیہ السلام یہ کلمات صبح وشام پڑھا کرتے تھے ،جیسا کہ اسانید صحیحہ کے ساتھ معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی تعریف وفاء عہد سے کرنے کا سبب ان کی یہ دعاء تھی ۔(ابن کثیر) اور ابوداؤد ،طبرانی ،ابن سنی :ص،۲۳، وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو ایتوں کے متعلق فرمایا کہ جس شخص نے صبح کو یہ کلمات پڑھ لئے تو دن بھر میں اس کے عمل میں جو کوتاہی ہوگی وہ ان کلمات کی برکت سے پوری کر دی جائے گی ،اور جس نے شام کے وقت یہ کلمات پڑھ لئے تو اس کے رات کے اعمال کی کوتاہی اس کے ذریعے پوری کر دی جائے گی۔

وَمِـــنْ اٰيٰتِــــهٖ أَنْ خَـــلَـــقَ لَـــكُـــمْ مِّـــنْ أَنْـفُـسِـكُـمْ أَزْوَاجًـــا
اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں
لِّتَسْكُنُوْا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
تا کہ ان کی طرف (مائل ہوکر) آرام حاصل کرو اورتم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں
يَّتَـفَـكَّـرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِـنْ اٰيٰتِـهٖ خَـلْـقُ السَّـمٰـوٰتِ وَالْأَرْضِ
اُن کیلئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا
وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾
پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا اہلِ دانش کیلئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ
اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے تمہارا رات میں اور دن میں سونا اور اُس کے فضل کا تلاش کرنا
إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ آيٰتِهٖ
جو لوگ سنتے ہیں اُن کیلئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے
يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَيُحْيٖ بِهِ الْأَرْضَ
کہ تم کوخوف اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے مینہ برساتا ہے پھر زمین کو اُس کے مرجانے کے بعد زندہ
بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾
(وشاداب) کر دیتا ہے عقل والوں کیلئے ان (باتوں) میں (بہت سی) نشانیاں ہیں
وَمِنْ اٰيٰتِهٖ أَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهٖ
اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اُسی کے حکم سے قائم ہیں

ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَآ أَنتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿۲۵﴾

پھر جب وہ تم کو زمین میں سے (نکلنے کیلئے) آواز دے گا تو تم جھٹ نکل پڑو گے

وَلَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قٰنِتُونَ ﴿۲۶﴾

اور آسمانوں اور زمین میں (جتنے فرشتے اور انسان وغیرہ ہیں) اُسی کے (مملوک) ہیں (اور) سب اُس کے فرمانبردار ہیں

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ

اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اُسے بہت آسان ہے

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾

اور آسمانوں اور زمین میں اُس کی شان بہت بلند ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے

ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن

وہ تمہارے لئے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن غلاموں کے تم مالک ہو

شُرَكَآءَ فِي مَا رَزَقْنٰكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَآءٌ تَخَافُونَهُمْ

وہ اس (مال) میں جو ہم نے تمہیں عطا فرمایا ہے تمہارے شریک ہیں؟ اور (کیا) تم اس میں (ان کو اپنے) برابر سمجھتے ہو

كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۲۸﴾

تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم عقل والوں کیلئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَآءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ فَمَن يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ

مگر جو ظالم ہیں بغیر سمجھے اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں تو جس کو اللہ گمراہ کر دے اُسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟

وَمَا لَهُم مِّن نّٰصِرِينَ ﴿۲۹﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ

اور اُن کا کوئی مددگار نہیں۔ تو تم ایک طرف کے ہو کر دینِ (الٰہی کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے جاؤ (اور) اللہ کی فطرت

الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ

کوجس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کئے رہو) اللہ کی بنائی ہوئی میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا یہی سیدھا دین ہے

وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۳۰ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(مومنو!) اُسی کی طرف رجوع کئے رہو اور اُس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو[3]

---

[3] فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا یہ جملہ فَاَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفاً، کی توضیح اور دین حنیف جس کے اتباع کا حکم پہلے جملے میں دیا گیا ہے،اس کی ایک مخصوص صفت کا بیان ہے، کہ وہ دین فطرت ہے،اور فطرة اللہ کی ترکیب نحوی میں منصوب ہونے کی وجہ مفسرین نے مختلف لکھی ہیں، کہ لفظ اتبع یہاں سے محذوف ہے، یا لفظ اعنی، بہرحال یہ متعین ہے کہ دین حنیف جس کا اتباع کا پہلے جملے میں حکم دیا گیا ہے، اس کو اس جملے میں فطرة اللہ قرار دیا ہے،اور معنی اس کے خود اگلے جملے میں یہ بتلائے کہ اللہ تعالی کی فطرت سے مراد یہ ہے کہ جس فطرت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

اس معاملہ میں مفسرین کے متعدد اقوال منقول ہیں،انمیں دو زیادہ مشہور ہیں،اول یہ کہ فطرت سے مراد اسلام ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر انسان اپنی فطرت اور جبلت کے اعتبار سے مسلمان پیدا کیا ہے،اگر اس کو گرد وپیش اور ماحول میں کوئی خراب کرنے والا خراب نہ کردے تو ہر پیدا ہونے والا بچہ مسلمان ہی ہوگا،مگر عادةً ہوتا یہ ہے کہ ماں باپ اس کو بعض اوقات اسلام کے خلاف چیزیں سکھا دیتے ہیں،جس کے سبب وہ اسلام پر قائم نہیں رہتا،جیسا صحیحین کی ایک حدیث میں مذکور ہے،''کل مولود یولد علی الفطرة......الحدیث''[متفق علیہ،خ،رقم:١٢٩٢،م،رقم:٦٩٢٦]قرطبی نے اسی قول کو جمہور سلف کا قول قرار دیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد استعداد ہے،یعنی تخلیق انسانی میں اللہ تعالی نے یہ خاصیت رکھی ہے، کہ ہر انسان میں اپنے خالق کو پہچاننے اور اس کو ماننے کی صلاحیت واستعداد موجود ہے،جس کا اثر اسلام کا قبول کرنا ہوتا ہے، بشرطیکہ اس استعداد سے کام لے،مگر اس قول پر متعدد اشکالات ہیں،اول یہ کہ خود اسی آیت میں یہ بھی آگے مذکور ہے ''**لاتبدیل لخلق اللہ**'' اور یہاں خلق اللہ سے مراد وہی فطرة اللہ ہے،جس کا اوپر ذکر ہوا ہے،اس لئے معنی اس جملے کے یہ ہیں، کہ اللہ کی اس فطرت کو،کوئی تبدیل نہیں کرسکتا،حالانکہ حدیث صحیحین میں خود یہ آیا ہے کہ پھر ماں باپ بعض اوقات بچے

کو یہودی ونصرانی بنادیتے ہیں'فأبواہ یھوادانه اوینصرانه ......الحدیث ''اگرفطرت کے معنی خوداسلام کے، لئے جائیں ،جس میں تبدیلی نہ ہوناخوداسی آیت میں مذکور ہے ،توحدیث مذکورمیں یہودی،نصرانی بنانے کی تبدیلی کیسے صحیح ہوگی ،اور یہ تبدیلی توعام مشاہدہ ہے کہ ہرجگہ مسلمانوں سے زیادہ کافر ملتے ہیں،اگراسلام ایسی فطرت ہےجس میں تبدیلی نہ ہوسکےتو یہ پھر یہ تبدیلی کیسےاور کیوں؟۔

دوسرے خضر علیہ السلام نے جس لڑکےکوقتل کیا تھا،اس کے متعلق صحیح حدیث میں ہے کہ اس لڑکے کی فطرت میں کفر تھا،اس لئےخضر علیہ السلام نے اس کوقتل کیا، یہ حدیث بھی اس کے منافی ہے کہ ہرانسان اسلام پر پیدا ہوتا ہو۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ اگراسلام کوئی ایسی چیز ہے، جوانسان کی فطرت میں اس طرح رکھ دیا گیا ہےجس کی تبدیلی پربھی اس کوقدرت نہیں تو وہ کوئی اختیاری فعل نہ ہوا، پھراس پرآخرت کا ثواب کیسا؟ کیونکرثواب تواختیاری عمل پر ملتا ہے۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ کے مطابق فقہاءامت کےنزدیک بچہ بالغ ہونے سے پہلے ماں باپ کے تابع سمجھا جاتا ہے،اگر ماں باپ کافر ہوں تو بچےکوبھی کافرقرار دیا جائے گا،اس کی تجہیز وتکفین اسلامی طرز پرنہیں کی جائے گی۔

یہ سب شبہات امام تورپشتی نے کتاب المیسر شرح مصابیح:۱/۵۴، میں بیان کئے ہیں،اوراسی بناء پرانہوں نے دوسرےقول کوترجیح دی ہے، کیونکہ اس خلقی استعداد کےمتعلق یہ بھی صحیح ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، جوشخص ماں باپ یا کسی دوسرے کے گمراہ کرنے سے کافر ہوگیا،اس میں استعداداورقابلیت حق یعنی اسلام کی حقانیت کے پہچاننے کی ختم نہیں ہوتی،غلام خضر کے واقعہ میں اس کے کفر پر پیدا ہونے سےبھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں حق کوسمجھنے کی استعداد ہی نہ رہی تھی،اور چونکہ اس الٰہی استعدادوقابلیت کاصحیح استعمال انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے،اس لئے اس پرثواب عظیم کامرتب ہونا بھی واضح ہوگیا،اورحدیث صحیحین میں جو یہ مذکورہے کہ بچے کے ماں باپ اس کو یہودی،یانصرانی بنادیتے ہیں،اس کامفہوم بھی اس دوسرے معنی کے اعتبار سے واضح اورصاف ہوگیا، کہ اگرچہ اس میں استعداداورقابلیت فطری ہے جواللہ نے اس کی تخلیق میں رکھی تھی۔وہ اسلام ہی کی طرف لیجانے والی تھی،مگرعوارض اورموانع حائل ہوگئےاوراس طرف نہ جانے دیا،اورسلف سے جو پہلاقول منقول ہے، بظاہراس کی مرادبھی اصل اسلام نہیں ، بلکہ یہی استعداداسلام اوراس کی قابلیت اورصلاحیت ہے،محدث دہلویؒ نے لمعات شرح مشکواۃ میں جمہورکےقول کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے،اوراسی کی تائیداس مضمون سے ہوتی ہے،جوشاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریرفرمایا ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالی نے بے شمارقسم کی مخلوقات مختلف طبائع اورمزاج کی بنائی ہیں۔=

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٣١﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا

اور مشرکوں میں نہ ہونا ۔ (اور نہ) ان لوگوں میں (ہونا) جنھوں نے اپنے دین کوٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ

فرقے ہوگئے سب فرقے اُسی سے خوش ہیں جو اُن کے پاس ہے۔ اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے

مُّنِيْبِيْنَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ

اور اُسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں پھر جب وہ اُن کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو ایک فرقہ اُن میں سے اپنے رب کیساتھ شرک کرنے لگتا ہے

﴿٣٣﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَا آتَيْنٰهُمْ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٤﴾

تا کہ جو ہم نے اُن کو بخشا ہے اُس کی ناشکری کریں سو (خیر) فائدے اٹھالو عنقریب تمہیں (اس کا انجام) معلوم ہوجائے گا

= ہر مخلوق کی فطرت اور جبلت میں ایک خاص مادہ رکھ دیا ہے، جس سے وہ مخلوق اپنی تخلیق کے منشأ کو پورا کر سکے، قرآن کریم میں "اعطی کل شیٔ خلقه ثم هدی" سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ جس مخلوق کو خالق کائنات نے کسی خاص حکمت کے لئے پیدا کیا ہے، اس کو اس حکمت کے لئے ہدایت بھی دے دی ہے، وہ ہدایت یہی مادہ اور استعداد ہے، شہد کی مکھی میں یہ مادہ رکھدیا کہ وہ درختوں اور پھولوں کو پہچانے اور انتخاب کرے، پھر اس کے رس کو اپنے پیٹ میں محفوظ کر کے اپنے چھتے میں لا کر جمع کرے، اسی طرح انسان کی فطرت وجبلت میں ایسا مادہ اور استعداد رکھ دی ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اس کی شکر گذاری اور اطاعت شعاری کرے، اسی کا نام اسلام ہے۔ " لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ " مذکور الصدر تقریر سے اس جملے کا مطلب بھی واضح ہوگیا، کہ اللہ کی دی ہوئی فطرت یعنی حق کو پہچاننے کی صلاحیت واستعداد میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا، اس کو غلط ماحول کافر تو بنا سکتا ہے مگر اس کی استعداد قبول حق کو بالکل فنا نہیں کرسکتا، اور اسی سے اُس آیت کا مفہوم بھی واضح ہوجاتا ہے جس میں ارشاد ہے ﴿ وما خلقت الجن الانس الاليعبدون ﴾ [الذاریات: ٥٦] یعنی ہم نے جن اور انس کو اور کسی کام کے لئے نہیں پیدا کیا، بجز اس کے کہ وہ ہماری عبادت کیا کریں، مطلب یہ ہے کہ ان کی فطرت میں ہم نے عبادت کی رغبت اور استعداد رکھ دی ہے، اگر وہ اس استعداد سے کام لیں، تو بجز عبادت کے کوئی دوسرا کام اس کے خلاف ہرگز سرزد نہ ہو۔

أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے کہ اُن کو اللہ کیساتھ شرک کرنا بتاتی ہے؟

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اُن کے اعمال کے سبب جو اُن کے

بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ

ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی گزند پہنچے تو نا اُمید ہو کر رہ جاتے ہیں کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کیلئے چاہتا

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾

ہے رزق فراخ کرتا ہے اور (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے بیشک اس میں ایمان لانے والوں کیلئے نشانیاں ہیں

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

تو اہلِ قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو اُن کا حق دیتے رہو جو لوگ رضائے الٰہی کے طالب ہیں یہ اُن کے حق میں بہتر ہے

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾

اور یہی لوگ نجات حاصل کرنے والے ہیں ۔

وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْ أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ

اور جو تم سُود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں افزائش ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں افزائش نہیں ہوتی

وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اور اس سے اللہ کی رضامندی طلب کرتے ہو تو ایسے ہی لوگ دوچند کرنے والے ہیں

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ

اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تمہیں مارے گا پھر زندہ کرے گا بھلا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا

مَّنۡ يَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰلِكُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۴۰﴾
ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک سے بلند ہے
ظَهَرَ الۡفَسَادُ فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِى النَّاسِ لِيُذِيۡقَهُمۡ بَعۡضَ
خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے
الَّذِىۡ عَمِلُوۡا لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۴۱﴾ قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانْظُرُوۡا
عجب نہیں وہ باز آجائیں ۔ کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ (تم سے)
كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلُ كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّشۡرِكِيۡنَ ﴿۴۲﴾
پہلے گزرے ہیں اُن کا انجام کیسا ہوا اُن میں زیادہ تر مشرک ہی تھے
فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ الۡقَيِّمِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ
تو اس روز سے پہلے جو اللہ کی طرف سے آ کر رہے گا اور رُک نہیں سکے گا دین (کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے چلو اُس روز
يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ ﴿۴۳﴾ مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا
(سب) لوگ منتشر ہو جائیں گے ۔ جس شخص نے کفر کیا تو اس کے کفر کا ضرر اُسی کو ہے اور جس نے نیک عمل کئے
فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجۡزِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
تو ایسے لوگ اپنے ہی لئے آرامگاہ درست کرتے ہیں ۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے
مِنۡ فَضۡلِهٖ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۵﴾ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ يُّرۡسِلَ الرِّيٰحَ
اُن کو اللہ اپنے فضل سے بدلا دے گا بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا
مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيۡقَكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَلِتَجۡرِىَ الۡفُلۡكُ بِاَمۡرِهٖ
ہے کہ خوشخبری دیتی ہیں تاکہ تم کو اپنی رحمت کے مزے چکھائے اور تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

اور تاکہ تم اُس کے فضل سے طلب کرو عجب نہیں کہ تم شکر کرو۔ اور ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر اُن کی قوم کی طرف بھیجے

رُسُلًا إِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ أَجْرَمُوْا

تو وہ اُن کے پاس نشانیاں لے کر آئے سو جو لوگ نافرمانی کرتے تھے ہم نے اُن سے بدلا لے کر چھوڑا

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں

سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا

پھر اللہ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا اور تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ فَإِذَا أَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

کہ اُس کے بیچ میں سے مینہ نکلنے لگتا ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے اُسے برسا دیتا ہے

إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ

تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور پیشتر تو وہ مینہ کے اُترنے سے پہلے

لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ إِلٰى آثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ

ناامید ہو رہے تھے۔ تو (اے دیکھنے والے) اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو

مَوْتِهَا إِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے بیشک وہ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾

اور اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں کہ وہ تند ہو اور یہ لوگ انہی کھیتوں کو مرجھائی ہوئی زرد پڑی ہوئی دیکھ لیں تو تو اُس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ

تو تم مُردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہو

﴿٥٢﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ

اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہِ راست پر لا سکتے ہو تم تو انہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں

بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ

سو وہی فرمانبردار ہیں اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں (ابتداء میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد

جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ

طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے

مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿٥٤﴾ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ

اور وہ علم والا، قدرت والا ہے۔ اور جس روز قیامت برپا ہو گی

يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ

گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے اسی طرح وہ (رستے سے) الٹے جاتے تھے

﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ

اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے

إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ ۖ فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٥٦﴾

ہو اور یہ قیامت ہی کا دن ہے لیکن تمہیں اس کا یقین ہی نہیں تھا

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٥٧﴾

تو اس روز ظالم لوگوں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ اُن سے توبہ قبول کی جائے گی

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ
اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے اور اگر تم
جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾
اُن کے سامنے کوئی نشانی پیش کرو تو کافر کہہ دیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾
اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے مہر لگا دیتا ہے
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾
پس تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور (دیکھو) جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تمہیں بے صبر نہ بنا دیں

سورة لقمان(مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اورنہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَّرَحْمَةً
۔الٓمّٓ ۔ یہ حکمت کی (بھری ہوئی) کتاب کی آیتیں ہیں۔ نیکو کاروں کیلئے
لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
ہدایت اور رحمت۔ جو نماز کی پابندی کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور آخرت کا
هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ
یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے رب (کی طرف) سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ

اور لوگوں میں بعض ایسا ہے جو بیہودہ حکایتیں خریدتا ہے تاکہ بے سمجھے لوگ اللہ کے رستے سے گمراہ کرے[ا]

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٦﴾

اور اس سے ہنسی کرے یہی لوگ ہیں جن کو ذلت والا عذاب ہو گا

وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِيْ أُذُنَيْهِ

۔ اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا اُن کو سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں

وَقْرًا ط فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿٧﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بوجھ ہے تو اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو ۔ جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے

لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط

اُن کیلئے نعمت کے باغ ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٩﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ اُسی نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو

[ا] اس آیت کا شان نزول ایک خاص واقعہ ہے، کہ نضر بن حارث مشرکین مکہ میں سے ایک بڑا تاجر تھا، اور تجارت کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کرتا تھا، وہ ملک فارس سے شاہان عجم، کسریٰ وغیرہ کے تاریخی قصے خرید کر لایا، او مکہ کے مشرکین سے کہا کہ محمد ﷺ تم کو قوم عاد وثمود وغیرہ کے واقعات سناتے ہیں، میں تمہیں ان سے................بہتر رستم اور اسفندیار اور دوسرے شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں، یہ لوگ اس کے قصہ کو شوق ورغبت سے سننے لگے، کیونکہ ان میں کوئی تعلیم تو تھی نہیں جس پر عمل کرنے کی محنت اٹھانی پڑے، صرف لذیذ قسم کی کہانیاں تھیں، ان کی وجہ سے بہت سے مشرکین جو اس سے پہلے کلام الٰہی کے اعجاز اور یکتائی کی وجہ سے اس کو سننے کی رغبت رکھتے اور چوری چوری سنا بھی کرتے تھے، ان لوگوں کو قرآن سے اعراض کا بہانہ ہاتھ آ گیا (روح المعانی)۔

وَأَلْقٰى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

اور زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے تاکہ تم کو ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿١٠﴾

اور ہم ہی نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر (اُس سے) اس میں ہر قسم کی نفیس چیزیں اگائیں

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ الظّٰلِمُونَ

یہ تو اللہ کی پیدائش ہے تو مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو لوگ ہیں اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم

فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ

صریح گمراہی میں ہیں ۔ اور ہم نے لقمان کو دانائی بخشی کہ اللہ کا شکر کرو

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿١٢﴾

اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کیلئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بھی بے نیاز اور سزاوار حمد (وثنا) ہے

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! اللہ کیساتھ شرک نہ کرنا شرک تو

لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ

بڑا ظلم ہے ۔2۔ اور ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے

۔2۔ اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ لقمان نبی تھے یا نہ تھے؟ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ آپ نبی نہ تھے، پرہیزگار ولی اور اللہ تعالی کے پیارے بزرگ بندے تھے، ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ حبشی غلام تھے، اور بڑھئی تھے۔ جابرؓ سے جب سوال ہوا تو آپ نے فرمایا، لقمان پستہ قد اونچی ناک والے موٹے ہونٹ والے نوبی تھے۔

سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ آپ مصر کے رہنے والے حبشی تھے۔ حکمت آپ کو عطاء ہوئی تھی، لیکن نبوت نہیں=

وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿۱۴﴾

اور دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا

اور اگر وہ تیرے در پے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ علم نہیں تو اُن کا کہا نہ ماننا

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ

ہاں دنیا (کے کاموں) میں اُن کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع کرے اُس کے رستے پر چلنا

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا

پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے تو جو کام تم کرتے رہے ہو میں سب سے تم کو آگاہ کروں گا۔ بیٹا!

= ملی تھی، سعید بن میسّبؒ نے ایک مرتبہ ایک سیاہ رنگ غلام حبشی سے فرمایا اپنی رنگت کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھ، تین شخص جو اکثر لوگوں سے اچھے تھے، تینوں سیاہ رنگ تھے، بلال جو نبی ﷺ کے غلام تھے، مہجع جو فاروق اعظم کے غلام تھے، اور لقمان حکیم جو حبشہ کے نوبہ تھے, خالد ربعیؒ کا قول ہے کہ لقمان جو حبشی غلام بڑھئی تھے ان سے ایک روز ان کے مالک نے کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ۔ وہ دل اور زبان لے گئے، کچھ دنوں بعد پھر ان کے آقا نے یہی حکم دیا، اور کہا کہ آج اس کے سارے گوشت میں سے جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لا دو۔ آپ پھر بھی یہی دو چیزیں لے گئے، مالک نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ کہ بہترین ٹکڑے تجھ سے مانگے تو تو یہی دو لایا، اور بدترین ٹکڑے مانگے تو تو نے یہی لا دیئے یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا جب یہ اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی عضو نہیں اور جب یہ برے بن جائیں تو پھر سب سے بدترین بھی یہی ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ لقمان نبی نہ تھے، نیک بندے تھے، سیاہ فام غلام تھے، موٹے ہونٹوں والے اور بھرے قدموں والے۔ کہا جاتا ہے کہ داود علیہ السلام کے زمانے میں آپ گزرے ہیں۔ (ابن کثیر)۔

إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ

اگر کوئی عمل (بالفرض) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو)

أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶

یا زمین میں، اللہ اس کو قیامت کے دن لاموجود کرے گا کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

بیٹا! نماز کی پابندی کرنااور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا حکم اور بُری باتوں سے منع کرتے رہنا

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ۝۱۷

اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اُس پر صبر کرنا بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ

اور (ازراہِ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانااور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ کسی

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ

اِترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا ۔ اور اپنی چال میں اعتدال کئے رہنا

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝۱۹

اورآواز نیچی رکھنا کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ) سب آوازوں سے بُری آواز گدھوں کی ہے

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ

اورتم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ

نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے

اتَّبِعُوْا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا

اُس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اُسی کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا

أَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ إِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾

بھلا اگرچہ شیطان اُن کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو (تب بھی)

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کا فرمانبردار کر دے اور نیکوکار بھی ہو تو اُس نے مضبوط کڑا ہاتھ میں لے لیا

الْوُثْقٰى وَإِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ

اور (سب) کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔ اور جو کفر کرے اُس کا کفر تمہیں غمناک نہ کر دے

إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾

اُن کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کام وہ کیا کرتے تھے ہم اُن کو جتائیں گے بیشک اللہ دِلوں کی باتوں سے واقف ہے

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے پھر شدید عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو بول اٹھیں گے کہ اللہ نے

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے لیکن ان میں اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿٢٦﴾

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے (سب) اللہ ہی کا ہے بیشک اللہ بے نیاز اور سزاوارِ حمد (وثنا) ہے

وَلَوْ أَنَّمَا فِی الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهُ

اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو

مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿٢٧﴾

(اور) اس کے بعد سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں (یعنی اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے

مَّا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ إِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ ﴿٢٨﴾

تمہارا پیدا کرنا اور جلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہے بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ یُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی اللَّیْلِ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور (وہی) دن کو رات میں داخل کرتا ہے

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ إِلٰی أَجَلٍ مُّسَمًّی وَّأَنَّ اللّٰهَ

اور اُسی نے سورج اور چاند کو (تمہارے) زیرِ فرماں کر رکھا ہے ہر ایک، ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے اور یہ کہ اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ

تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں

دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ

وہ لغو ہیں اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کی مہربانی سے کشتیاں

فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهِ إِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ

دریا میں چلتی ہیں تاکہ وہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے (اور)

صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ
شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں۔ اور جب ان پر (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو اللہ کو پکارنے
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ط
(اور) خالص اُس کی عبادت کرنے لگتے ہیں پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو بعض ہی انصاف پر قائم
وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ
رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناشکرے ہیں۔ لوگو! اپنے رب! سے ڈرو
وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ
اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے
شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے
وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ
اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے
وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا
اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی (حاملہ) کے پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا
وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾
اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اُسے موت آئے گی بیشک اللہ ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے

سورة السجدة (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔[ا]

[ا] عن خالد بن معدان قال اقرؤا المنجية وهى (الم تنزيل) فانه بلغنى ان رجلا كان يقرأهامايقرأشيئاغيرها، وكان كثير الخطايا، فنشرت جناحهاعليه ، قالت رب! اغفرله ، فانه كان يكثرقرائتى، فشفعها الرب تعالى فيه ، وقال اكتبواله بكل خطيئة حسنة ، وارفعواله درجة ، وقال ايضا انهاتجادل عن صاحبهافى القبر، تقول اللهم ان كنت من كتابک فشفعنى فيه، وان لم اكن من كتابک فامحنى عنه، وانهاكالطيرتجعل جناحهاعليه فتشفع له، فتمنعه من عذاب القبر،وقال فى تبارک مثله .(رواه الدامى:٣٦٧٣).

خالد بن معدان سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا (رات کے ابتدائی حصہ میں) اس سورت کو پڑھا کرو جو (قبر وحشر کے) عذاب سے نجات دینے والی ہے، اور وہ سورۂ الم تنزیل ہے، کیونکہ (صحابہ سے) مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص تھا جو یہی سورۂ پڑھا کرتا تھا، وہ اس سورت کے علاوہ کچھ اور نہیں پڑھتا تھا، (یعنی اس نے اس سورت کے علاوہ اور کسی چیز کو وردقرار نہیں دیا تھا) اور وہ شخص بہت زیادہ گنہگار تھا، چنانچہ (جب اس شخص کا انتقال ہوا تو) اس سورت نے اس پر اپنے بازو پھیلا دیئے اور فریاد کی اے میرے پروردگار! اس شخص کی بخشش فرما کیونکہ یہ مجھے بہت زیادہ پڑھا کرتا تھا۔ حق تعالی نے اس شخص کے حق میں اس سورۂ کی شفاعت قبول فرمائی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کے نامہ اعمال میں اس کے ہر گناہ کے بدلہ نیکی لکھ دو اور اس کے درجات بلند کردو، نبی ﷺ یہ بھی فرماتے تھے کہ بیشک یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے۔ کہ اے الٰہی! اگر میں تیری کتاب (قرآن کریم) میں سے ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما اور اگر (بفرض محال) میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اس میں سے مٹادے، نیز خالد نے فرمایا یہ سورۂ (قبر میں) ایک پرندہ کی مانند آئے گی اور اس پر اپنے بازو پھیلا کر اس کے لئے (اللہ تعالی) سے شفاعت کرے گی۔ خالدؒ نے سورۃ ملک کے بارے میں بھی یہی کہا ہے کہ اس سورۃ کی بھی=

الٓمّٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾
الٓمّٓ۔اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیاجانا تمام جہان کے رب کی طرف سے ہے
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ
کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو ازخود بنا لیا ہے؟ (نہیں) بلکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے
لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣﴾
تاکہ تم ان لوگوں کو ہدایت کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تاکہ یہ رستے پر چلیں
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ
اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں میں ہیں سب کو چھ دن میں پیدا کیا
اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ
پھر عرش پر مستوی ہوا اس کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤﴾ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ
کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے
ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٥﴾
پھر وہ ایک روز جس کا مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہو گا اس کی طرف صعود (اور رجوع) کرے گا[2]

= یہی تاثیر اور برکت ہے۔ ''قبر میں جھگڑتی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس سورت کو پڑھتا ہے مداومت کے ساتھ تو یہ سورۃ اس کے لئے عذاب کی تخفیف یا قبر میں فراخی و وسعت یا اسی قسم کی دوسری آسانی وسہولت کی شفاعت وسفارش کرتی ہے۔

[2] یدبر الامر: نظام عالم کی تدبیر اور کائنات کا نظم ونسق اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے تکوینی احکام بندوں پر

نازل کرتا ہے اور بندوں کے اعمال صالحہ اس کی طرف چڑھتے ہیں ۔ یہ سب کچھ روزانہ ہوتا ہے حالانکہ نزول وعروج کی مسافت ہمارے حساب سے ایک ہزار برس کا راستہ ہوگی ۔معناه(واللہ اعلم) ان امره ينزل من السماء على عباده وتعرج اليه اعمالهم الصالحةالصادرة على موافقة ذالک الامر..ان نزول الامر وعروج العمل فى المسافةالف سنةمما تعدون، وهو فى يوم فان بين السمآء والارض مسيرة خمسة مائة سنة، فينزل فى مسيرة خمسة مائة سنة ويعرج فى مسيرة خمسة مائةفهو مقدار الف سنة [كبير].

مولانا مفتی شفیع صاحب نے یہ تفسیر کی ہے: یعنی اس دن کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہوگی ،اورسورۂ معارج کی آیت میں ہے:فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ یعنی اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی اس کا ایک سیدھا سا جواب تو وہ ہے جو بیان القرآن میں اختیار کیا گیا ہے کہ اس دن کے ہولناک ہونے کے سبب یہ ان لوگوں کو بہت دراز محسوس ہوگا ،اور یہ درازی بمقدار اپنے ایمان واعمال کے ہوگی ، جو بڑے مجرم ہیں ،ان کو زیادہ، جو کم ہیں ان کو کم محسوس ہوگی ، یہاں تک کہ جو دن بعض کو ایک ہزار سال کا معلوم ہوگا وہ دوسروں کے نزدیک پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

تفسیر روح المعانی میں اور بھی متعدد توجیہات علماء اور صوفیائے کرام سے نقل کی گئی ہیں ،مگر وہ سب کے سب قیاسات ہی ہیں ،ایسی چیز جس کو قرآن کا مدلول کہا جا سکے یا جس پر یقین کیا جا سکے کوئی نہیں ،اس لئے اسلم وہی طریقہ ہے جو سلف صالحین صحابہ وتابعین نے اختیار کیا، کہ اس ایک پچاس کے فرق کو علم الٰہی کے حوالہ کیا اور خود اتنا کہنے پر اکتفاء کیا کہ ہمیں معلوم نہیں۔

ابن عباسؓ نے اس کے متعلق فرمایا:همايومان ،ذكرهمااللهتعالى فى كتابه، اللهتعالى اعلم بهما،واكره ان اقول فى كتاب اللهمالا اعلم (اخرجه عبدا لرزاق والحاكم وصححه) یعنی یہ دو دن ہیں جن کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور اللہ ہی ان کی حقیقت کو جانتا ہے ،اور میں اس کو برا سمجھتا ہوں کہ میں قرآن میں وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہیں۔

ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶﴾

یہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے (اور) غالب (اور) رحم والا ہے۔ جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا (یعنی)

اَلَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷﴾

اس کو پیدا کیا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ

پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی پھر اس کو درست کرلیا پھر اُس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی

مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (مگر) تم بہت کم شکر کرتے ہو

﴿۹﴾ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ

اور کہنے لگے کہ جب ہم زمین میں ملیا میٹ ہو جائیں گے تو کیا ازسرِ نو پیدا ہوں گے؟

بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے جانے ہی کے قائل نہیں۔ کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری

وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَلَوْ تَرٰۤى

رُوحیں قبض کرلیتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور جب دیکھو

اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا

کہ گنہگار اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا

تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں (بیشک) ہم یقین کرنے والے ہیں

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ﴿١٣﴾

اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا إِنَّا نَسِيْنٰكُمْ

سو (اب آگ کے) مزے چکھو اس لئے کہ تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا (آج) ہم بھی تمہیں بھلا دیں گے

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ

اور جو کام تم کرتے تھے ان کی سزا میں ہمیشہ کے عذاب کے مزے چکھتے رہو۔ ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے

إِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

ہیں کہ جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے اور اپنے رب کی تعریف کیساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے

﴿١٥﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا

ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں

وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ

اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ اُن کیلئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک

جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَّا

چھپا کر رکھی گئی ہے یہ اُن اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔[3] بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو؟

---

[3] ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: قال اللّٰہ تعالی اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولااذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر واقرؤوا ان شئتم ﴿فلاتعلم نفس مااخفی لھم من قرة اعین﴾ الاية (خ: ٣٢٤٤، م: ٢٨٢٤).

''نہ کسی آنکھ نے'' الخ۔ کے بارے میں بھی یہ احتمال ہے کہ اس چیز (یعنی جنت) کے مظاہر شکل وصورت

آوازیں اور خاطر داریاں مراد ہوں۔مطلب یہ کہ وہاں جواعلی مناظر ہوں گے اور وہاں جونظر افروز شکلیں اور صورتیں دکھائی دیں گی،ان جیسے مناظر اور جیسی شکلیں اور صورتیں اس دنیا میں نہ دیکھی گئی ہیں،اور نہ کبھی دیکھی جاسکتی ہیں،اسی طرح وہاں کی آوازوں میں جومٹھاس،نغمگی اور دلکشی ہوگی،ایسی میٹھی،نغمہ ریز اور دلکش آوازیں اس دنیا میں آج تک نہ کسی کان نے سنی ہیں،اور نہ کبھی سنی جاسکتی ہیں،اور ایسے ہی وہاں جوخاطر ومدارت ہونگی،جونعمتیں اور لذتیں حاصل ہونگی۔ان کا تصور بھی اس دنیا میں آج تک کسی انسان کے دل میں نہیں آیا ہوگا،اور نہ کبھی اس کا کوئی تصور کیا جاسکتا ہے۔

آیت میں جس چیز کوآنکھ کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے فرحت وشادمانی،چین وراحت اور مقصود مراد پانا ہے،واضح رہے کہ(آنکھ کی ٹھنڈک) میں لفظ''قرۃ'' دراصل''قر'' سے نکلا ہے جس کے معنی ثبات وقرار کے ہیں،چنانچہ آنکھ جب اپنی محبوب چیز کودیکھتی ہے تو قرار پاجاتی ہے،اور اس طرح مطمئن ہوجاتی ہے کہ کسی اور طرف مائل نہیں ہوتی۔اس کے برخلاف جب آنکھ کسی غیر پسندیدہ اور ناگوار چیز کودیکھتی ہے اور اس کی محبوب شی سامنے نہیں ہوتی،تو وہ پریشان پریشان اور کھوئی کھوئی سی رہتی ہے،اور کسی ایک سمت قرار پانے کے بجائے ادھر ادھر بھٹکنا شروع کردیتی ہے،ایسے ہی فرحت وسرور اور راحت واطمینان کی حالت میں آنکھوں کو عجیب طرح کا کیف وسکون اور آرام ملتا ہے جبکہ خوف وغم کی حالت میں وہ متحرک ومضطرب ہوجاتی ہیں۔

یا یہ کہ''قرۃ'' کے لفظ''قُــرَّ'' سے مشتق ہے جس کے معنی''ٹھنڈک اور خنکی'' کے ہیں،اس صورت میں کہا جائے گا،کہ آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد وہ مخصوص لذت وکیف ہے،جومحبوب اور پسندیدہ چیز کودیکھ کر اور اپنا مقصود ومطلوب پا کر آنکھ محسوس کرتی ہے،اس کے برخلاف آنکھ جب کسی غیر پسندیدہ اور ناگوار چیز اور دشمن کودیکھتی ہے اور مطلوب ومقصود کے انتظار میں ہوتی ہے تو گویا اس وقت وہ ایک خاص جلن اور سوزش محسوس کرتی ہے،اسی مناسبت سے پیاری اولاد کو''قرۃ العین''،یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا جاتا ہے۔

نیز ایک حدیث میں جو یوں آیا ہے:''**جعلت قــرة عينى فى الصلواة**''(**مسنداحمد:۳/۱۹۹،و النسائی:۷/۶۱**) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے،تو اس میں بھی لفظ''قرۃ'' کے دونوں معنی مراد ہوسکتے ہیں۔

اور اسی طرح ایک روایت اسماء بنت یزید سے نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **يحشر الناس فى صعيد واحد يوم القيامة، فينادى منادفيقول:اين الذين كانت"تتجافى جنوبهم عن المضاجع"فيقومون وهم**

قلیل فیدخلون الجنة بغیر حساب ثم یؤمر لسائر الناس الی الحساب. (شعب الایمان: ۴/۵۳۹، مشکواۃ: ۵/۱۷۶۲). "**تتجافی جنوبھم عن المضاجع**" (جن کے پہلو بستروں اور خوابگاہوں سے جدا رہتے تھے) سے مراد یا تو وہ بندگان اللہ ہیں جو رات میں اپنی پرسکون نیند کی راحت سے صرف نظر کر کے اور اپنے آرام دہ بستروں اور خوابگاہوں کو چھوڑ کر اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں، اور نماز تہجد پڑھتے ہیں! اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاید وہ لوگ مراد ہوں جو صلاۃ الاوابین پڑھتے ہیں، نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہوں جو عشاء اور فجر کی نماز پڑھتے ہیں، بہرحال حدیث کے ان الفاظ سے قرآن کریم کی ان آیتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے، جن میں اللہ تعالی نے اپنے عبادت گذار اور پاکباز بندوں کو یوں متعارف کرایا ہے۔ پس ان آیات میں ان صفات اور خوبیوں کا ذکر ہے جو اہل ایمان کا خاصہ ہیں، اور جن میں سے بعض صفات تو ایسی ہیں جن پر خود ایمان ہی موقوف ہے، اور بعض صفات ایسی ہیں جن پر ایمان کا کامل ہونا موقوف ہے نیز مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان وعمل کا کمال رکھنے والے بندگان خاص قیامت کے دن حساب کتاب کے مرحلہ سے محفوظ رہیں گے۔ ان پر کوئی سختی نہیں ہوگی، ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، اور وہ اپنے رب کی بے پایاں عنایتوں اور رحمتوں کے سایے میں رہتے ہوئے حساب کتاب کے بغیر سیدھے جنت میں پہنچا دیے جائیں گے۔

''بہت تھوڑے لوگ'' میں اس طرف اشارہ ہے کہ چونکہ اس دنیا میں اہل ایمان کی تعداد اہل کفر کی تعداد سے کم ہے اور برے لوگوں کے مقابلہ میں نیک لوگ کم ہوتے ہیں، لہٰذا آخرت میں بھی اس دن ایسے لوگوں کی تعداد جو حساب کے بغیر جنت میں داخل کئے جانے کی سعادت کے سزاوار ہونگے۔ نسبتا کم نکلے گی، پس یہ بات قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ اہل حق اور نیکوکار لوگ ہمیشہ اقلیت میں ہوتے ہیں، اور اہل باطل و بدکار لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے، جیسا کہ ایک جگہ فرمایا گیا ہے: "**الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وقلیل ماھم**" (ص:۲۴) مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں، اور ایک موقعہ پر یوں ارشاد ہوا ہے: "**وقلیل من عبادی الشکور**" (سبا:۱۳) اور میرے بندوں میں (طاعت وعبادت کے ذریعہ میرا) شکر ادا کرنے والے کم ہی ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اور اہل حق کا اقلیت میں ہونا اور اس اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ان کا مختلف قسم کے سماجی، معاشرتی، اور سیاسی مصائب وآلام میں مبتلا ہونا اور طرح طرح کے ظلم و جور سہنا ان کے لئے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے وہ تنگ دل اور مایوسی کا شکار ہوں۔ بلکہ حقیقت میں ان کے اللہ کی طرف سے ان کے لئے ایک اعزاز اور ایک سعادت ہے، اور آخرکار جس کا صلہ انہیں ابدی راحتوں اور نعمتوں کی صورت میں ملنے والا ہے۔

يَسْتَوُنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ
دونوں برابر نہیں ہو سکتے ۔ جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کے (رہنے کے) لئے باغ ہیں
الْمَأْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَأْوٰىهُمُ النَّارُ
یہ مہمانی اُن کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے ۔ اور جنہوں نے نافرمانی کی اُن کے رہنے کیلئے دوزخ ہے
كُلَّمَآ اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا
جب چاہیں گے کہ اُس میں سے نکل جائیں تو اُس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا
وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ
کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اُس کے مزے چکھو۔ اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا
مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾
دنیا کا عذاب بھی چکھائیں گے اس لئے کہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا
اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ اُن سے منہ پھیر لے
اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
ہم گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں ۔ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی [4]
فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ﴿۲۳﴾
توتم اُس کے ملنے سے شک میں نہ ہونا اور ہم نے اُس (کتاب) کو (یا موسیٰ کو) بنی اسرائیل کیلئے (ذریعہ) ہدایت بنایا

---

[4] یہ توحید پر دلیل نقلی ہے یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اس میں بھی یہی دعویٰ مذکور تھا کہ اللہ =

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

اور اُن میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

بلاشبہ تمہارا رب ان میں جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے روز فیصلہ کر دے گا

= کے سوا کوئی کارساز اور عالم الغیب نہیں اس لئے صرف اسی ہی کو پکارو۔ اور اس کے سامنے شفیع غالب بھی کوئی نہیں جو اس سے کام کرا سکے تو جس طرح مشرکین قران کے منجانب اللہ ہونے میں شک کرتے ہیں اسی طرح منکرین نے تورات کے بارے میں بھی شک کیا۔ حالانکہ دونوں منجانب اللہ ہیں لہٰذا تورات کے منزل من اللہ ہونے میں بھی کسی کو شک وشبہ نہیں ہونا چاہئے۔

''لقائه'' لقاء مصدر اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے یا فاعل کی طرف، پہلی صورت میں فاعل مقدر ہوگا اور دوسری صورت میں مفعول، یعنی موسیٰ علیہ السلام کے کتاب کو پا لینے یا کتاب کے موسیٰ علیہ السلام کو پہنچنے میں کوئی شک نہ کرے۔ ولقاء مصدر مضاف الی مفعوله وفاعله موسٰی ای من لقاء موسٰی الکتاب او مضاف الی فاعله ومفعوله موسٰی ای من لقاء الکتاب موسٰی ووصوله الیه۔ روح المعانی۔ یا یہ کہ ''لقائه'' کی ضمیر قران کی طرف راجع قرار دیکر مطلب یہ لیا گیا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے کتاب دی، آپؐ بھی اپنی کتاب کے آنے میں کوئی شک نہ کریں، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ایسے الفاظ آئے ہیں، ''وانک لتلقی القرآن'' (نمل: ٦) یا یہ کہ ''لقائه'' کی ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور معنی یہ ہے کہ اس آیت میں نبی ﷺ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہونے کی خبر دی گئی ہے، اور فرمایا کہ آپ اس میں شک نہ کریں کہ آپ ﷺ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوگی، چنانچہ ایک ملاقات شب معراج میں ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، پھر قیامت میں ملاقات ہونا بھی ثابت ہے۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ
کیا ان کو اس (امر) سے ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے اُن سے پہلے بہت سی اُمتوں کو جن کے مقاماتِ سکونت میں یہ چلتے
إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ أَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا
پھرتے ہیں ہلاک کر دیا بیشک اس میں نشانیاں ہیں تو یہ سنتے کیوں نہیں؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا
نَسُوْقُ الْمَآءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ
کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں پھر اُس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے
وَأَنْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
ہیں اور وہ خود بھی (کھاتے ہیں) تو یہ دیکھتے کیوں نہیں؟۔ اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہوگا؟
﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾
کہہ دو کہ فیصلے کے دن کافروں کو اُن کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی
فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾
تو اُن سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو یہ بھی انتظار کر رہے ہیں

سورة الاحزاب(مدنية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا
اے پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا بیشک اللہ جاننے والا

حَكِيْمًا ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اور حکمت والا ہے۔[۱] اور جو (کتاب) تم کو تمہارے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اسی کی پیروی کیے جانا بیشک اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔ اور اللہ پر بھروسا رکھنا اور اللہ ہی کارساز کافی ہے ۔

مَّا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللّٰٓئِيْ

اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری عورتوں کو جن کو تم

تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ أُمَّهٰتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَكُمْ أَبْنَآءَكُمْ

ماں کہہ بیٹھتے ہو تمہاری مائیں بنائیں ہیں اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنائیں ہیں

---

[۱] یاایها النبی ، الایة ، صلح حدیبیہ کے بعد مشرکین ومنافقین کا ایک وفد جو ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل، عبداللہ بن ابی اور معتب بن قشیر وغیرہ پر مشتمل تھا۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے محمد! ہم تم سے یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارے معبودوں کو برائی سے یاد کرنا چھوڑ دو اور صرف اتنی بات مان لو! کہ وہ عنداللہ شفیع ہیں، اور نفع پہنچا سکتے ہیں تو تمہیں ازادی ہے کہ بے شک تم اپنے اللہ واحد کی عبادت کرو۔ اور دوسرے احکام کی تبلیغ کرو ہم تم سے کوئی تعارض نہ کریں گے۔ یہ بات آپ کو بہت ناگوار گذری اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں: قالوا لرسول اللہ ﷺ ارفض ذكر الهتنا وقل انها تشفع وتنفع وندعك وربك، فشق ذلك على النبى ﷺ و المؤمنين وهموا بقتلهم فنزلت (روح المعانی)۔ مشرکین چاہتے تھے کہ نبی ﷺ اگر نرم ہو جائیں تو وہ بھی اپنا رویہ نرم کر لیں گے لیکن اللہ نے آپ کو اس معاملہ میں نرمی اختیار کرنے سے منع فرما دیا۔ اور حکم دیا کہ تبلیغ توحید میں ذرا برابر کوتاہی یا نرمی نہ ہونے پائے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ودوا لو تدهن فيدهنون ۔(القلم:۹) اور مائدہ:۶۷، میں فرمایا: بلغ ماانزل اليك من ربك فان لم تفعل فمابلغت رسالته ۔ اور سورۂ بنی اسرائیل:۷۵، میں ارشاد ہے: لقد كدت تركن اليهم شيئا قليلا اذا لأذقنك ضعف الحياة وضعف الممات ۔=

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ﴿۴﴾

یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ دکھاتا ہے [۲]

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَإِنْ لَّمْ

مومنو! لے پالکوں کو اُن کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے اگر تمہیں

= یہ آیتیں تین اوامر اور ایک نہی پر مشتمل ہیں۔اتق اللہ، یہ پہلا امر ہے یعنی تقوی اور خوف الٰہی پر قائم رہیں اور اللہ کے احکام کے خلاف ہرگز کوئی قدم نہ اٹھائیں۔و المقصود الدوام و الثبات علیھا(روح المعانی).

و لاتطع الکفرین ۔یہ نہی ہے، کفار اور منافقین نے آپ سے جو نرمی کرنے کا مطالبہ کیا ہے آپ ان کی بات ہرگز نہ مانے اور مسئلہ توحید بیان کرنے میں ہرگز ان کی رعایت نہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے، اگر آپ کی نرمی سے ان کے ایمان لانے کا امکان ہوتا تو آپ کو نرمی کرنے سے روکا نہ جاتا۔ودل بقوله ان الله کان علیماحکیما علی انه کان یمیل الیھم استدعاءً لھم الی الاسلام ، ای لوعلم الله عزوجل ان میلک الیھم فیه منفعة لمانھاک عنه لانه حکیم۔

"واتبع" الایۃ یہ دوسرا امر ہے، اللہ کیطرف سے آپ پر جو امور واحکام دین وحی ہو رہے ہیں، آپ انکی پیروی کریں، کفار اور منافقین کی باتوں کی پیروی نہ کریں، اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال سے باخبر ہے، اہل ایمان کو صلاح وتقوی کی راہ ہی سمجھاتا ہے، اور کفار ومنافقین کے مکروفریب سے باخبر کردیتا ہے، ان الله خبیر بمایعمله کلا الفریقین فیرشدک الی مافیه صلاح حالک وانتظام امرک ویطلعک علی مایعملونه من المکائدو المفاسد(ابو السعود).

وتو کل، الایۃ، یہ تیسرا امر ہے، آپ بلاخوف وخطر توحید کی تبلیغ کرتے جائیں اور اگر کوئی ڈر خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، اور اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں، اس سے بہتر کوئی کارساز اور حافظ وناصر نہیں۔

[۲] "ماجعل الله لرجل ، یہ ماقبل کی دلیل ہے بطور تمثیل فرمایا: جس طرح ایک جوف میں دو دل جمع نہیں ہوسکتے اسی طرح ایک دل میں دو اعتقاد جمع نہیں ہوسکتے ، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ آپ اللہ کو بھی نافع وضار سمجھیں اور مشرکین کے

باطل معبودوں کوبھی،لایجتمع الکفر والایمان باللہ تعالی فی قلب کمالایجتمع قلبان فی جوف واحد،فالمعنی لایجتمع اعتقادان متغائران فی قلب ،الخ،قرطبی۔

یادودل ہونے سے دو رُخ ہونا مراد ہے کہ اللہ کوبھی نافع سمجھیں اور غیراللہ کوبھی،اللہ تعالی سے بھی ڈرے اور غیراللہ سے بھی،

دودل بودن بجز بے حاصلی نیست　　　یکے بین و یکے دان و یکے گو

یکے خواہ و یکے خوان و یکے جو

"وماجعل ازواجکم"، یہ ماقبل کے لئے پہلی نظیر ہے زمانہ جاہلیت میں رواج تھاجب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کر لیتا،یعنی اپنی بیوی سے کہہ دیتا کہ تو میرے لئے،میری ماں کی مانند ہےتو وہ اسے طلاق کا درجہ دیتااور کسی صورت میں بیوی کے طور پر اپنے پاس نہ رکھتا،اوراسے ہمیشہ اپنی ماں کے مانند سمجھتا،اسلام نے اس رسم جاہلیت کواٹھایااور کفارہ ظہار آدا کرنے کے بعد تعلقات زوجیت بحال رکھنے کاحکم دیا،اس آیت میں ارشادفرمایا:تم اپنے بیویوں کوظہار کے بعداپنی مائیں سمجھ بیٹھتے ہو،تمہارے اس زعم سےتمہاری مائیں نہیں بن جاتیں،تمہاری مائیں وہی ہیں جنہوں نے تمہیں جنم دیاہے، بعینہ اسیطرح کسی کے کہنے اور سمجھنے سے معبودان باطل اللہ کے یہاں شفیع غالب اورنافع وضارنہیں بن جاتے،نافع وضاروہی ذات پاک ہےجس کے قبضہ واختیار میں سارانظام کائنات ہے۔

"وماجعل ادعیاء کم"اورایک قدیم رواج یہ بھی تھا کہ کسی کواپنا بیٹا بنالیا یہاں تک کہ آدمی اوراس کے متبنی کے درمیان وراثت بھی جاری ہوتی اورمتبنی کی بیوی کوحقیقی بہوسمجھا جاتا،یہاں تک کہ متبنی کی بیوہ یامطلقہ سے نکاح کرنا حرام سمجھا جاتا تھا۔چنانچہ اس رواج کے مطابق نبی کریمﷺ نے بعثت سے پہلے زیدبن حارثہ کواپنا متبنی بنالیا تھا،اسلام نے اس رسم کوبھی اٹھادیا،ابطال لماکان فی جاھلیة وصدرمن الاسلام من انه اذا تبنی الرجل ولدغیره اجریت احکام البنوة علیه، وقدتبنی رسول اللهﷺقبل البعثة زیدبن حارثةؓ(روح) ۔جس طرح کسی کے بیٹے کوبیٹا بنالینے سے وہ بیٹانہیں بن جاتا،اسی طرح زبانی دعوی سے معبودان باطل شفیع اورنافع وضارنہیں بن جاتے۔

"ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ" الایة ،یہ تمہاری منہ کی باتیں ہیں حقیقت اورنفس الامر سےان کا کوئی تعلق نہیں،اللہ تعالی ایسی بےسروپاباتوں کی اجازت نہیں دیتا،وہ تو حق بیان کرتااورسیدھی راہ دکھاتا ہے،اس لئے ظہاراورمتبنی کے بارے میں اللہ تعالی نےحق بات ظاہر فرمادی،اوراس بارے میں جوسیدھی راہ اورمنصفانہ روش تھی،واضح کردی۔

تَعۡلَمُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَمَوَالِيۡكُمۡ وَلَيۡسَ

ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم

عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ فِيۡمَاۤ اَخۡطَاۡتُمۡ بِهٖ وَلٰكِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ وَكَانَ اللّٰهُ

پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو قصد دل سے کرو (اس پر مواخذہ ہے) اور اللہ

غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۞ [۳] اَلنَّبِىُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُهٗۤ

بخشنے والا مہربان ہے ۔ [۳] پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں

اُمَّهٰتُهُمۡ‌ وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ

اُن کی مائیں ہیں اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کی رُو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے

فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَفۡعَلُوۡۤا اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـئِكُمۡ مَّعۡرُوۡفًا

زیادہ حقدار ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو (تو اور بات ہے) ۔

---

[۳] "ادعوھم" الایۃ، جسے متبنیٰ بنالیا جاتا تھا اس کے منہ بولے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے مثلاً زید بن محمد، سالم بن ابی حذیفہ، عامر بن خطاب وغیرہ حالانکہ ان تینوں کے نسبی باپ اور تھے، اور فرمایا ان کو ان کے اصل باپوں کی طرف منسوب کر کے بلایا کرو کیونکہ اللہ کے نزدیک یہی طریقہ عدل وصدق کے مناسب ہے، اور اگر تمہیں ان کے باپ نہ معلوم ہوں، تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں، انہیں اپنے بھائی کہہ کر بلایا کرو، غلطی سے جو پہلے ہوتا رہا معاف ہے، اب آئندہ حکم واضح ہوجانے کے بعد اگر ان کو ان کے اصل باپوں کے سوا منہ بولے باپوں کی طرف منسوب کرو گے تو یہ بہت بڑا جرم اور گناہ ہوگا۔

كَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۶﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ
یہ حکم کتاب (یعنی قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے۔ اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا
وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّإِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ
اور تم سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے
وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۷﴾ لِیَسْئَلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ
اور عہد بھی ان سے پکا لیا ۔ تاکہ سچ کہنے والوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے
وَأَعَدَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا أَلِیْمًا ﴿۸﴾ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ
اور اُس نے کافروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔ مومنو! اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو
عَلَیْکُمْ إِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا
جو (اُس نے) تم پر جب فوجیں تم پر آئیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر نازل کئے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے
وَکَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ﴿۹﴾ إِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ
اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اُن کو دیکھ رہا ہے ۔ جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے
أَسْفَلَ مِنْکُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ
اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے
بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ﴿۱۱﴾
لگے ۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے [4]

---

[4] ''یـایھـاالـذیـن امنوااذکروا''الایة، یہ مؤمنوں کے لئے حکم ہے۔اے ایمان والو! نبی علیہ السلام نے

جاہلیت کی رسم کو توڑا ہے۔کفار ومنافقین آپ کی مخالفت کر رہے ہیں ،تم ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا ساتھ دینا اور کفار ومنافقین کی مخالفت سے مت ڈرنا، میں تمہارا ناصر وحامی ہوں جس طرح اسباب کی ناموافقت کے باوجود غزوۂ احزاب میں، میں نے تمہاری مدد کی ۔غزوۂ احزاب کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔

چار یا پانچ سنہ ہجری کو مشرکین عرب اور یہود نے متحد ہو کر فیصلہ کیا کہ عرب کے تمام معروف قبائل سے ایک عظیم فوج تیار کر کے مدینہ پر حملہ کیا جائے اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ مختلف قبائل کے جوان اپنے اپنے سرداروں کے زیر کمان مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے ۔قریش کا قائد ابوسفیان بن حرب ، بنواسد کا طلیحہ ،غطفان کا عیینہ بنو عامر کا عامر بن طفیل، بنوسلیم کا ابوالدعور سلمی ، بنونضیر کا حیی بن اخطب اور بنوقریظہ کا کعب بن اسد تھا۔ان کی مجموعی تعداد دس اور پندرہ ہزار کے درمیان تھی۔

جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی روانگی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے مشورے سے مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا کام شروع کرا دیا جو مشرکین کی فوج پہنچنے سے قبل مکمل ہو گیا۔مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔درمیان میں خندق حائل تھی ،اسی حال میں تقریباً ایک ماہ گذر گیا، اس دوران میں سنگباری اور تیر اندازی کے بغیر کوئی باقاعدہ جنگ نہ ہوئی سوا چند انفرادی جھڑپوں کے۔مشرکین نے مدینہ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور ہر طرف خوف وہراس پھیل گیا اور منافقین نے بھی اپنے قول وفعل سے مسلمانوں میں بد دلی اور بے اعتمادی کی فضا پیدا کرنے کی پوری پوری کوشش کی ۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مدد کے لئے فرشتوں کی فوج اتار دی اور ساتھ ہی تیز وتند طوفان باد بھی بھیج دیا، جس سے ان کے خیموں کی میخیں اکھڑ گئیں ،گھوڑے بدک کر بھاگنے لگے ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں، اوران کے دلوں پر ایسا رعب طاری ہوا کہ مشرکین کی فوجیں تتر بتر ہو گئیں اور شکست کھا کر بھاگ نکلیں۔

''اذكـروا نـعـمة الله'' یہاں اللہ تعالیٰ کے ''انعام'' سے غزوۂ خندق میں فتح ونصرت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہود ومشرکین کی عظیم فوجوں پر مسلمانوں کو عطا فرمائی۔

اذجـآؤكم الخ یہ **اذجـآء تكم** سے بدل ہے۔فوق سے جانب مشرق اور اسفل سے جانب مغرب وجنوب مراد ہے۔یا چاروں طرف سے کنایہ ہے یعنی کافروں کی فوجیں چاروں طرف سے آ پہنچیں ،اور انہوں نے مدینہ منورہ کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔

''واذزاغت الابصار'' فوجوں کی کثرت سے تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں،اور شدت خوف سے =

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض

إِلَّا غُرُورًا ﴿۱۲﴾ وَإِذْ قَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَٰٓأَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ

دھوکے کا وعدہ کیا تھا۔اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ اے اہلِ مدینہ! تمہارے لئے (ٹھہرنے کا) مقام نہیں

= تمہارے دل منہ آنے لگے.

"وتظنون باللہ الظنونا" خطاب مخلص مؤمنوں سے ہے،باللہ ای فی حق اللہ مسلمانوں کی تعداد دشمن کے مقابلے میں بہت کم تھی اور دشمن کی فوجیں چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیرے ہوئے تھیں۔

اور بظاہر فتح کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اس لئے بتقاضائے بشریت مسلمانوں کے دلوں میں مختلف خیالات رونما ہونے لگے بعض کا خیال تھا کہ شاید آج ہمیں فتح نصیب نہ ہو۔اور بعض کا خیال تھا کہ فتح ہماری ہی ہوگی، اور بعض مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال بھی آیا کہ آج کافر مدینہ پر قبضہ کرلیں گے،لیکن بالاخر اللہ تعالی مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ یا یہ خطاب ان تمام لوگوں سے ہے جو علی الاطلاق ایمان کا اظہار کرتے تھے خواہ اخلاص کے ساتھ خواہ نفاق کے ساتھ،اس طرح یہ خطاب مخلصین اور منافقین سب کو شامل ہوگا۔اور ظنون سے مختلف انواع ظنون مراد ہوں گے۔مخلصین یہ خیال کررہے تھے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یقیناً فتح ہماری ہوگی جیسا کہ مخلصین کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ،الایة.

اور منافقین کا گمان تھا کہ وعدہ نصرت جھوٹا ہے اور آج مسلمانوں کا دنیا سے نام ونشان مٹ جائے گا۔جیسا کہ منافقین کے بارے میں فرمایا: وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ،الایة،

قال الحسن ظن المنافقون ان المسلمين يستأصلون، وظن المومنون انهم ينصرون (قرطبی،روح).

فَارْجِعُوْا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ
تو لوٹ چلو اور ایک گروہ ان میں سے پیغمبر سے اجازت مانگنے اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں
إِنْ يُّرِيْدُوْنَ إِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا
حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔ اور اگر (فوجیں) اطرافِ مدینہ سے ان پر آ داخل ہوں
ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا إِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا
پھر اُن سے کفر کیلئے کہا جائے تو (فوراً) کرنے لگیں اور اس کیلئے بہت ہی کم توقف کریں ۔ حالانکہ
اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْأَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنفَعَكُمُ
پہلے اللہ سے اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے (جو) اقرار (کیا جاتا ہے اس) کی ضرور پرسش ہوگی
الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾
کہہ دو کہ اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگتے ہو تو بھاگنا تم کو فائدہ نہیں دے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے [5]
قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُم مِّنَ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا
کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اُس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنا چاہے
أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُم مِّن دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾
(تو کون اُس کو ہٹا سکتا ہے)؟ اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو اپنا نہ دوست پائیں گے اور نہ مددگار
قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا
اللہ تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو (لوگوں کو) منع کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ

---

[5] واذیقول ،الایة: یہ ''اذزاغت ''پرمعطوف ہے(روح المعانی)و الذین فی قلوبھم مرض سے

منافقین ہی مراد ہیں اورعطف تغایروصف کی وجہ سے ہےجوزان یکون المرادبھم المنافقون انفسھم و العطف لتغـایـر الوصف(روح) غزوہ خندق میں رسول علیہ السلام نے ایک پتھر کوتوڑنے کے لئے اس کوضرب لگائی تواس میں سے بجلی کی سی روشنی اور چمک نمودار ہوئی۔اس وقت تمام صحابہ کوآپ ؐ نے فارس،یمن،روم اورحبشہ کی فتح کی خوشخبری دی۔یہ بات منافقین نے بھی سنی توبطوراستہزاء وتمسخر کہنے لگے۔محمدﷺ ہمیں قیصروکسری کے خزانوپرقابض ہونے کی خبر دیتاہے۔اورآج ہماراحال یہ ہے کہ ہم قضائے حاجت کے لئے بھی باہرنہیں جاسکتے۔اس لئے یہ ویسی ہی ہوائی اورجھوٹے وعدے ہیں،اس ایت میں منافقین کی اس شرنگیز گفتگو کاذکرکیا گیاہے۔ایسی باتوں سے منافقین کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں میں بددلی پیداہو۔اوران کی حوصلہ شکنی ہو۔وذلک ان طعـمة بـن ابیـرق ومعتب بن قشیروجماعة نـحوا مـن سبـعیـن رجـلا قـالـوا یـوم الـخـندق کیف یعدناکنوز کسری وقیصرو لایستطیع احدناان یتبرز(قرطبی)

”غـرورا“ ای بـاطلامن القول (قرطبی).یہ وعدہ العیاذباللہ سراسرجھوٹاہے.قال الشیخ رحمہ اللہ،غرورا،ای وعداصاحب غرور ای کذب.

واذقـــــالـــــــت ،الایة، اس میں ایک اورشرارت کاذکرہے،اہل یثرب سے مدینہ والےتمام مسلمان مراد ہیں۔منافقین اپنی خفیہ ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں میں بددلی کی فضاپیداکرنے کی کوشش کررہے تھے۔وہ مسلمان سے کہنے لگے اب مشرکین کی ان فوجوں کے سامنے تمہاراٹھہرنااوراپنی جان بچانامشکل اورناممکن ہے۔اس لئے اب ایمان کوچھوڑکراپنے پہلے دین شرک میں واپس آجاؤ۔یاان کامطلب یہ تھا کہ مشرکین کے مقابلے میں ٹھہرناناممکن ہے۔اس لئے اپنے اپنے گھروں کوواپس چلے جاؤ۔اس سے منافقین کامقصد یہ تھا کہ مسلمان میدان چھوڑکربھاگ جائیں۔لامـقام لکم فی حومة القتال والممانعة فارجعواالی بیوتکم ومنازلکم ،امروھم بالھرب عن رسول اللہﷺ، وقیل فارجعواالی دینکم الاول واسلموہ الی اعدائہ (بحر)۔

”ویستــــأذن“ منافقین کی ایک جماعت جھوٹے اورلنگڑے بہانوں کےذریعہ نبی علیہ السلام سے گھروں کو واپسی کی اجازت لے رہی تھی،منافقین نبی علیہ السلام سے کہہ رہے تھے کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں اوران کی حفاظت کاکوئی سامان نہیں بچوں اور بوڑھوں کے سواان میں کوئی نہیں،ایسانہ ہوکہ دشمن موقع پاکرنقصان پہنچائیں،حالانکہ ان کے گھروں کوکوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ نبیﷺ نے تمام حفاظتی تدابیراختیارفرمائی تھیں،وہ صرف جہاداورمسلمانوں کی مدد سے

بھاگنا چاہتے تھے۔

''ولو دخلت '' یہ منافقین کے نفاق اور فساد باطن کی ایک نہایت عمدہ تمثیل ہے ''دخلت'' کا نائب فاعل ''بیوت '' کی ضمیر ہے ''اقطارھا'' کی ضمیر مدینہ سے کنایہ ہے ''الفتنہ'' سے مراد قتال ہے، فرض کرو اگر یہ منافقین اپنے گھروں میں موجود ہوں، اور مدینہ کی چار سمتوں سے فسادی لوگ ان کے گھروں میں آ گھسیں، پھر نبی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور شخص ان کو فتنہ وفساد کی طرف لڑائی کیلئے دعوت دے تو اپنے گھروں کو اس طرح خطرے میں چھوڑ کر فوراً فتنے کی آگ میں کود پڑیں گے، اور ذرا توقف وتأمل نہ کریں گے اس لئے یہ گھروں کے خطرے میں ہونے کا عذر محض جہاد اور نصرت اسلام سے جان بچانے کے لئے کر رہے ہیں، یا فتنہ سے مراد شرک ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر مشرکین ان کے گھروں میں جا گھسیں اور انہیں شرک کرنے پر امادہ کریں تو یہ لوگ بلاتوقف فوراً شرک کرنے لگیں گے اور کفر کو قبول کر لیں گے۔ یہ ہے ان کے ایمان کی کمزوری کا حال (روح)۔

''ولقد کانوا '' حالانکہ یہ منافقین جو اس وقت راہ فرار تلاش کر رہے ہیں، اللہ سے عہد کر چکے ہیں کہ آئندہ وہ میدان جہاد سے کبھی پیٹھ نہیں پھریں گے، اور عہد و پیمان کو توڑنا نا قابل مواخذہ جرم ہے یہ وہ منافقین تھے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہوئے لیکن جب بدر میں انہوں نے مسلمانوں کی شاندار فتح اور کامیابی دیکھی تو پچھتائے اور نبی علیہ السلام سے عہد کیا کہ اب اگر اللہ نے ہمیں کبھی جہاد کا موقع دیا تو ہم کبھی پیچھے نہ رہیں گے، اور نہ میدان جہاد سے بھاگیں گے، لیکن اب غزوہ خندق میں بھاگنے کے بہانے تراش رہے ہیں: قال قتادہ وذلک انھم غابوا عن بدر ورأو ماعطی اللہ اھل بدر من الکرامة والنصر فقالوا لئن اشھدنا اللہ قتالا لنقاتلن (قرطبی).

''قل من '' اس ایت میں حذف ہے از قبیل علفتھا تبنا و ماء باردا، اصل میں تھا۔ اومن ذی الذی یمنع رحمة اللہ منکم ان ارادبکم رحمة (روح)۔

اس ایت میں پہلی ایت ہی کے مضمون کو ایک نئے انداز میں اور ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالی کی قضاء وقدر کے آگے کسی کا بس نہیں چل سکتا۔ اللہ کی طرف سے تمھارے لئے جو تکلیف اور دکھ مقدر ہے اس سے تمہیں کوئی بچا سکتا اور نہ اللہ کی رحمت ہی سے تمہیں کوئی محروم کر سکتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی کسی کا کارساز اور یار و مددگار نہیں جو تکلیف اور مصیبت سے کسی کو بچا سکے۔

''قد یعلم اللہ '' یہ ان منافقین پر زجر ہے جو لوگوں کو جہاد سے روکتے اور ان کی ہمت شکنی کرتے تھے،=

وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَآءَ الْخَوْفُ

اور لڑائی میں نہیں آتے مگر کم ۔ (یہ اس لئے کہ) تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں پھر جب ڈر آئے

=اے منافقین! اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے جہاد میں جانے والوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنی بھائی بند منافقوں سے کہتے ہیں (ہمارے پاس آ جاؤ) اور اپنے گھروں میں باغوں میں درختوں کے سایوں میں ارام سے بیٹھو، اس شدت کی گرمی میں جنگ کر کے اپنا ارام کیوں غارت کرتے ہو، اور وہ خود بھی بہت شاذونادر انتہائی مجبوری کی صورت میں شریک جہاد ہوتے ہیں۔

''اشحة علیکم'' اور جب بامر مجبوری جہاد میں شریک ہوتے ہیں تو اپنے جسم وجاں اور مال کا انتہائی بخل کرتے ہیں۔ کیا مجال کے دشمن سے مقابل ہو کر لڑیں۔ اور اپنے جسم پر آنچ آنے دیں۔ اور ایک کوڑی ہی جہاد میں خرچ کر ڈالیں۔ **اشحة علیکم ای بانفسھم وابدانھم (کبیر). ای بخلاء علیکم بالنفقة و النصرة (روح)**۔

''فاذا جاء'' پھر جب دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ لاحق ہوتو ایسے دہشت زدہ ہو کر آپ کی طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی پر سکرات الموت طاری ہو، اور جب خوف زائل ہو جائے تو مال غنیمت کے لالچ میں تندی وتیزی کے ساتھ اپ لوگوں سے زبان درازی کرتے ہیں، تم ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو، فتح تو ہماری ہی مدد سے نصیب ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ، اس ایت میں منافقین کی انتہائی بزدلی اور دنیا کی حرص وارز وکا ذکر کیا گیا ہے۔ **الخیر** سے یہاں مال غنیمت مراد ہے **اشحة سلقوا** کے فاعل سے حال ہے۔ **اولئک لم یؤمنوا** '' یہ لوگ سرے سے ایمان لائے ہی نہیں محض زبانی اقرار کا کوئی فائدہ نہیں، اس لئے ان کے تمام اعمال رائیگاں ہیں۔ اور ان کا کوئی اجر وثواب نہیں۔

''یحسبون'' یہ منافقین کی انتہائی بزدلی ہے مشرکین وکفار کی فوجیں ناکام ہو کر واپس جا چکی ہیں، لیکن منافقین مارے خوف کے ابھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ فوجیں ابھی اپنے مورچوں سے نہیں ہٹیں، **ای ھم من الجزع والدھشة لمزیدجبنھم وخوفھم بحیث ھزم اللہ تعالی الاحزاب فرحلوا وھم یظنون انھم لم یرحلوا (روح)**۔

شیخ حسین علی فرماتے ہیں کہ **یحسبون** کی ضمیر **معوقین** اور **قائلین** دونوں فریقوں سے کنایہ ہے۔

رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ تَدُوْرُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ

تو تم اُن کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں (اور) اُن کی آنکھیں پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو

فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُوْلٰئِكَ

پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کیساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں یہ لوگ

لَمْ يُؤْمِنُوْا فَأَحْبَطَ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾

(حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے اُن کے اعمال برباد کر دیئے اور یہ اللہ کو آسان تھا

يَحْسَبُوْنَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَإِنْ يَّأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ أَنَّهُمْ

(خوف کے سبب) خیال کرتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں اور اگر لشکر آ جائیں تو تمنا کریں کہ (کاش)

بَادُوْنَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُوْنَ عَنْ أَنْبَآئِكُمْ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْا

گنواروں میں جا رہیں (اور) تمہاری خبریں پوچھا کریں اور اگر تمہارے درمیان ہوں تو لڑائی نہ کریں

إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

مگر کم ۔ تم کو پیغمبر الٰہی کی پیروی (کرنی) بہتر ہے

لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾

اُس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید ہو،اور یاد کیا اللہ کو بہت زیادہ [6]

---

[6] ''لقد کان '' اس میں اتباع رسول ﷺ کی ترغیب ہے پیغمبر اللہ ﷺ نے خندق کھودنے اور کفار کا مقابلہ کرنے میں صبر واستقلال اور سکون وثبات کا جو بہترین عملی نمونہ پیش فرمایا ہے مسلمانوں کو اس کی پیروی کرنا چاہیئے تھی ,یہاں مخلصین سے فرمایا جو بتقاضا بشریت کافروں کی فوجوں سے خوف زدہ ہو گئے تھے،اسوۃ حسنة ، خصلة حسنة ، حقها،ان یؤتسی بها کالثابت فی الحرب ومقاساة الشدائد(ابو السعود).=

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اور وہ اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾

اُس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اُس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے اُن کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہو گئی[۷]

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے اللہ سے کیا تھا اُس کو سچ کر دکھایا

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

تو اُن میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اُنہوں نے ذرا بھی نہیں بدلا

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ

تاکہ اللہ سچوں کو اُن کی سچائی کا بدلا دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا (چاہے) تو اُن پر

= "لمن کان یرجوا" یہ لکم سے بدل ہے یعنی جو لوگ اللہ سے اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں ان کے لئے پیغمبر علیہ السلام کی زندگی اتباع واطاعت کا بہترین نمونہ ہے یہ آیت اگرچہ معاملہ جہاد میں نبی علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا مفہوم عام ہے اور زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں پر حاوی ہے اس اعتبار سے یہ ایت شریعت کا بہت بڑا اصول بیان کر رہی ہے: والایة وان سیقت للاقتداء بهﷺ فی امر الحرب من الثبات ونحوه فهی عامة فی کل افعالهﷺ اذالم یعلم انهامن خصوصیاته(روح). هذه الایة اصل کبیر فی التأسی برسول اللهﷺ فی اقواله وافعاله واحواله ولهٰذاامر تبارک وتعالی الناس بالتأسی بالنبیﷺ یوم الاحزاب فی صبره ومصابرته ومرابطته ومجاهدته الخ(ابن کثیر).

[7] "ولمارأ المؤمنون" منافقین کے نفاق ان کے بزدلی اور ان کے شرارتوں کا ذکر کرنے کے

بعداب مخلصین کے اخلاص وایثار اوران کے ثبات واستقلال کا ذکر کیا جاتا ہے مخلص مومنوں نے جب دیکھا کہ کفارومشرکین کی فوجیں مدینہ پر چڑھ آئی ہیں تو وہ فوراً بول اٹھیں کہ یہ وہی ازمائش ہے جس کی اللہ اوراس کی رسول نے خبر دی تھی، اوروہ خبر سچی تھی جس کی صداقت ہم نے آنکھوں سے دیکھ لی ،اوران کی فوجوں کو دیکھ کران کا ایمان ویقین اور مضبوط ہوگیا۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالی ان کی فوجوں کی مقابلے میں ان کی مدد کرے گا۔اورتسلیم واطاعت کا جذبہ اور بڑھ گیا، وعدہ سے مراد سورۂ بقرہ کی یہ ایت ہے:**ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولمایأتکم مثل الذین خلو من قبلکم**: ۲۱۴، (قرطبی)۔اس ایت سے مسلمان سمجھ گئے تھے کہ ان پر اللہ کی طرف سے کوئی کڑی ازمائش آنے والی ہے۔

''**من المؤمنین**'' ایمان والوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا پورا کر دکھایا اس سے مراد وہ مخلصین مراد ہیں جو سوء اتفاق سے جنگ بدر میں شریک نہ ہوسکے بعد میں نادم ہوئے اور اللہ تعالی سے عہد کیا کہ اگر آئندہ کوئی جہاد کا موقع ہاتھ آیا تو وہ پورے استقلال کے ساتھ خون کے آخری قطرے تک لڑیں گے۔ چنانچہ جنگ احد اور غزوہ خندق میں ان مخلصین نے پوری جان نثاری سے کام لیا۔

''**فمنهم من قضى**'' ان مخلصین کی خواہش یہ تھی کہ انہیں اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہو چنانچہ ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن کی خواہش پوری ہوگئی اوروہ غزوہ خندق میں شہید ہوگئے اور کچھ ایسے ہیں جو ابھی انتظار میں ہے لیکن ان کے اخلاص اور جذبہ ایثار میں ذرا بھر فرق نہیں آیا۔

''**لیجزی**'' شیخ حسین علی نے فرمایا لام عاقبت کا ہے یعنی عاقبت یہ ہوگی کہ اللہ تعالی مخلصین کو ایفاء عہد اور ثابت قدمی کی جزاء دے۔اوراگر انہیں عذاب نہ دینا چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے۔ اوران کی توبہ قبول فرمالے۔ کیونکہ اللہ تعالی ایسا مہربان ہے کہ جو سچی توبہ کریں اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ای **ان شاء ان یعذبهم ای لم یوفقهم للتوبة وان لم یشأ ان یعذبهم تاب علیهم قبل الموت (قرطبی)**۔

''**ورد الله**'' اس میں غزوہ احزاب میں اللہ کیطرف سے مسلمانوں کی فتح وظفر اورانعامات الہی کی تفصیل مذکور ہے جن کا:**فارسلنا علیهم ریحا** میں اجمالا ذکر کیا گیا ہے:**تفصیل لتتمة النعمة المشار الیها اجمالا بقوله تعالی ؛فارسلنا علیهم ریحا وجنودا لم تروها (روح)** یہاں پانچ انعامات کا ذکر کیا گیا ہے،اول: **ورد الله** ، اللہ تعالی نے کفار کی فوجوں کو بے نیل مرام شکست خوردہ اور غیظ وغضب کی آگ میں سوزان وبریان واپس کردیا۔جس سے مسلمانوں کو انتہائی خوشی ہوئی لیکن کفار اور مشرکین حسد اور بغض میں جل بھن گئے

اور حسرت و پشیمانی سے سرنگوں ہو گئے۔

''دوم وکفی اللہ ''اللہ تعالی نے مومنوں کو قتال اور جنگ سے بچالیا اور جنگ کے بغیر ہی کافروں کی فوجوں کو شکست دیدی اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے اللہ تعالی اپنے تمام ارادوں کو پورا کرنے پر قادر اور ہر چیز پر غالب ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

سوم جن یہودیوں نے غزوہ احزاب میں مشرکین کی مدد کی تھی اللہ نے ان پھر بھی مسلمانوں کو غلبہ عطا کیا اور جب مسلمانوں نے ان کے مضبوط قلعوں کا محاصرہ کر لیا تو وہ مجبور ہو کر اپنے قلعوں سے نیچے اتر آئے۔''من اھل الکتاب'' ''الذین'' کا بیان ہے اور ''من صیاصیھم''،'' انزل'' سے متعلق ہے صیاصی صیصیۃ کی جمع ہے یعنی قلعہ۔

چہارم ''وقذف '' یہودیوں کے دلوں میں اللہ تعالی نے ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ اترنے پر مجبور ہو گئے اور اللہ تعالی نے ایمان والوں کو ان پر ایسا تسلط عطا کیا کہ انہوں نے (یہودیوں) کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کے عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا۔

پنجم اللہ نے ان کے زمینوں ان کے مکانوں اور ان کے اموال کا مسلمانوں کو مالک بنا دیا۔اور ایک ایسا علاقہ بھی ان کو دیدیا جس پر ابھی تک انہوں نے پاؤں نہیں رکھے،اس سے بعض نے ارض خیبر بعض نے ارض حنین،بعض نے ارض مکہ مراد لی ہے، واللہ اعلم۔غزوہ احزاب کے بعد نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا اور یہود بنو قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا،جنہوں نے مشرکین کی مدد کی تھی بیس پچیس دن محاصرہ جاری رہا۔اسی اثناء میں یہودی مجبور ہو گئے اور ان کے دلوں میں اللہ نے مسلمانوں کی ہیبت ڈال دی۔اور انہوں نے خود ہی قلعوں سے باہر آنے کی پیش کش کر دی اور سعد بن معاذؓ کا فیصلہ قبول کر لیا۔سعدؓ قبیلہ اوس میں سے تھے۔جو بنی قریظہ کا حلیف تھا۔سعد بن معاذؓ نے فیصلہ دیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائیں اور ان کے عورتوں اور بچوں کو غلام بنا دیا جائیں۔اور ان کے اموال واملاک کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائیں چنانچہ نبی کریم ﷺ نے سعد بن معاذؓ کے فیصلے پر عمل فرمایا۔(روح وغیرہ)۔

یہاں تک غزوہ خندق کی تفصیلات مذکور ہوئیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ میں بظاہر اسباب فتح مفقود تھے اور یہ ایک نہایت ہی کٹھن معرکہ تھا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالی نے تم کو فتح عطا فرمائی،اس لئے اے ایمان والو! ان رسوم جاہلیت کو ختم کرنے کے سلسلہ میں اگر منافقین اور مشرکین پیغمبر علیہ السلام کی مخالفت کریں تو تم پیغمبر علیہ السلام کا ساتھ دینا اور دشمن کی طاقت کو خاطر میں نہ لانا،اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

عَلَيۡهِمۡ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِغَيۡظِهِمۡ

مہربانی کرے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو کافر تھے اُن کو اللہ نے پھیر دیا وہ اپنے غصے میں (بھرے ہوئے

لَمۡ يَنَالُوۡا خَيۡرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الۡقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيۡزًا ﴿۲۵﴾

تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا اور اللہ طاقت ور (اور) زبردست ہے

وَاَنۡزَلَ الَّذِيۡنَ ظَاهَرُوۡهُمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مِنۡ صَيَاصِيۡهِمۡ

اور اہلِ کتاب میں سے جنہوں نے اُن کی مدد کی تھی اُن کو اُن کے قلعوں سے اتار دیا

وَقَذَفَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الرُّعۡبَ فَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ وَتَاۡسِرُوۡنَ فَرِيۡقًا ﴿۲۶﴾

اور اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی تو کتنوں کو تم قتل کر دیتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے

وَاَوۡرَثَكُمۡ اَرۡضَهُمۡ وَدِيَارَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ وَاَرۡضًا لَّمۡ تَطَئُوۡهَا

اور اُن کی زمین اور اُن کے گھروں اور اُن کے مال اور اُس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تھا تم کو وارث بنا دیا

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرًا ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلۡ لِّاَزۡوَاجِكَ

اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو

اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا فَتَعَالَيۡنَ اُمَتِّعۡكُنَّ وَاُسَرِّحۡكُنَّ

کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت و آرائش کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے

سَرَاحًا جَمِيۡلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَةَ

رخصت کر دوں ۔[8] اور اگر تم اللہ اور اُس کے پیغمبر اور عاقبت کے گھر (یعنی جنت) کی طلبگار ہو

فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ

تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں اُن کیلئے اللہ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے ۔ اے پیغمبر کی بیویو!

مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ

تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ (الفاظ کہہ کر رسول اللہ کو ایذا دینے کی) حرکت کرے گی اُس کو دگنی سزا دی جائے گی

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اور یہ (بات) اللہ کو آسان ہے ۔ اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی

وَتَعْمَلْ صٰلِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دُگنا ثواب دیں گے اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے

---

[8] یاایھا النبی ،الایة، یہ نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے اس میں نبی علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنی بیبیوں سے کہہ دیں کہ اگر دنیا کی عیش وعشرت چاہتی ہو تو یہ چیز تمہیں میرے گھر میں نہیں مل سکتی، آؤ میں تمہیں طلاق دیکر اور جوڑا دیکر رخصت کر دیتا ہوں ۔اور اگر تم اللہ اور اس کی رسول کو اور آخرت کی عیش کو پسند کرتی ہو تو اللہ تمہیں اس کا بہت بڑا اجر وثواب عطا فرئے گا۔ شیخ حسین علی ارشاد فرماتے ہیں پہلے مومنوں سے فرمایا: کہ رسوم جاہلیت کو توڑنے میں پیغمبر کے ساتھ دیں، اور کفار ومنافقین کی مخالفت کا مقابلہ کریں اور ہرگز نہ ڈریں ۔اللہ تعالی ان کے ساتھ ہے۔

اب ازواج مطہرات کو تلقین فرمائی کہ تم بھی کفار ومنافقین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اس بارے میں پیغمبر علیہ السلام کے خلاف لب کشائی نہ کرنا۔اور پیغمبر نے جو کچھ کیا ہے یعنی اپنے متبنیٰ کے مطلقہ سے نکاح کر لیا ہے اس میں آپ کی تائید کرنا اور اس کو دل وجاں سے تسلیم کرنا، کیونکہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں، آپ نے جو کچھ کیا اللہ کے حکم سے کیا ہے، جب یہ آیت نازل ہوئی، نبی علیہ السلام نے عائشہؓ کو سنائی اور فرمایا اس بارے میں جلدی نہ کروا پنے والدین سے مشورہ کر لو۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ''یا رسول اللہ کیا آپ کے بارے میں میں والدین سے مشورہ کروں؟ میں اللہ اور اللہ کے رسول کو دنیا کی عیش وزینت پر ترجیح دیتی ہوں'' باقی ازواج مطہرات نے بھی یہی جواب دیا۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ

اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کرو

فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے کوئی امید (نہ) پیدا کرے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو[۹]

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ

وَآتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو اے اہلِ بیت! اللہ چاہتا ہے

لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾

کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دُور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے[۱۰]

---

[9] ”یانساء النبی“ یہ ازواج مطہرات سے پہلا خطاب ہے ”فاحشة مبينة“ سے نشوز، خاوند کی نافرمانی اور آپؐ کو تنگ کرنا مراد ہے۔ ينبغى ان تحمل الفاحشة على حقوق الزوج وفساد عشر ته(بحر) اے ازواج نبی اگر تم میں سے کوئی پیغمبر علیہ السلام کی نافرمانی کریگی۔ یا اپنی زبان سے آپ کو ایذا دے گی مثلاً تم میں سے کوئی رسول اللہ ﷺ کے اپنے متبنٰی کی مطلقہ سے نکاح کرنے پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہہ دے کہ پیغمبر زور والا اور اپنی مرضی والا ہے اسے کون روک سکتا ہے تو ایسا کلام فاحشہ مبینہ ہوگا اور اللہ تمہیں اس کی دگنی سزا دیگا۔

[۱۰] ”یانساء النبی“ یہ ازواج مطہرات سے دوسرا خطاب ہے۔ اس میں ان کو ایسی ہدایات دی گئی ہیں جن پر عمل کرنے سے ان کا بلند مقام قائم رہے اور ان کی عزت وآبرو ہر شک وشبہ سے بالا رہے۔ اے ازواج نبی اگر تم تقوی اختیار کرو تو دنیا کی کوئی عورت تمہارے برابر نہیں ہوسکتی۔

یہ شرط اس فضیلت کی ہے جو اللہ تعالی نے ان کو نساء نبیؐ ہونے کی وجہ سے بخشی ہے، مقصود اس سے اس بات

پرتنبیہ کرنا ہے کہ فقط اس نسبت وتعلق پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں کہ ہم ازواج رسولؐ ہیں، بلکہ تقوی اوراطاعت احکام الٰہیہ پرفضیلت کی شرط ہے۔(قرطبی)۔

''فلاتخضعن بالقول'' اس لئے تم پیغمبر علیہ السلام کے مذکورہ بالا معاملے میں ہرگز نرم رویہ اختیار نہ کرنا اور فاحشہ مبینہ سے احتراز کرنا۔اس بارے میں ہرگز نہ کہنا کہ پیغمبر اپنی مرضی والا ہے اسے اپنے متبنیٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنے سے کون روک سکتا ہے اگر تمہاری ایسی نرم پالیسی کا منافقین کو پتہ چل گیا تو وہ خوش ہوں گے کہ چلو ہمارا مقصد پورا ہوگیا ہے۔پیغمبر علیہ السلام کے گھر میں کچھ تو مخالفت رونما ہوگئی ہے۔

''وقلن''۔اس نرم گفتگو کے بجائے بالکل صاف اورسیدھے لفظوں میں کہو۔پیغمبر علیہ السلام نے جو کچھ کیا ہے اللہ کے حکم سے کیا ہے اور بالکل درست اور صحیح کیا ہے اوراس میں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔

''وقـــــرن''اپنے گھروں میں رہو،اور جاہلیت کی بناوٹ اور تصنع سے پرہیز کرو۔نماز قائم کروزکواۃ دیا کرو اور ہر معاملے میں اللہ اوررسول کی اطاعت کیا کرو۔

''وانمایریداللہ''الرجس ، عام ہے،اوراس سے ہرقسم کی اخلاقی نجاست اور گناہوں کی گندگی مراد ہے۔**الرجس يقع على الاثم وعلى العذاب وعلى النجاسة وعلى النقائص والمراد به ههنامايعم كل ذالک (روح المعانی)**۔

اے ازواج نبی! اللہ نے یہ احکام تمہیں اس لئے دیئے ہیں تاکہ ان کے ذریعے تم ہرقسم کی اخلاقی کمزوریوں سے محفوظ رہو،اوراللہ ورسول کی نافرمانی کے جرم اور گناہ سے پاک وصاف رہو۔

''واذکـــــرن'' قران کی ایتوں اور رسول اللہ ﷺ کی ارشادات کو اپنے گھروں میں بار بار پڑھا کرو،اوران کو دہرایا کرو تاکہ اللہ ورسول کے احکام ہر وقت تمہارے ذہنوں میں تازہ رہیں،اوران کے اتباع میں آسانی ہو یہاں لفظ اہل البیت سے روافض پنج تن مراد لیتے ہیں جوقرآن کے سیاق وسباق کے سراسر خلاف اور لغت وعربیت کی رو سے قطعاغلط ہے جس آیت میں یہ لفظ وارد ہے اس سے پہلے پانچ آیتوں میں ازواج مطہرات سے خطاب چلا آرہا ہے،اوراس سے بعد والی آیت میں بھی ازواج ہی سے خطاب ہے،ان تمام ایتوں میں جمع مونث مخاطب کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں، اورخوداس آیت میں اس لفظ سے پہلے چھ صیغے جمع حاضر کے موجود ہیں،جن سے ازواج مطہرات مخاطب ہیں اس لئے لامحالۃ یہاں اہل بیت سے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات ہی مراد ہیں،اگراس سے پنج تن مراد لئے جائیں تو نظم قرآن مختل

ہو جائے گا۔علاوہ آزیں ابن عباسؓ عکرمہ اورعروہ سے مروی ہے کہ یہاں اہل البیت سے ازواج نبی علیہ السلام ہی مراد ہیں۔عن ابن عباسؓ نزلت، انمایرید ،الایة ، فی نساء النبی الکریمﷺ خاصة ،قال عکرمة من شاء باھلته انھانزلت فی شان نساء النبیﷺ .عن عروہ یعنی ازواج النبیﷺ (روح،ابن کثیر)۔

بعض لوگوں کوعنکم اوریطھر کم کی ضمیر مذکر سے دھوکا ہوا ہے،حالانکہ یہ محاورات لغت سے ناواقفی کی دلیل ہے لفظ اہل چونکہ مذکر ہے اس لئے باعتبارلفظ اس کے لئے ضمیر جمع مذکر ہی استعمال کی جاتی ہے اگر چہ اس سے مراد صرف ایک بیوی ہو۔

یحتمل ان یکون خرج علی لفظ الاھل کمایقول الرجل لصاحبه کیف اھلک؟ای امرئتک ونسائک فیقول ھم بخیر(قرطبی) ۔قران کریم میں ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو اہل بیت کہہ کر جمع مذکر حاضر کے صیغوں سے مخاطب کیا ہے۔اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ وبرکاته علیکم اھل البیت .(ھود: ۷۳)۔اسی طرح موسٰی علیہ السلام نے اپنی بیوی کو خطاب فرمایا:قال لاھله امکثوا انی انست نارا، الایه (قصص: ۲۹) ۔اس لئے اس ایت میں بھی اہل بیت سے مراد رسول اللہﷺ کی ازواج مطہرات ہی مراد ہیں،اور یہ آیتیں ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

اس قول سے اگر یہ مطلب ہے کہ شان نزول یہی ہے اورنہیں،تو ٹھیک ہے اوراگر اس سے مراد یہ ہے کہ اہل بیت میں اورکوئی ان کے سوا داخل نہیں تو پھر یہ قول صحیح نہیں، اس لئے کہ احادیث سے اہل بیت میں ازواج مطہرات کے سوا اوروں کا داخل ہونا بھی پایا جاتا ہے،جیسا کہ مسند ابویعلی رقم:۷۰۲۱،اورترمذی (۳۸۷۱) میں مشہور روایت ہے:ام سلمہؓ سے اورانسؓ سے مسند احمد:۲۵۹/۳، میں نقل ہے کہ:ان النبیﷺ کان یمر ببیت فاطمة ستةاشھر ،کلماخرج الی الصلاة فیقول الصلوة اھل البیت .ثم یقرأ ھذہ الایة، یعنی رسول اللہﷺ چھ مہینے تک صبح کی نماز کے لئے جب گھر سے نکلتے تو فاطمہؓ کے دروازے پر پہنچ کر فرماتے:ای اہل بیت نماز کا وقت آ گیا، پھر اسی ایت کی تلاوت فرماتے۔

عن یزیدبن حیان قال انطلقت اناوحصین بن سبرة وعمربن مسلم الی زیدبن ارقم، فلماجلسنااليه، قال له حصین لقد لقیت یازیدخیراکثیرا، رأیت رسول اللہﷺ وسمعت حدیثه وغزوت معه، وصلیت خلفه ،لقد لقیت یازید خیراکثیرا،حدثنا یازید ماسمعت من رسول اللہﷺ، قال یا ابن اخی! واللہ لقدکبرت سنی وقدم عھدی ونسیت بعض الذی کنت اعیی من رسول

اللهﷺ، فما حدثتكم فاقبلوا وما لافلا تكلفوا فيه، ثم قال قام رسول اللهﷺ يوما فيناخطيبا بماء يدعى خما بين مكة والمدينة، فحمدالله واثنى عليه ووعظ وذكّرثم قال امابعد الا ايها الناس فانما انابشر يوشک ان يأتي رسول ربي فاجيب، وانا تارک فيكم ثقلين ،اولهما كتاب الله فيه الهدى و النور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به، فحثّ على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال واهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي ،اذكركم الله في اهل بيتي ،اذكركم الله في اهل بيتي ،فقال له حصين ومن اهل بيته يازيد؟ اليس نسائه من اهل بيته؟ قال نسائه من اهل بيته، ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده، قال ومن هم؟ قال هم آل علي وال عقيل وال جعفر وال عباسؓ قال كل هؤلاء حرم الصدقة ؟ قال نعم. مسلم:٢٤٠٨.

حصین نے کہا اے زید! آپ کو بہت خیر کثیر حاصل ہوئی، آپ نے رسولﷺ کی زیارت کی، ان کی حدیث سنی، ان کے ہمراہ جہاد کیا، اوران کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں، اے زید! آپ ہم کو رسول اللہﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنایئے، زید نے کہا اے بھتیجے! اللہ کی قسم میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، اورایک مدت گذر گئی اور رسول اللہﷺ کی جو احادیث مجھے یاد تھیں، ان میں سے بعض کو میں بھول گیا، سو جو حدیث میں تم کو بیان کروں اس کو قبول کرلو، اور جس کو میں نہ بیان کروں اس کا تم مجھے مکلّف نہ کرو، پھرانہوں نے کہا ایک دن رسول اللہﷺ ہمیں خطبہ دینے کے لئے مدینہ اور مکہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جس کو خم کہتے ہیں، آپﷺ نے اللہ تعالی کی حمد وثناء کے بعد فرمایا اے لوگو سنو! میں ایک بشر ہوں، عنقریب میرے رب کا پیغام لانے والا (یعنی فرشتہ اجل) میرے پاس آئے گا، اور میں اس کو لبیک کہوں گا، میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ کی کتاب پر عمل کرو، اور اس کو مضبوطی سے تھام لو، پھر آپ نے کتاب اللہ پر برانگیختہ کیا اور اس کی ترغیب دی، پھر فرمایا اور (دوسرے) میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاد دلاتا ہوں، حصین نے کہا اے زید! آپؐ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپؐ کی ازواج اہل بیت سے نہیں ہیں؟ اپ نے فرمایا کہ اپؐ کی ازواج بھی اہل بیت سے ہیں لیکن اپؐ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر اپ کے بعد صدقہ حرام کردیا گیا، کہا وہ کون ہیں؟ کہا وہ آل علیؓ آل عقیل آل جعفرؓ اور آل عباسؓ ہیں کہا ان سب پر صدقہ حرام ہے؟، کہا ہاں۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللّٰهَ

اورتمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو بیشک اللہ

كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ

باریک بین اور باخبر ہے۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں

وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ

اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد

وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمٰتِ

اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں

وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد

وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ

اور یاد کرنے والی عورتیں کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اور کسی مومن مرد

وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔ اور جب تم اس شخص سے[11] جس پر

---

[11] واذتقول الخ یہ نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے اس میں نبی کریم ﷺ کو تنبیہ فرمائی، اپ نے اپنی حقیقی پھوپھی کی بیٹی زینبؓ بنت جحش کا نکاح اپنے متبنیٰ زید بن حارثہؓ کے ساتھ کر دیا، لیکن خاوند بیوی کے درمیان موافقت نہ ہو سکی اس لئے زید نے طلاق دینے کا فیصلہ کر دیا اور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا اظہار کیا، آپ نے زید کو عتاب فرمایا، اور سختی سے حکم دیا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو طلاق مت دے۔

اصل میں نبی ﷺ نے زید کو طلاق دینے سے اس لئے منع فرمایا کہ اگر زید طلاق دیدے تو زینب کے دل ازردہ کا مدار صرف اسی میں ہے کہ آپ خود ان سے نکاح کر لے لیکن یہ بھی نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس میں منافقین کے اعتراض اور پروپیگنڈے کا ڈر تھا۔ اللہ تعالی کو یہ منظور تھا کہ اس رسم جاہلیت کو خود آپ کے اپنے عمل سے ختم کرے، اس لئے اللہ تعالی نے آپ کو تنبیہ فرمائی کہ آپ لوگوں کے اعتراض سے ڈرتے ہیں حالانکہ آپ کو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا چاہئے۔

''الذی انعم اللہ '' سے زید بن حارثہ مراد ہیں اللہ تعالی کا اس پر انعام تھا ایمان کی توفیق، معیت رسول ﷺ غلامی سے ازادی، نبی ﷺ کا اس پر انعام یہ تھا کہ آپ نے اسے ازاد کیا، بچوں کی طرح اس کی پرورش کی اور اپنی ایک قریبی عورت سے اس کا نکاح کیا۔

''وتخفی فی نفسک '' اس کے تحت بعض متساہل اور غیر محقق مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہیں کہ نبی ﷺ کے دل میں زینب کی محبت تھی، لیکن بظاہر آپ زید سے کہتے کہ اسے مت طلاق دو لیکن یہ سراسر غلط اور باطل ہے اور نبی ﷺ کی شان کے منافی ہے۔ اس لئے یہاں آپ جو کچھ دل میں چھپا رہے تھے اس سے مراد وہی ہے جسے اللہ نے ساتھ ہی ''وتخشی الناس'' سے ظاہر فرما دیا۔ یعنی آپ دل میں منافقین کے اعتراض اور پروپیگنڈے سے ڈر رہے ہیں۔ الظاهر ان اللّٰہ تعالی لما ارادنسخ تحریم زوجة المتبنی اوحی الیه علیه السلام ان یتزوج زینب اذاطلقهازید فلم یبادرلهﷺمخافة طعن الاعداء فعوتب علیه وهوتوجیه وجیه قاله الخفاجی(روح).=

أَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَأَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِ أَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

اللہ نے احسان کیا اورتم نے بھی احسان کیا (یہ) کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر

وَتُخۡفِيۡ فِيۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ وَتَخۡشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ

اورتم اپنے دل میں وہ بات چھپارہے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اورتم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ

أَحَقُّ أَنۡ تَخۡشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا

اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو پھر جب زید نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (یعنی اس کو طلاق دیدی)

لِكَيۡ لَا يَكُوۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ حَرَجٌ فِيۡۤ أَزۡوَاجِ أَدۡعِيَآئِهِمۡ

تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کردیا تاکہ مومنوں کے لئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے

إِذَا قَضَوۡا مِنۡهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ﴿۳۷﴾

بارے میں جب وہ ان سے (اپنی) حاجت نہ رکھیں کچھ تنگی نہ رہے اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا

= "فلما قضی زید "وطر سے مراد طلاق ہے، ای طلقها کما روی عن قتادة وهو كناية عن ذلك (روح) زینب کا مدخولہ ہونا ثابت نہیں۔ قالت (زینب) ما كنت امتنع منه غير ان الله منعنى منه وقيل انه مذتزوجها لم يتمكن من الاستمتاع بها (بحر). جب زید نے زینب کو طلاق دیدی تو ہم نے آپ کے ساتھ اس کا نکاح کردیا، اور اس رسم جاہلیت کو توڑ دیا۔ تاکہ متبناؤں کی مطلقہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج اور تنگی باقی نہ رہے۔

"وكان امر الله مفعولا" اللہ کا حکم اور فیصلہ ہر حال میں نافذ ہو کر رہتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اللہ کا ارادہ تھا کہ اس رسم جاہلیت کو خود نبی کریم ﷺ کے عمل سے ختم کریں۔ اگرچہ آپ کا ارادہ اس سے بچنے کا تھا لیکن اللہ تعالی کا ارادہ ہو کر رہا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهُ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ
پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا اور جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور
خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝٣٨ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ
رہا ہے اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا ہے۔ اور جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے
رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٣٩
اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے
مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ
محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٤٠ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ
کر دینے والے) ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔[12] اے اہلِ ایمان! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو

---

[12] یہ آیت کریمہ دو وجوہ سے ختم نبوت کے لئے قطعی دلیل ہے۔

پہلی وجہ: سیاق آیت کریمہ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ گزشتہ آیات کریمہ میں ان لوگوں کی تردید فرمائی گئی جو کہتے تھے کہ زید بن حارثہ نبی ﷺ کے بیٹے ہیں، اور زینب رضی اللہ عنہا آپ کی بہو ہے، لہٰذا اس کے ساتھ نبی ﷺ کی نکاح جائز نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ ان کے جواب میں نازل فرمائی۔ پہلا جملہ یہ ہے کہ محمد ﷺ کسی مرد (بالغ) کے باپ نہیں۔ [اور زید تو مرد بالغ ہے] پھر سوال یہ اٹھتا ہے کہ کہ زینب کیساتھ نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: دوسرا جملہ (ولکن رسول اللہ) چونکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ پر جاہلیت کی تمام رسوم اور ناجائز امور کو مٹانا لازم تھا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر کے عملی طور پر دورِ جاہلیت کے اس غلط رسم اور جاہلانہ تصور کو مٹا ڈالا، جس کی وجہ سے وہ متبنیٰ کی بیوی کو نکاح میں لانا ناجائز تصور کرتے تھے۔

پھر سوال وارد ہوتا ہے کہ یہ پیغام آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی پہنچا دیتا۔ جواب: (وخاتم النبیین) یعنی آپ

ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ پھر سوال وارد ہوا کہ کس کو علم ہے کہ آپ کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں؟ جواب (وکان الله بکل شئ علیما) یعنی ہر چیز کو جاننے والا اللہ کا یہ پیغام ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہے۔ اس سیاق سے یہ صاف واضح ہوا کہ خاتم النبیین کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہوگئی ہے۔ دوسری وجہ: یہ کہ لفظ خاتم آخر آنے والے کے معنی میں قطعی ہے۔

تنبیه: لفظ خاتم کی لغوی تحقیق:

یہ مادہ (خ،ت،م) قرآن کریم میں آٹھ مرتبہ مختلف صیغوں سے ذکر ہے: ختم ،یختم ،خاتم ، ختامه، مختوم۔ یہ مادہ اصل لغت عربیہ میں کسی چیز کے آخر کو پہنچنے کے لئے استعمال ہوتا ہے: جیسا کہ ختم الکتاب، کتاب آخر تک پڑھی، ختم القرآن، قرآن کریم کو آخر تک پڑھا۔

قال ابن منظور: وختم فلان القرآن اذا قرأه الی آخره (ابن سیده) الشئ یختمه ختما بلغه آخره. وختم الله له بخیر. وخاتم کل شئ وخاتمته وعاقبته آخره وخاتمة السورة آخره. وفی التنزیل :ختامه مسک،ای آخره لأن آخر مایجدونه رائحة المسک.

''ابن منظور لغوی نے کہا ہے کہ فلاں نے قرآن ختم کیا جب کہ آخر تک پڑھا ہو۔ ختم کا معنی آخر تک پہنچنا ہے جیسا کہ خاتمۂ خیر کا لفظ۔ اور خاتم ہر چیز کا آخر اور عاقبت کا نام ہے خاتمة السورة سے مراد اس کا آخر ہے اور قرآن میں ہے: ﴿ختامه مسک﴾ آخر اس کا مشک کی خوشبو ہوگی۔ [لسان العرب، حرف: خ].

قانون یہ ہے کہ جب کوئی چیز آخر کو پہنچتی ہے تو اس پر مہر لگایا جاتا ہے یہ ختم کا لازمی مجازی معنی ہے، تو ختم کا معنی مہر لگانا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: **یسقون من رحیق مختوم** (تطفیف: ۲۵) یعنی خالص شراب ایسے برتن میں ہوگی جس پر مہر لگایا گیا ہو۔ لہٰذا ابن منظور نے کہا ہے: **قال ابن اسحق معنی ختم وطبع فی اللغة واحد وهو الغطیة علی الشئ وخاتم مایوضع علی الطینة والختام الطین الذی یختم به علی الکتاب** ۔[لسان العرب: ۴۲/۴] ''ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ختم اور طبع ایک ہے اور وہ کسی چیز کو پردے سے ڈھانپنا ہے۔ کیچڑ پر مہر لگانا جس کا نام خاتم (مہر) ہے۔'' پھر جب کسی چیز پر مہر لگایا جائے تو اس کے ساتھ منع کا معنی لازمی ہوتا ہے۔ تو دلوں پر مہر لگانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے اندر حق بات داخل ہونا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ جیسے کسی مکتوب پر مہر لگایا جائے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ مہر کے بعد اس میں کوئی چیز داخل نہیں ہوسکتی یعنی بات آخیر تک پہنچ گئی۔ حاصل یہ ہے کہ ختم کا معنی کسی چیز کو آخر تک

پہنچانا۔ پھر پہلا لازم اس کے ساتھ مہر لگانا ہے اور دوسرا لازم منع کرنا ہے۔ ابن منظور نے لکھا ہے۔ **وفی التنزیل العزیز: ولکن رسول الله وخاتم النبیین: ای آخرهم، ومن اسمائه العاقب معناه آخر الأنبياء.** [لسان العرب: ۲۵/۴] ''قرآن میں ہے خاتم النبیین یعنی ان کا آخر اور نبی ﷺ کے ناموں میں سے العاقب نام بھی ہے جس کے معنی ہیں آخر الأنبیاء۔ اور مبرد کا قول ہے کہ **خاتم النبیین** صیغہ فعل ماضی ہے تو معنی یہ ہے کہ آپ نے سلسلہ انبیاء کو ختم کر دیا۔ تو مرزا غلام احمد کا یہ قول کہ خاتم کا معنی مہر ہے، او پھر مہر سے تصدیق مراد لیتا ہے، یہ تاویل نہیں بلکہ تحریف ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لئے مصدق کی صفت قرآن کریم نے ذکر فرمائی ہے لیکن ہر ایک مقام پر (**لما بین یدیه**) ذکر فرمایا ہے یعنی آپ ﷺ پہلوں کی تصدیق کرنے والے ہیں ایسا کسی بھی آیت میں نہیں فرمایا کہ پیچھے آنے والوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور یہ بات خوب سمجھنا چاہئے کہ اگر خاتم بمعنی مہر لیا جائے تو مہر ہمیشہ خط کے اختتام اور آخیر میں لگایا جاتا ہے نہ کہ درمیان میں، تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ انبیاء کی آمد پر مہر لگایا اور اس کے بعد بھی کوئی رسول یا نبی مبعوث فرمائے۔ لفظ خاتم ہر حیثیت سے آخر میں آنے والا اور دوسروں کو منع کرنے والا کے لئے حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور یہ لفظ ختمِ نبوت کے سلسلے میں قطعی لفظ ہے۔ اور قانون یہ ہے کہ قطعیات میں تاویل کرنا تحریف کے مترادف ہے اور مرزا اسی تحریف کا مرتکب ہو چکا ہے۔ اور امکان نبوت کے بارے میں اگر ابن حجر سے فتاوی حدیثیہ میں جو کچھ نقل ہے تو اس پر مفسر آلوسی نے تفصیلی رد کیا ہے اور کتاب الاقتصاد للغزالی میں جو کچھ نقل ہے وہ مفسر قرطبی نے تفصیلا رد کیا ہے۔

اثبات ختم نبوت احادیث نبویہ کی روشنی میں

۱: **عن جابر بن عبدالله. رضی الله عنه. قال: قال رسول الله ﷺ: مثلی ومثل الأنبياء كمثل رجل بنى دارا فأكملها وأحسنها الا موضع لبنة، فكان من دخلها فنظر اليها قال: ماأحسنها الا موضع اللبنة ،فأنا موضع اللبنة،ختم بى الأنبياء عليهم الصلاةوالسلام. وفى رواية: وختم بى الرسل. وفى رواية فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين. بخارى رقم: ۳۵۳۴،مسلم: ٦۰،۲۲۸٦،ترمذى مع التحفة: ۱۵۸/۸،ابوداود رقم: ۱۵۸۵ ومسنداحمد: ۱٦۷/۲۳.**

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا: فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے: میری اور گذشتہ انبیاء کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اس کو پورا کیا اور خوبصورتی دی سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے، پس جو شخص اس کے اندر جاتا ہے اس کو دیکھتا ہے کہتا ہے بہت خوبصورت ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ (نقصان ہے) تو میں (اس آخری) اینٹ کی جگہ ہوں، اللہ

تعالی نے مجھے انبیاء علیہم السلام کے آخر میں بھیجا۔اور ایک روایت میں (رسل) کا لفظ ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں''۔(جیسا کہ وہ اینٹ آخر ہی ہے)۔

۲: عن ابی هريرة.رضی الله عنه. قال رسول الله ﷺ :فضلت على الأنبياء بست:أعطيت جوامع الكلم،ونصرت بالرعب(وفی رواية ،مسيرة شهر) وأحلت لی الغنائم ،وجعلت لی الأرض مسجداًوطهوراً، وأرسلت الى الخلق كافة،وختم بی النبيون.مسلم كتاب المساجد:٢/ ٦٤.

ترجمہ:''ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: مجھے تمام انبیاء علیہم السلام پر چھ طریقوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) مجھے جوامع الکلم دیا گیا ہے۔ (۲) مجھے ایک مہینہ کی مسافت پر رعب سے مدد دی گئی ہے۔

(۳) میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔ (۴) میرے لئے ساری زمین مسجد اور طہارت والی بنائی گئی ہے۔

(۵) اور میں ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔(۶) میری بعثت پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔''

۳: وعن العرباض بن سارية .رضی الله عنه. قال:قال لی النبی ﷺ:انی عند الله خاتم النبيين وان آدم لمن جدل فی طينة.مسنداحمد:٢٨/ ٣٩٥.حاكم فی المستدرک:٢/ ٦٠٠، ومسنداحمد: ٢٨/ ٣٧٩ دارمی: ٢/ ٧/ ٣١. عرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا اس حال میں کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔

۴: وعن جبير بن مطعم .رضی الله عنه. قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ان لی اسماء أنا محمد وأنا احمدوأنا الماحی الذی يمحوالله بی الكفر وأنا الحاشر الذی يحشر الناس على قدمیَّ وأنا العاقب الذی ليس بعده نبی ۔بخاری: کتاب المناقب:۳/۲۲۵،ومسلم:۷/۸۹،ترمذی رقم ۲۸۴۰،شمائل رقم ۳۶۰۔جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ میرے لئے کچھ صفتی نام ہیں: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالی کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا اور میں عاقب ہوں یعنی وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''[بخاری، مسلم اور امام احمد نے روایت کی ہے۔]

۵: وعن عبدالله بن عمرو. رضى الله عنه. يقول: خرج علينا رسول الله ﷺ يوما كالمودع فقال: أنا محمد النبي الأمي (ثلاثاً) ولا نبي بعدی. مسند احمد ۱۷۱/۱۱۹ ۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ باہر تشریف لائے ہمارے ہاں رسول اللہ ﷺ ایک دن، اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے رخصت کرنے والے ہوں پس فرمایا: میں محمد نبی امی ہوں (تین دفع فرمایا) اور میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

٦: وفي حديث السائب بن يزيد: فنظرت الى الخاتم بين كتفيه فاذاهو مثل زر الحجلة. رواه البخاری والترمذی وكذا عن عبدالله بن سرجس (ففيه) فنظرت الى خاتم النبوة بين كتفيه عند ناغض كتفه اليسرى. (رواه مسلم: ۲۳۴۴) وكذا فی حديث ام خالد وفيه فذهبت العب بخاتم النبوة. (رواه البخاری). اورسائب بن یزید کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے درمیان خاتم نبوت دیکھا، وہ دلہن کے لئے بنائی گئی ڈولی کے بٹن کی طرح تھا۔''

روایت کیا بخاری اور ترمذی نے۔اسی طرح عبداللہ بن سرجس سے بھی روایت ہے اس میں ہے کہ میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کے باریک ہڈی کے نزدیک خاتم نبوت دیکھا۔(مسلم نے روایت کیا ہے) اسی طرح حدیث ام خالد سے نقل ہے کہ خاتم النبوۃ کے ساتھ کھیلتا تھا۔

۷: وعن جابر. رضى الله عنه. أن النبي ﷺ قال: أنا قائد المرسلين ولافخر، وأنا خاتم النبيين ولافخر، وأنا اول شافع ومشفع ولافخر. جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں رسولوں کا قائد ہوں اور اسمیں فخر نہیں ہے، اور خاتم النبیین ہوں اور اس میں فخر نہیں ہے اور پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعۃ ہوں اور اس میں فخر نہیں ہے۔'' [دارمی: رقم ۵۱، اور کنز العمال نے روایت کی ہے۔۴۰۲/۱۱]۔

۸: وعن ثوبان. رضى الله عنه. قال: قال رسول الله ﷺ: سيكون فی أمتی كذابون ثلاثون، كلهم يزعم انه لنبي الله وأنا خاتم النبيين ولا نبي بعد. ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونے والے ہیں ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ تعالی کے نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔'' [ابوداؤد رقم: ۴۲۵۲، ومسلم: رقم: ۱۹۲۰، ۲۸۸۹، اور ترمذی نے رقم: ۲۱۷٦، میں روایت کی ہے اور ابن ابی شیبہ ۱۱: ۴۵۸ ومسند احمد: ۷۹/۳۸]۔

۹: وعن أبي أمامة الباهلي رضى الله عنه أن النبي ﷺ قال: أنا آخر الأنبياء وأنتم

آخــر الأمــم. ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں انبیاء میں سے آخری ہوں اورتم آخری امت ہو۔‘‘ابن ماجہ رقم:۴۰۷۷۔

۱۰: وعن انس .رضی الله عنه. قال :قال رسول الله ﷺ :بعثت أنا والساعة كهاتين. انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ایسی حالت میں مبعوث کیا گیا کہ میں اور قیامت اس طرح (نزدیک) ہیں جیسے یہ دوانگلیاں۔‘‘[بخاری نے روایت کی ہے۔۶۵۰۴]

۱۱: وعن أنس بن مالک .رضی الله عنه. قال :قال رسول الله ﷺ :ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ،فلارسول بعدی ولانبی بعدی،قال: فشق ذلک علی الناس قال:ولکن المبشرات،قالوا: یارسول الله! ومالمبشرات؟قال:رؤیا الرجل المسلم وهی جزء من أجزاء النبوة.وفی روایة من ستة وأربعین جزء. انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک رسالت اورنبوت منقطع ہوگئی ہے تو میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ نبی۔جناب انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ یہ بات لوگوں پر بہت بھاری ہوگئی تو آپ نے فرمایا: کہ مبشرات ہونگی انہوں نے کہا:مبشرات کیا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:کسی مسلمان شخص کا خواب دیکھنا یہ ایک جز ہے نبوت کے اجزاء میں سے۔یاچھیالیسواں حصہ ہے۔‘‘[مسند احمد رقم:۱۳۸۲۴،اور ترمذی:رقم ۲۲۷۴،میں روایت کی ہے]۔

۱۲: وعن الحسن مرسلاً ان رسول الله ﷺ قال: أنا رسول من أدركت حياً ومن يولد بعدی. حسنؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں رسول ہوں زندہ لوگوں کا اوران کا جو میرے بعد پیدا ہونے والے ہیں۔‘‘[کنز العمال:۱۱/۴۰۴]۔

۱۳: عن عائشة ام المؤمنینؓ قال رسول الله ﷺ :أنا خاتم الأنبياء ومسجدی خاتم مساجد الأنبياء، وان أحق المساجد أن يزار وتشداليه الرواحل مسجد الحرام ومسجدی. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں خاتم النبیین ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے اورمساجد میں سے زیارت کرنے اورسفر کرنے کے لائق مسجد حرام اور میری مسجد ہے۔‘‘[فردوس الاخبار:۱/۴۸]۔

۱۴: عن ابی امامة الباهلی رضی الله عنه قال:سمعت رسول الله ﷺ يقول فی خطبته عام حجةالوداع: انه لانبی بعدی ولا أمة بعدكم. ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ

ﷺ سے سنا ہے فرمایا خطبہ میں اے لوگو! میرے بعد نبی آنے والا نہیں اور نہ تمہارے بعد کوئی امت آنے والا ہے۔'' [مجمع الزوائد:۴۷۱/۸، المعجم الکبیر للطبرانی:۱۶۱/۸]

۱۵: وعن ام سلمة. رضی الله عنها. ان النبی ﷺ قال لعلیؓ: أماترضی أن تکون منی بمنزلة هارون من موسٰی ، غیر أنه لانبی بعدی. ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تو اس بات پر راضی نہین کہ آپ میرے نسبت ایسے ہوں جیسے ہارون علیہ السلام بنسبت موسٰی علیہ السلام کے تھے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'' [صحیح ابن حبان:۱۵/۱۵]۔

۱۶: عن عبدالله بن مسعود .رضی الله عنه.(فی حدیث طویل) قال :قالوا: اللهم اجعل صلاتک ورحمتک وبرکتک علی سیدالمرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر، وقائد الخیر ورسول الرحمة. عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (لمبی حدیث میں) کہا: پڑھو: اللهم اجعل صلاتک ورحمتک وبرکتک علی سیدالمرسلین متقین کا امام ہے خاتم النبیین ہے محمد ﷺ تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے خیر کا پیشوا، اوراس کا قائد اور رحمت کا رسول ہے۔'' [مسند ابی یعلی موصلی:۱۷۵/۹، ابن ماجہ رقم:۹۰۶]۔

۱۷: وعن سهل بن سعدالساعدی رضی الله عنه قال:استاذن العباس النبی ﷺ فی الهجرة فقال له : یاعم!اقم مکانک الذی أنت به،فان الله تعالی یختم بک الهجرة کما ختم بی النبوة. سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کے متعلق اجازت مانگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے چچا! اپنی جگہ اقامت کرو جہاں تم ہو، اللہ تعالی تم پر ہجرت (مکہ) کا اختتام فرمائے گا جیسا کہ میرے اوپر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔'' [مسند ابی یعلی:۵۶/۵]

۱۸: عن ابی ابن کعبؓ عن النبی ﷺ قال:مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی داراً فاحسنها واکملها وترک فیهاموضعالبنة لم یضعها.فجعل الناس یطوفون بالبنیان ویعجبون منه. یقولون لوتم موضع هذه اللبنة فانافی النبیین موضع تلک اللبنة.مسنداحمد۱۶۸/۳۰، وابو الشیخ فی الامثال: ۲۵۵ . یعنی میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو جہاں کچھ نہ رکھا۔ لوگ اسے چاروں طرف دیکھتے بھالتے اوراس کی بناوٹ سے خوش ہوتے لیکن

کہتے کیا اچھا ہوتا۔ کہ اس اینٹ کی جگہ بھی پُر کر لی جاتی پس میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔

[۱۹] عن ابی سعیدالخدریؓ قال قال رسول اللہﷺ ان مثلی ومثل النبیین من قبلی کمثل رجل بنی دارافاتمهاالالبنة واحدة فجئت انافاتممت تلک اللبنة .مسلم رقم:۲۲۸٦، واحمد: ۱۲۲/۱۷ .

[۲۰] عن ابی الطفیل قال قال رسول اللہﷺلانبوة بعدی الا المبشرات قال قیل وما المبشرات یارسول اللہ؟قال الرؤیا الحسنة.اوقال الرؤیا الصالحة.مسنداحمد: ۲۱۳/۳۹ ۲، وبخاری فی التاریخ الکبیر: ۲۴۱/۱/٦ .یعنی میرے بعد نبوت نہیں مگر خوشخبری والے، پوچھا گیا یارسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا نیک خواب۔

[۲۱] عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول اللہﷺان مثلی ومثل النبیین من قبلی کمثل رجل ابتنی بنیانا فاحسنه واکمله الاموضع لبنة من زوایة من زوایاها،فجعل الناس یطیفون به ویعجبون منه للبنیان ویقولون مارأینابنیانااحسن من هذاالاموضع هذه اللبنة .فکنت اناتلک اللبنة. مسنداحمد: ۴۵۷/۱۲ ۴ومسلم رقم: ۲۲۸٦،ابن حبان ٦۴۰۷ .

[۲۲] عن عائشة ام المومنینؓ ان النبیﷺ قال:لایبقی بعدی من النبوة شیء الا المبشرات قالوا: یارسول اللہوما المبشرات؟ قال الرؤیا الصالحة یراهاالرجل اوتری له.مسنداحمد ۴۴۴/۴۱ .

[۲۳] حذیفه بن اسیدقال قال رسول اللہﷺ:ذهبت النبوة فلانبوة بعدی الا المبشرات قیل وما المبشرات؟قال الرؤیا الصالحة یراها الرجل اوتری له.معجم کبیر،طبرانی: ۱۷۹/۳.

[۲۴] عن سعدبن ابی وقاصؓ ان رسول اللہﷺ خرج الی تبوک واستخلف علیاؓ فقال:اتخلفنی فی الصبیان و النساء؟قال الاترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ ؟الاانه لیس نبی بعدی.بخاری: ۴۴۱٦.مسلم رقم: ۲۴۰۴، مسنداحمد: ۱۳٦/۳ .

یعنی جب رسول اللہﷺ تبوک کو روانہ ہونے والے تھے تو علیؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تو علیؓ نے کہا: کہ آپﷺ مجھ کو عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑنا چاہتے ہیں تو پھر رسول پاکﷺ نے فرمایا: کہ آپ کو اس پر خوشی نہ ہوگی کہ آپ ایسا بنے جیسے کہ موسیٰؑ کے لئے ھارونؑ نائب بنے تھے۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

تنبیه: ان احادیث میں اگر چہ سنداً بعض ضعیف ہیں لیکن متن کے لحاظ اور دوسری صحیح احادیث کی وجہ سے حجت بن سکتی ہے۔

ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ
اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔ وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے
عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے
رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ وَّأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيْمًا ﴿٤٤﴾
جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ (اللہ کی طرف سے) سلام ہوگا اور اس نے ان کے لئے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے
يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٤٥﴾
اے پیغمبر! ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے
وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ
اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغِ روشن۔ اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے اللہ
اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ أَذٰهُمْ
کی طرف سے بڑا فضل ہوگا۔ اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا اور نہ ان کے تکلیف دینے پر نظر کرنا
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٤٨﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا
اور اللہ پر بھروسا رکھنا اور اللہ ہی کارساز کافی ہے ۔مومنو! جب
نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ
جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری

عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

کراؤ ان کو کچھ فائدہ (یعنی خرچ) دے کر اچھی طرح سے رخصت کر دو(13)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الّٰتِيٓ اٰتَيْتَ أُجُوْرَهُنَّ

اے پیغمبر! ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دیدیئے ہیں حلال کر دی ہیں

وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ أَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ

اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ نے تم کو (کفار سے بطور مالِ غنیمت) دلوائی ہیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ

اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ وطن چھوڑ آئی

مَعَكَ وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ

ہیں (سب حلال ہیں) اور کوئی مومن عورت اگر اپنے تیئں پیغمبر کو بخش دے (یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے)

إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط

بشرطیکہ پیغمبر بھی ان سے نکاح کرنا چاہیں (وہ بھی حلال ہیں لیکن) یہ اجازت خاص تم ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيٓ أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

ہم نے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو (مہر واجب الادا) مقرر کر دیا ہے ہم کو معلوم ہے (یہ) اس لئے (کیا

لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

گیا ہے) کہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

---

(13) یہ ایت بہت سے احکام فقہیہ پر مشتمل ہے: :اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عقد پر بھی نکاح

کا اطلاق ہوتا ہے ۔اس کے ثبوت میں اس سے زیادہ صراحت والی آیت اور نہیں،اس میں اختلاف ہے کہ لفظ نکاح حقیقت میں صرف ایجاب وقبول کے لے ہیں؟ یا صرف جماع کیلے ہیں؟ یا ان دونوں کے مجموعے کیلئے؟ قرآن کریم میں اطلاق عقد و وطی دونوں پر ہی ہوا ہے۔لیکن اس آیت میں صرف عقد پر ہی اطلاق ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دخول سے پہلے بھی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔مؤمنات کا ذکر یہاں پر بوجہ غلبہ کے ہے، ورنہ حکم کتابیہ عورت کا بھی یہی ہے۔

سلف کی ایک بڑی جماعت نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح ہو گیا ہو۔اس آیت میں نکاح کے بعد طلاق کو فرمایا ہے، پس معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے نہ طلاق صحیح ہے نہ وہ واقع ہوتی ہے ۔امام شافعیؒ اور امام احمدؒ،اور بہت بڑی جماعت سلف وخلف کا یہی مذہب ہے ،امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا خیال ہے کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق درست ہو جاتی ہے۔مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے تو اب جب بھی اس سے نکاح کرے گا طلاق پڑ جائے گی۔پھر امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو امام ابوحنیفہؒ تو کہتے ہیں جب وہ نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ نہیں پڑے گی، کیونکہ کسی خاص عورت کو مقرر کر کے اس نے یہ نہیں کہا۔جمہور جو اس کے خلاف ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔

امام بخاریؒ نے کتاب الطلاق میں عنوان لکھا ہے کہ: باب لاطلاق قبل النكاح، وقول الله تعالى ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ ، الاية۔

وقال ابن عباسؓ: جعل الله الطلاق بعد النكاح .ويروىٰ فى ذٰلک عن علىؓ وسعيد ابن المسيب وعروة بن الزبير وأبى بكر بن عبدالرحمٰن وعبيدالله بن عبدالله بن عتبة وأبان بن عثمان وعلى بن حسن وشريح وسعيد بن جبير والقاسم وسالم وطاؤس والحسن وعكرمة وعطاء وعامر بن سعد وجابر بن زيد ونافع بن جبير ومحمد بن كعب وسليمان بن يسار ومجاهد والقاسم بن عبدالرحمٰن وعمرو بن هرم والشعبى أنهالاتطلق۔

یعنی: نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہو سکتا،ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالی نے طلاق کو نکاح کے بعد رکھا ہے،اور ایسی ہی روایتیں آئی ہیں،علیؓ سے اور سعید بن مسیّب سے،اور عروۃ بن زبیر سے اور اَبوبکر بن عبدالرحمٰن اور عبیداللہ بن عبداللہ بن

عتبہؒ سے اور ابان بن عثمان سے اور امام زین العابدین سے اور قاضی شریح سے اور سعید بن جبیرؒ سے اور قاسم بن محمد سے اور سالم بن عبداللہ بن عمرؒ سے اور طاؤسؒ سے اور حسن بصریؒ سے، اور عکرمہؒ سے، اور عطاء بن ابی رباحؒ سے، اور عامر بن سعدؒ سے، اور جابر بن زید سے، اور نافع بن جبیرؒ اور محمد بن کعب قرظیؒ سے، اور سلیمان بن یسار سے، اور مجاہدؒ سے اور قاسم بن عبدالرحمٰنؒ سے، اور عمرو بن ہرمؒ سے، اور شعبیؒ سے ان سب نے یہی کہا، طلاق نہیں پڑے گا۔

اب ہم ان راویات کا مختصر تخریج کرتے ہیں: عبداللہ بن عباسؓ والی روایت امام حاکمؒ نے (مستدرک: ۱۹۴/۳) میں طاؤس سے نقل کیا ہے کہ: **عن ابن عباسؓ أنه تلا (هٰذه الآية) قال فلایکون طلاق حتی یکون نکاح.** یعنی ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے یہ آیت تلاوت کی، اور فرمایا اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق کو نکاح کے بعد فرمایا ہے پس نکاح سے پہلے کی طلاق کوئی چیز نہیں۔ اس روایت کو امام بیہقی نے: **سنن کبری: ۳۲۰/۷، وابن ابی شیبة، و الطحاوی فی مشکل الاثار: ۲۸۳، ارواء الغلیل: ۲۰۶۸** ۔ میں نقل کیا ہے۔

اسی معنی کی ایک روایت سعید بن منصورؒ نے (سنن: ۲۵۴/۱) میں نقل کیا ہے: **عن حبیب بن ثابتؓ: جاء رجل الی علی بن الحسینؓ فقال انی قلت یوم اتزوج فلانة فهی طالق، فقرأ هذه الایة: قال علی لااری طلاق الابعدنکاح. ابن ابی شیبة.**

علیؓ سے نذال بن سبرہؒ نقل کرتا ہے کہ: **سمعت علیاؓ یقول: لاوصال ولارضاع بعدفطام، ولایتم بعدحلم ولاصمت یوم الی اللیل، ولاطلاق الابعدنکاح. (سنن سعیدبن منصور: ۲۵۴/۱).**

اور حاکم مستدرک: ۱۹۴/۳، میں عنوان دیا ہے:

شواهد حديث لا طلاق الا بعد نكاح

اولاً مذکورہ بالا حدیث ابن عباسؓ نقل کرتا ہے بعد میں عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لاطلاق الابعدنکاح** اس کے بعد عائشہؓ سے نقل کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **لاطلاق الابعدنکاح ولاعتق الابعدملک** (اس روایت کو امام طحاوی نے مشکل الاثار: ۲۸۱/۱، سنن دارقطنی: ۱۵/۴، سنن بیہقی: ۳۲۱/۷۔

پھر عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوع روایت نقل کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: **لاطلاق لمن لایملک**

(سنن کبری:۷/۳۲۰)۔

بعد میں معاذؓ کا روایت نقل کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، لاطلاق الا بعد نکاح ولاعتق الا بعد ملک (سنن دارقطنی:۴/۱۴، سنن کبری:۷/۳۲۰) اور جابرؓ سے مرفوعاً نقل کرتا ہے: یقول: لا طلاق لمن لایملک ولاعتق لمن لایملک (سنن کبری:۷/۳۱۹، ومسند طیالسی رقم:۱۶۸۲، اور جلد۲ ص۵۶۹، میں عمرو بن شعیبؒ عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً نقل کرتا ہے کہ لا طلاق قبل النکاح (ترمذی رقم:۱۱۸۱، ابوداود: رقم:۲۱۰۹، ابن ماجہ:۲۰۴۷۔ یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ابن آدم جس کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں اور جو طلاق نکاح سے پہلے کی ہو، وہ کسی شمار میں نہیں۔

پھر امام حاکم اسی باب میں بروایت عکرمہؒ عن ابن عباسؓ نقل کرتا ہے کہ قال: ماقالها ابن مسعودؓ وان یکن قالها فزلة من عالم، فی الرجل یقول ان تزوجت فلانة فهی طالق، قال عزوجلّ: یاایها الذین امنوا اذانکحتم المؤمنات ثم طلقتموهن. ولم یقل اذاطلقتم المؤمنات ثم نکحتموهن.

اور بعض موقوف روایات علماء سعید بن منصور نے اپنے سنن:۱/۲۵۱، میں نقل کیا ہے:

(۱) روایت عبداللہ بن ابی فروةؓ: قال قدم علینا عمرو بن شعیبؒ فسألته فقال کان ابی عرض علیّ امرأة یزوجنیها فابیت ان اتزوجها وقلت هی طالق البتة یوم اتزوجها، ثم ندمت، فقدمت المدینة فسئلت سعید ابن المسیب وعروة ابن الزبیر فقالا: قال رسول الله ﷺ لاطلاق الا بعد النکاح۔

۲۔ روایت شریح: قال لاطلاق الا بعد النکاح۔

۳۔ روایت علی بن ابی طالبؓ: انه سئل عن رجل قال ان تزوجت فلانة فهی طالق، فقال: لیس بشئ لاطلاق الا بعد ملک۔

۴۔ روایت حسن: انه کان یقول: لاطلاق الا بعد ملک۔

۵۔ روایت سلیمان بن یسارؒ انه حلف فی امرأة ان تزوجها فهی طالق، فتزوجها، فاخبر بذلک عمر بن عبد العزیز وهو امیر علی المدینة فارسل الیه بلغنی انک حلفت فی کذا؟ قال نعم قال: افلا تخل سبیلها؟ قال لا فترکه عمر ولم یفرق بینهما۔

٦۔ روایت عبداللہ بن مسعودؓ قال: اذا قال الرجل کل امرأة اتزوجها فهی طالق قال فلیس بشئ الا ان یوقت۔

تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ وَتُؤۡیٓ اِلَیۡکَ مَنۡ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابۡتَغَیۡتَ مِمَّنۡ

(اورتم کو یہ بھی اختیار ہے کہ) جس بیوی کو چاہو علیحدہ رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس رکھو اور جس کو تم نے علیحدہ کر دیا ہو

عَزَلۡتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکَ ذٰلِکَ اَدۡنٰیٓ اَنۡ تَقَرَّ اَعۡیُنُهُنَّ وَلَا یَحۡزَنَّ

اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں یہ (اجازت) اس لئے ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمناک

وَیَرۡضَیۡنَ بِمَآ اٰتَیۡتَهُنَّ کُلُّهُنَّ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَانَ اللّٰهُ

نہ ہوں اور جو کچھ تم ان کو دو اسے لے کر سب خوش رہیں اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے اور اللہ جاننے

عَلِیۡمًا حَلِیۡمًا ۞ لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنۡ بَعۡدُ وَلَآ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ

والا اور بردبار ہے۔ (اے پیغمبر!) ان کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں [14] اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو

---

[14] مذکورہ بالا کی چار قسم عورتوں کے علاوہ آپ کے لئے کسی اور عورت سے نکاح کرنا حلال نہیں اور نہ موجودہ بیویوں میں سے کسی کو طلاق دیکر اس کی جگہ کسی دوسرے عورت سے نکاح جائز ہے۔ **ای من بعد الاصناف التی سمیت، قال ابی بن کعب** ؓ **وعکرمة وابورزین وھو اختیار محمد بن جریر (قرطبی)** ۔شاہ عبدالقادر دہلویؒ فرماتے ہیں جتنی قسمیں کہہ دیں اس سے زیادہ حلال نہیں اور جو ہے ان کا بدلنا حلال نہیں اس طرح یہ ایت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔شاہ ولی اللہ اور کئی دوسرے علماء نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو نو (۹) عورتیں اس وقت آپ کے نکاح میں ہیں۔اور جنہوں نے دنیا پر آپ کو ترجیح دی ہے ان کے بعد اب آپ کے لئے کسی دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں **لایحل لک النساء من بعدھؤلاء التسع اللاتی اخترنک ای لقد حرم علیک تزوج غیرھن (روح).**

''الاماملکت'' یہ ما قبل سے استثناء ہے یعنی باندیوں کا تبدل آپ کے لئے جائز ہے۔**وکان اللّٰہ علی کل شیء شھیدا**، اللہ تعالی ہر چیز پر قادر اور مطلع اور خبردار ہے اس لئے اس کے حدود و احکام سے تجاوز مت کرو۔

أَزْوَاجٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى
خواہ ان کا حسن تم کو (کیسا ہی) اچھا لگے مگر وہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہے (یعنی لونڈیوں کے بارے میں تم کو اختیار ہے) اور
كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا
اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔ مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر
أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ إِنٰهُ وَلٰكِنْ إِذَا
اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن
دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ
جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو
إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ
یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں (اور کہتے نہیں) لیکن اللہ سچی بات کہنے سے حیا نہیں کرتا
مِنَ الْحَقِّ ط وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ
اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو یہ
أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ
تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبر الٰہی کو تکلیف دو اور نہ
تَنْكِحُوْٓا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ط إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾
یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے
إِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾
اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو مخفی رکھو تو (یاد رکھو کہ) اللہ ہر چیز سے باخبر ہے

لَّا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ أَبْنَآئِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ

عورتوں پر اپنے باپوں سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے

وَلَآ أَبْنَآءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَآ أَبْنَآءِ أَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ

اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے اور نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے اور نہ لونڈیوں سے

أَيْمَانُهُنَّ ج وَاتَّقِينَ اللّٰهَ ط إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾

اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے[15]

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ

اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں مومنو! تم بھی ان پر درود

وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ

اور سلام بھیجا کرو۔ جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے

---

[15] عورتوں کے پردہ کا بیان قرآن کریم کی سات آیتوں میں آیا ہے تین سورۂ نور میں گذر چکی ہیں، چار آیتیں سورۂ احزاب میں ہیں جن میں سے ایک پہلے آچکی ہیں ایک زیر نظر باقی آ گے ائیں گی جن میں پردہ کے درجات کی تعین اور احکام کی تفصیل اور جو اس سے مستثنٰی ہیں ان کا مفصل بیان ہے۔ اسی طرح ستر سے زیادہ احادیث میں قولاً وعملاً پردہ کے احکام بتلائے گئے ہیں ان سب کو یک جا معلوم کرنے کے لئے احقر نے ایک مستقل رسالہ بنام تفصیل الخطاب فی تفسیر ایات الحجاب لکھ دیا ہے جو بزبان عربی احکام القران سورۂ احزاب کا جز ہو کر شائع ہو چکا ہے اس تفسیر قرآن میں ہرایت کی تفسیر تو اپنی اپنی جگہ آتی ہے باقی مضامین رسالہ کے چند ضروری اقتباسات یہاں لکھے جاتے ہیں۔

نزول حجاب کی تاریخ

عورتوں اور مردوں میں بے محابا اختلاط تو دنیا کی پوری تاریخ میں آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ تک

کسی زمانے میں درست نہیں سمجھا گیا۔اورصرف اہل شرائع ہی نہیں دنیا کے عام شریف خاندانوں میں ایسے اختلاط کوروانہیں رکھا گیا۔موسٰی علیہ السلام کے سفر مدین کے وقت جن عورتوں کا اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لئے الگ روکے ہوئے کھڑے ہونے کا ذکر ہے اسکی وجہ یہی بتلائی گئی ہے کہ ان عورتوں نے مردوں کے ہجوم میں گھسنا پسند نہ کیا،سب کے بعد بچے ہوئے پانی پر قناعت کی۔

زینب بنت جحش جن کے نکاح کے وقت پہلی ایت حجاب نازل ہوئی ہےاس کے نازل ہونے سے پہلے بھی جامع ترمذی کی روایت میں ان کی گھر میں نشست کی یہ صورت بیان کی ہے: **وھی مولیۃ وجھھا الی الحائط** (ترمذی: ۳۲۱۸) یعنی وہ اپنا رُخ دیوار کی طرف پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نزول حجاب سے پہلے بھی عورتوں مردوں میں بے محابا اختلاط اور بے تکلف ملاقات وگفتگو کا رواج شریف اور نیک لوگوں میں کہیں نہ تھا،قرآن کریم میں جس جاہلیت اولی اوراس میں عورتوں کے تبرج وظہور کا ذکر ہے وہ بھی عرب کے شریف خاندانوں میں نہیں، بلکہ لونڈیوں اور آوارہ عورتوں میں تھا،عرب کے شریف خاندان اس کو معیوب سمجھتے تھے،عرب کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے ہندوستان میں ہندو، بدھ مت،اوردوسرے مشرکانہ مذاہب والوں میں عورتوں مردوں کے درمیان بے محابا اختلاط گوارہ نہ تھا،یہ مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے دعوے اور بازاروں اورسڑکوں پر پریڈ کرنے اورتعلیم سے لے کر ہرشعبہ زندگی میں مردوزن کے بے تکلف اختلاط ضیافتوں اورکلبوں میں بے تکلف ملاقوں کا سلسلہ صرف یورپین اقوام کی بے حیائی اور فحاشی کی پیداوار ہے،جس میں یہ اقوام بھی اپنے ماضی سے ہٹ جانے کے بعد مبتلا ہوئی ہیں زمانے قدیم میں ان کی بھی یہ صورت نہ تھی حق تعالی نے جس طرح عورت کی جسمانی تخلیق کو مردوں سے ممتاز رکھا ہے اسی طرح ان کی طبیعتوں میں ایک فطری حیا کا جوہر بھی رکھا ہے۔جو ان کو فطری طور پر عام مردوں سے الگ تھلگ رہنے اورتستر پر آمادہ کرتی ہے اور یہ فطری اور طبعی حیا کا پردہ عورتوں مردوں کے درمیان ابتدائے افرینشن سے حائل رہا ہے۔

ابتدائے اسلام میں بھی باہمی پردہ کی یہی نوعیت تھی پردہ نسواں کی یہ خاص نوعیت کہ عورتوں کا اصل مقام گھروں کی چہاردیواری ہواور جب کسی شرعی ضرورت سے باہر نکلنا ہوتو پورے بدن کو چھپا کر نکلیں یہ ہجرت مدینہ کے بعد ۵ھ ہجری میں جاری ہوا ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ باتفاق علمائے امت اس پردہ کے متعلق پہلی آیت وہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی=

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِینًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ

اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جولوگ

الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا

مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت) سے جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو انہوں نے بہتان

= ہے: لاتدخلوا بیوت النبی اور یہ ایت زینب بنت جحشؓ کے نکاح اور اور حرم نبوی میں داخلہ کے وقت نازل ہوئی ہے۔اس نکاح کے تاریخ میں حافظ ابن حجر نے الاصابہ اور عبدالبر نے الاستیعاب میں دوقول نقل کئے ہیں کہ ۳ھ ہجری میں ہوا یا ۵ھ ہجری میں ہوا،ابن کثیر نے پانچ ہجری کو ترجیح دی،ابن سعد نے انسؓ سے بھی پانچ ہجری نقل کیا ہے۔عائشہؓ کی بعض روایات سے بھی اسی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔واللہ اعلم۔

ایت مذکورہ میں عورتوں کو پس پردہ رہنے کا حکم دیا اور مردوں کو حکم یہ ملا کہ اگر ان سے کوئی چیز مانگنا ہے تو پردہ کے پیچھے سے مانگیں اس میں پردہ کی خاص تاکید پائی گئی۔کہ بلا ضرورت تو مردوں عورتوں کو الگ ہی رہنا ہے ضرورت کے وقت ان سے بات کرنا ہو تو پس پردہ کر سکتے ہیں۔قرآن میں پردہ نسواں اور اس کی تفصیلات کے متعلق سات ایتیں ناز ہوئی ہیں چار سورۂ احزاب میں اور تین سورۂ نور میں گذر چکی ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پردہ کے متعلق سب سے پہلے نازل ہونے والی یہی ایت ہے۔

"لاتدخلوا بیوت النبی الاان یؤذن لکم" سورۂ نور کی تین آیتیں اور سورۂ احزاب کے شروع کی ایت جس میں ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے گھروں میں بیٹھیں وقرن فی بیوتکن یہ سب اگرچہ ترتیب قرآن میں پہلے ہے مگر نزول کے اعتبار سے موخر ہیں۔

سورۂ احزاب کی پہلی آیت میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا ہے۔جبکہ ازواج مطہرات کو من جانب اللہ اختیار دیا گیا تھا۔کہ اگر دنیا کی وسعت چاہتی ہیں تو رسول اللہ ﷺ سے طلاق لے لیں۔اور اگر آخرت کو ترجیح دیکر دنیا کی معیشت میں موجودہ حالت پر قناعت کریں تو نکاح میں رہیں۔معارف القرآن۔

وَّإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ
اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔ اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو
الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنٰىٓ أَنْ يُّعْرَفْنَ
کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (آپ) پر چادر لٹکا لیا کریں یہ اَمر ان کے لئے موجبِ شناخت
فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ
(وامتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے
وَالَّذِينَ فِي قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ
اور جو (مدینے کے شہر میں) بُری بُری خبریں اڑایا کرتے ہیں (اپنے کردار) سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان کے پیچھے لگا
بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ أَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا أُخِذُوْا
دیں گے پھر وہاں تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔ (وہ بھی) پھٹکار کئے ہوئے جہاں پائے گئے پکڑے
وَقُتِّلُوْا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ
گئے اور جان سے مار ڈالے گئے۔ جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی سنت رہی ہے اور تم اللہ کی
لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ط قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا
سنت میں تغیر وتبدل نہ پاؤ گے۔ لوگ تم سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں (کہ کب آئے گی) کہہ دو کہ اس کا علم
عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيبًا ﴿٦٣﴾
اللہ ہی کو ہے اور تمہیں کیا معلوم ہے شاید قیامت قریب ہی آگئی ہو
إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾
بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے (جہنم کی) آگ تیار کر رکھی ہے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَّا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾
اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ کسی کو دوست پائیں گے اور نہ مددگار
يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا
اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے کہیں گے کہ اے کاش ہم اللہ کی فرمانبرداری کرتے اور رسول اللہ کا حکم مانتے۔
﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾
اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو رستے سے گمراہ کر دیا
رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾
اے ہمارے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا
مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو (عیب لگا کر) رنج پہنچایا تو اللہ نے ان کو بے عیب ثابت کیا[16]
وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔ مومنو! اللہ سے ڈرا کرو
وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ
اور بات سیدھی کہا کرو۔وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا

---

[16] ''یا ایھا الذین امنوا'' یہ مومنوں سے خطاب ہے،مومنوں کوتلقین فرمائی کہ خبردار ہو۔منافقین اور فجار کی غلط افواہوں اور جھوٹی رپوٹوں سے متاثر ہوکر کہیں وہ کچھ نہ کر بیٹھنا جو موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے لوگوں نے کیا تھا،اور انہیں سخت ایذا پہنچائی تھی۔ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام پر جھوٹی تہمت لگا کر انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالی نے ان کی براءت اور پاکدامنی کا اظہار فرمادیا،کیونکہ موسیٰ علیہ السلام،اللہ کے یہاں بلند قدر ومنزلت کے مالک تھے۔=

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک بڑی مراد پائے گا

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ

ہم نے (بار) امانت آسمانوں اور زمین کو پیش کیا تو انہوں نے اس میں خیانت کرنے سے انکار کیا

= جناب شیخ حسین علی فرماتے ہیں کہ قارون اوران کے ہم نواؤں نے موسٰی علیہ السلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگا کرانہیں ایذادی تھی۔موسٰی علیہ السلام نے قوم کووعظ فرمایا کہ زنا سے بچو جو شخص زنا کرے گا اسے قتل کیا جائے گا۔

قارون نے کہا اگر چہ تو ہو؟ فرمایا یہ حکم سب کے لئے یکساں ہے۔قارون نے ایک فاحشہ عورت کوکثیر دولت کا لالچ دے کر تیار کیا،تاکہ وہ برسرعام اقرار کرے کہ (العیاذ باللہ) موسٰی علیہ السلام نے اس کے ساتھ بدکاری کی ہے۔چنانچہ قارون نے مجمع عام میں کہا فلاں عورت کہتی ہے کہ تم نے اس کے ساتھ بدکاری کی ہے موسٰی علیہ السلام نے اس عورت کواللہ کی قسم دلاکر پوچھا سچ سچ بتاؤ،تواس عورت نے اقرار کیا کہ قارون نے مجھے دولت کا لالچ دیکرا کسایا ہے کہ میں آپ پر جھوٹا بہتان باندھوں۔اس طرح تمام لوگوں کے سامنے موسٰی علیہ السلام کی براءت ظاہر ہوگئی۔اورقارون کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

وقال بعضهم قارون قررمع امرأة فاحشة حتى تقول عندبنى اسرائيل ان موسٰى زنى بى فلما جمع قارون القوم و المرأة حاضره القى الله فى قلبهاانهاصدقت ولم تقل ماالقنت(كبير).قال ابو العاليه هوان قارون استأجرمومسة اى زانية لتقذف موسٰیؑ بنفسهاعلى رأس الملأفعصمهاالله تعالى وبرأ موسٰى من ذالک وكان ذلک سبب الخسف بقارون ومن معه (السراج المنير).وهم قارون وقومه اذرموه بالزنابامرءة مومسة استأجروهالتقذفه بنفسهافبرأه الله مماقالوا باقرارهاانهم استأجروهالهٰذا القذف فخسف الله بهم الارض (مہائمی)۔

يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْأِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾

اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس میں خیانت بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا[17]

لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ

تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے

وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

اور اللہ مومن مردوں اورمومن عورتوں پر مہربانی کرے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے

---

[17] ''انا عرضنا'' یہ مشرکین ومنافقین پرزجراوران کے لئے تخویف اخروی ہے،ہم نے زمین وآسمان پران کے مناسب حال جواحکام مقرر کئے انہوں نے ان کوبخوشی قبول کرلیااوران کی تعمیل کی چنانچہ [حٰمٓ سجدہ:] میں ارشادہے: فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعاً أَوْ كَرْهاً قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ۔ لیکن کافرومشرک اورمنافق انسان نے امانت میں خیانت کی اوراحکام الٰہی کوپس پشت ڈال دیاامانت سےمراد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:سب سے بہتر اور جامع قول یہ ہے کہ اس سے تمام احکام الٰہی اورتکالیف شرعیہ مراد ہیں۔قال ابن عباسؓ يعنى بالامانة الطاعة،ابن كثير:،قال مجاهد ،الامانة الفرائض وحدود الدين، وقال ابو العالية ،ماامروا به ونهوا عنه [معالم التنزيل:]والامانةتعم جميع وظائف الدين على الصحيح من الاقوال وهو قول الجمهور [قرطبى] لیکن غیرذوی العقول کے لئے امانت سےتکوینی فرائض مرادہونے چاہئے:

''فابين ''ابين کی ضمیرجمع مونث سمٰوات،ارض اورجبال کی طرف راجع ہے۔شیخ حسین علی فرماتے ہیں''ان يحملن'' حمل سے ماخوذ ہےجس کےمعنی یہاں خیانت کے ہیں قولہ تعالیٰ: فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ .اى يخنها،وخانهاا لانسان، ونص الازهرى ،عرفناتعالى انهالم تحملهااى ادتها وكل من خان الامانة فقدحملها(تاج العروس)وحمل الامانة ومحتمل لهايريدانه لايؤديهاالى صاحبها الخ(بحرمحيط)يردبالامانة الطاعة للهوبحمل الامانة الخيانة يقال فلان حامل للامانة ومحتمل لهااى لايؤديها الى صاحبهاحتى تزول عن ذمته الخ(مدارك للنسفى)۔اور''الانسان'' =

سورة سبا(مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ

سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے (جو سب چیزوں کا مالک ہے یعنی وہ) کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے سب اسی کا ہے

وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى الۡاٰخِرَةِ ‌ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ﴿1﴾

اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے

= سے کافر اور منافق انسان مراد ہے حاصل یہ ہے کہ ہم نے ساری مخلوق پر بار امانت پیش کیا زمین اور آسمان اور پہاڑوں نے اس امانت کو اٹھاتے ہوئے عہد کیا کہ وہ اس امانت کا حق ادا کریں گے۔ اور اس میں ہرگز خیانت نہیں کریں گے اور مفوضہ فرائض احسن طریقے سے انجام دیں گے۔

"واشفقن منها" یعنی امانت میں خیانت کرنے سے ڈر گئے۔ اسی طرح مومنوں نے بھی امانت کو اٹھالیا اور اسے پورا کرنے کا عہد کیا لیکن کافر اور منافق انسان نے اس امانت میں خیانت کی اور اللہ کی اطاعت کا حق ادا نہ کیا اور اسی خیانت کی وجہ سے اس نے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا۔ اور جہالت و نادانی سے اس میں خیانت کی۔

[وحملها الانسان] ای خان فیهاوابی ان یؤدیها

"انه کان ظلوما" لکونه تارکا لأداء الامانة "جهولا" لاخطائه مایسعده مع تمکنه منه وهوادائها، قال الزجاج الکافروالمنافق حملا الامانة ای خاناولم یطیعاها ومن اطاع من الانبیاء و المؤمنین فلایقال کان ظلوماجهولا۔ شیخ حسین علی کے نزدیک حمل بمعنی خیانت راجح ہے اگرچہ اکثر مفسرین نے حمل کو اٹھانے کے معنی پر محمول کیا ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ
جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے
وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ﴿۲﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا
اور جو اس پر چڑھتا ہے سب اس کو معلوم ہے اور وہ مہربان (اور) بخشنے والا ہے۔ اور کافر کہتے ہیں کہ
لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ
(قیامت کی) گھڑی ہم پر نہیں آئے گی کہہ دو کیوں نہیں (آئے گی) میرے پروردگار کی قسم! وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی
عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ
(وہ پروردگار) غیب کا جاننے والا (ہے) ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین میں
وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿۳﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ
اور کوئی چیز ذرے سے چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴﴾
ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو بدلہ دے یہی ہیں جن کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے
وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيٰتِنَا مُعٰجِزِينَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿۵﴾
اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں کوشش کی کہ ہمیں ہرا دیں گے ان کے لئے سخت درد دینے والے عذاب کی سزا ہے
وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ
اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے
وَيَهْدِيٓ إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿۶﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ
اور (اللہ) غالب اور سزاوارِ تعریف کا رستہ بتاتا ہے۔ اور کافر کہتے ہیں کہ بھلا

نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿٧﴾

ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرکر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو نئے سرے سے پیدا ہوں گے۔

أَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ط بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

یا تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے جنون ہے بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے

فِى الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿٨﴾ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلٰى مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا

وہ آفت اور پرلے درجے کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔ کیا انہوں نے اس کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور

خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ إِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ

پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں

عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿٩﴾

اس میں ہر بندے کے لئے جو رجوع کرنے والا ہے ایک نشانی ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ط يٰجِبَالُ أَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ج

اورہم نے داؤد کو اپنی طرف سے برتری بخشی تھی اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح کرو اور پرندوں کو (ان کا مسخر کر دیا)

وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ أَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ

اور ان کے لئے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا۔ کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا

اور نیک عمل کرو جو عمل تم کرتے ہو میں ان کو دیکھنے والا ہوں۔ اور ہوا کو (ہم نے) سلیمان کا تابع کر دیا تھا اس کی صبح کی

شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ

منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینے بھر کی ہوتی اور ہم نے اس کیلئے تانبے کا چشمہ بہادیا تھا اور جنوں میں سے ایسے[1]

---

[1] جنات کی تسخیر جو اس جگہ مذکور ہے وہ تو اللہ کے حکم سے ہے اس میں تو کوئی سوال ہی نہیں ہوسکتا، اور بعض صحابہ کرام کے متعلق جو روایات میں آیا ہے کہ جنات ان کے مسخر اور تابع تھے، تو یہ تسخیر بھی اسی قسم کی تسخیر باذن اللہ تھی جو بطور کرامت ان کو عطاء کی گئی تھی، اس میں کسی عمل و وظیفہ کا کوئی دخل نہیں تھا، جیسا کہ علامہ شربینی نے تفسیر سراج المنیر میں اس آیت کے تحت میں ابو ہریرہ، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، عمر بن الخطاب، ابوایوب الانصاری زید بن ثابت وغیرہ رضی اللہ عنہم کے متعدد واقعات ایسے لکھے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جنات ان کی اطاعت وخدمت کرتے تھے، مگر یہ سب محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تھا کہ سلیمان علیہ السلام کی طرح کچھ جنات کو ان علماء کا مسخر بنا دیا، لیکن جو تسخیر عملیات کے ذریعہ عاملوں میں مشہور ہے وہ قابل غور ہے، کہ شرعا اس کا حکم کیا ہے،

قاضی بدرالدین شبلی حنفی جو آٹھویں صدی کے علماء میں سے ہیں، انہوں نے جنات کے احکام پر ایک مستقل کتاب ''اکام المرجان فی احکام الجان'' لکھی ہے اس میں بیان کیا ہے کہ جنات سے خدمت لینے کا کام پہلے سلیمان علیہ السلام نے باذن اللہ بطور معجزہ کے کیا ہے، اور اہل فارس جمشید بن اونجان کی طرف منسوب کرتے ہیں، کہ انہوں نے جنات سے خدمات لی ہے، اسی طرح آصف بن برخیا وغیرہ جن کا تعلق سلیمان علیہ السلام سے رہا ہے، ان کے متعلق بھی استخدام جن کے واقعات مشہور ہیں، اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ شہرت ابونصر احمد بن ہلال البکیل اور ہلال بن وصیف کی ہے، جن سے استخدام جنات کے عجیب عجیب واقعات مذکور ہیں، بلال بن وصیف نے ایک مستقل کتاب میں جنات کے کلمات جو انہوں نے سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش کئے اور جو عہد و میثاق سلیمان علیہ السلام نے ان سے لئے ان کو جمع کر دیا ہے۔

قاضی بدرالدین نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ عام طور سے تسخیر جنات کا عمل کرنے والے عاملین کلمات

کفریہ شیطانیہ سے ،اورسحر سے کام لیتے ہیں،جن کو کافر جنات وشیاطین پسند کرتے ہیں،اوران کے مسخر وتابع ہونے کا رازصرف یہ ہے کہ وہ ان کے اعمال کفریہ شرکیہ سے خوش ہوکربطوررشوت کے ان کے کچھ کام بھی کردیتے ہیں اور اسی لئے بکثرت ان عملیات میں قرآن کریم کونجاست یا خون وغیرہ سے لکھتے ہیں جس سے کفارجن اور شیاطین راضی ہوکران کے کام کردیتے ہیں،البتہ ایک شخص نے ابن الامام کے متعلق لکھا ہے کہ خلیفہ معتضد باللہ کے زمانہ میں تھا،جنات کواس نے اسمائے الٰہیہ کے ذریعے سے مسخر کیا تھااس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں تھی (اکام المرجان)۔

ایک اعتراض اوراس کا جواب: سلیمان علیہ السلام نے دعاء مانگی تھی "**رب اغفرلی وھب لی ملکا لاینبغی لاحدمن بعدی**" (ص : ۳۵) ۔اے میرے رب! مجھے بخش دے،اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جومیرے بعد کسی اورکوسزاوارنہ ہو،قران کریم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام کو جنات اور ہوا پر قدرت عطافرمائی تھی،سلیمان علیہ السلام کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور شخص کا جنات اور ہواؤں پر قادر ہونا ان کی دعا کی استجابت کے خلاف ہے اس بناپر یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا اس عفریت کو دھکیلنا یا گرادینا ان کی دعا کی قبولیت کے خلاف ہے،الحدیث(**مسلم کتاب المساجد باب جواز لعن الشیطان فی الصلاۃ**)لیکن حقیقتا ایسانہیں ہے۔

امام رازی اس آیت کے تفسیر میں فرماتے ہیں: **فقولہ"لاینبغی لاحدمن بعدی"لایقدر احدعلی معارضۃ،** ان کی اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور شخص اس معجزہ میں ان کا مقابل نہ ہوسکے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا کا تعلق ان کے زمانہ نبوت کے ساتھ تھا،یعنی ان کے زمانہ نبوت میں کوئی شخص جنات اور ہواؤں پر قدرت ظاہر کر کے ان کے مزاحم نہیں ہوسکتا تھا،محققین کی رائے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام تمام انبیاء کرام کے معجزات اورکمالات کے حامل ہیں، اس لئے نبی ﷺ کوبھی جنات پرقدرت اورسلطنت حاصل ہے، رہا نبی علیہ السلام کا سلیمان علیہ السلام کی دعا کو یاد کر کے اس عفریت من الجن کوستون سے باندھنے کے ارادہ کوترک فرمادینا،تو وہ بعض علماء کی تصریح کے مطابق تواضع اور سلیمان علیہ السلام کی رعایت کرنے پرمحمول ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ جب آپ نے اس کومسجد کے ستون سے باندھنے کا ارادہ فرمایا تھا تو آپ ایسا کربھی سکتے تھے۔

يَدَيۡهِ بِإِذۡنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ أَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ ﴿۱۲﴾

تھے جو ان کے پروردگار کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا اس کو ہم آگ کا مزہ چکھائیں گے

يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَتَمَاثِيۡلَ وَجِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَقُدُوۡرٍ

وہ جو چاہتے ہیں یہ ان کے لئے بناتے عبادت خانے اور مجسمے اور بڑے بڑے لگن جیسے تالاب اور دیگیں

رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعۡمَلُوۡٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِيَ الشَّكُوۡرُ ﴿۱۳﴾

جو ایک ہی جگہ رکھی ہیں اے داؤد کی اولاد! (میرا) شکر کرو اور میرے بندوں میں شکرگزار تھوڑے ہیں[2]

فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ مَا دَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖٓ إِلَّا دَآبَّةُ الۡأَرۡضِ

پھر جب ہم نے ان کے لئے موت کا حکم صادر کیا تو کسی چیز سے ان کا مرنا معلوم نہ ہوا مگر گھن کے کیڑے سے

مساجد میں محراب کے لئے مستقل مکان بنانے کا حکم

[2] رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد تک امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو ایک علیحدہ مکان کی حیثیت سے بنانے کا رواج نہیں تھا، قرون اولی کے بعد سلاطین نے اس کا رواج اپنے تحفظ کے لئے دیا، اور عام مسلمانوں میں اس کا رواج اس مصلحت سے بھی ہوا کہ امام جس جگہ کھڑا ہوتا ہے وہ پوری صف خالی رہتی ہے، نمازیوں کی کثرت اور مساجد کی تنگی کے پیش نظر صرف امام کے کھڑے ہونے کی جگہ دیوار میں گہری کر کے بنادی جاتی ہے، تا کہ اس کے پیچھے پوری صفوف کھڑی ہوسکیں، چونکہ یہ طریقہ قرون اولی میں نہ تھا، اس لئے بعض علماء نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے، مثلاً صاحب روح المعانی نے تفسیر سورۂ مریم میں اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بنام "اعلام الاریب فی بدعة المحاریب"، لکھا ہے اور تحقیق اور صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس طرح کی محرابیں نمازیوں کی سہوت اور مسجد کے مصالح کے پیش نظر بنائی جائیں اور ان کو سنت مقصودہ نہ سمجھا جائے تو ان کو بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں، ہاں اس کو سنت مقصودہ بنالیا جائے، اس کے خلاف کرنے والے پر نکیر ہونے لگے تو اس غلو سے یہ عمل بدعت میں داخل ہوسکتا ہے۔

تَأْكُلُ مِنسَاتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ

جو ان کے عصا کو کھاتا رہا جب عصا گر پڑا تب جنوں کو معلوم ہوا (اور کہنے لگے) کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے

مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔[3]

---

[3] ''فلماقضینا'' ای اوقعنا علی سلیمان الموت حاکمین به علیه (روح المعانی)۔یعنی جب ہم نے اپنے فیصلے کے مطابق سلیمان علیہ السلام پر موت واقع کردی،مادلّھم ''ضمیر مفعول جنوں کی طرف عائد ہے،جیسا کہ مشہور ہے، فالضمیر فی دلھم عائدعلی الجن الذین یعملون له (بحر) ۔یااس سے جن اورال داوداوردوسرے لوگ بھی مراد ہیں،مادلھم''ای الجن وآل داود،مدارک، اور دابة الارض سے دیمک مراد ہے جوایک قسم کا کیڑا ہے اورلکڑی کوکھا تا ہے داودعلیہ السلام نے مسجد بیت المقدس کی تعمیر کا کام شروع کیا،لیکن اس کی تکمیل سے پہلے ہی ان کی وفات ہوگئی،اوروفات سے پہلے سلیمان علیہ السلام کواس کی تکمیل کی وصیت فرما گئے،انہوں نے والدمحترم کی وصیت کے مطابق بیت المقدس کی تکمیل کے کام پرجنوں کو مامورفرمایا،اورخودکام کی نگرانی فرماتے تھے،ابھی تعمیر کا کام پایہ تکمیل کونہیں پہنچا کہ ان کی اجل قریب آ پہنچی،چنانچہ ایک روزسلیمان علیہ السلام حسب دستورجنوں کوکام میں مصروف پاکرخودعبادت خانے میں لاٹھی پرٹیک لگا کرعبادت میں مصروف ہوگئے،اوراسی حال میں روح مبارک قفص عنصری سے پرواز کرگئی،طویل مدت تک آپ اسی ہیئت میں رہے،جن اوردوسرے لوگ یہی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اورعبادت میں مصروف ہیں،اور جن بھی باقاعدہ اپنے کام میں مصروف رہے،ادھرجنوں نے تعمیر کا کام مکمل کرلیا،اوراللہ کے حکم سے سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی کودیمک نے یہاں تک کھالیا،کہ وہ ٹوٹ گئی اورسلیمان علیہ السلام گرپڑے۔

اب جنوں کواوردوسرے لوگوں کومعلوم ہوا،کہ ان کی موت توعرصہ سے واقع ہوچکی ہے،اوراتنا عرصہ ان کا جسم لاٹھی کے سہارے اپنی وضع پرقائم رہاہے،اب جنوں پریہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ وہ غیب نہیں جانتے،ان کا غیب دانی کادعوی غلط ہے،اگروہ غیب جانتے ہوتے تواتنا طویل عرصہ اس ذلت امیزمحنت ومشقت میں کیوں مبتلا رہتے،سلیمان علیہ السلام کی وفات کواللہ تعالی نے دوحکمتوں کیلئے پوشیدہ رکھا،اول اس لئے کہ بیت المقدس کی تعمیر کا کام مکمل=

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ

(اہلِ) سبا کے لئے ان کے مقامِ بودوباش میں ایک نشانی تھی[4]

= ہو جائے، اگر جنوں کو ان کی وفات کا علم ہو جاتا تو وہ کام کو وہیں چھوڑ دیتے۔

دوم جنوں کا دعوی تھا کہ وہ غیب جانتے ہیں تو اللہ تعالی نے سلیمان علیہ السلام کی موت کو ان سے پوشیدہ رکھ کر ان کے اس جھوٹے دعوے کا پول ظاہر فرما دیا: **قال قتادة وغیرہ کانت الجن تدعی علم الغیب فلما مات سلیمان علیہ السلام وخفی موتہ علیھم" تبینت الجن " الایة**، قرطبی۔

حالانکہ یہ واقعہ ان کے دعوے کو رد کرتا ہے جن کو یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ سلیمان علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، اور وہ ان کو زندہ سمجھ کر ان کے ڈر سے سال بھر ذلت آمیز محنت ومشقت میں مبتلا رہے، وہ کسی طرح بھی غیب دان اور شفیع غالب نہیں ہو سکتے، شیخ حسین علی فرماتے ہیں، تبینت، فعل لازم ہے اور" ان لو کانوا" جملہ الجن سے بدل الاشتمال ہے، مطلب یہ ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام گر پڑے تو جن ظاہر ہو گئی یعنی ان کے بارے میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اتنا عرصہ عذاب مہین میں گرفتار نہ رہتے۔

[4] ابن کثیر نے فرمایا کہ سبا یمن کے بادشاہوں اور اس ملک کے باشندوں کا لقب ہے" تبابعۃ" جو اس ملک کے مقتداء وپیشوا تھے وہ بھی اسی قوم سبا میں سے تھے، اور ملکہ بلقیس جن کا واقعہ سلیمان علیہ السلام کے ساتھ سورۂ نمل میں گذر چکا ہے، وہ بھی اسی قوم میں سے تھیں، اللہ تعالی نے ان پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیئے تھے، اور ان کی شہر میں آرام وعیش کے تمام اسباب مہیا کر دیئے تھے، اور اپنے انبیاء کے ذریعے ان کو اللہ کی توحید اور اسکے احکام کی اطاعت کے ذریعہ نعمتوں کے شکر کا حکم دیا گیا تھا، ایک مدت تک یہ لوگ اس حال پر قائم اور ہر طرح کی راحت وعیش سے مالا مال رہے، پھر ان میں عیش وعشرت میں انہماک سے اللہ تعالی سے غفلت بلکہ انکار تک نوبت پہنچ گئی، تو اللہ تعالی نے ان کی تنبیہ کے لئے اپنے تیرہ انبیاء بھیجے جنوں نے ان کی فہمائش اور راہ راست پر لانے کی پوری کوشش کی، مگر یہ لوگ اپنی غفلت وبے ہوشی سے باز نہ آئے تو ان پر ایک سیلاب کا عذاب بھیجا گیا، جس نے ان کے شہر اور باغات سب کو ویراں وبرباد کر دیا۔

امام احمد ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ سبا جس کا قرآن

میں ذکر ہے، یہ کسی مرد یا عورت کا نام ہے، یا زمین کے کسی حصہ کا، رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک مرد کا نام ہے، جس کی اولاد میں دس لڑکے ہوئے، جن میں سے چھ یمن میں آباد رہے، اور چار شام میں چلے گئے، یمن میں رہنے والوں کے نام یہ ہیں: مذحج، کندہ، ازد، اشعری، انمار، حمیر، ان چھ لڑکوں سے چھ قبیلے پیدا ہوئے جو انہیں مذکورہ ناموں سے معروف ہیں۔

اور شام میں بسنے والوں کے نام یہ ہیں: لخم، جذام، عاملہ، غسان، ان کی نسل کے قبائل انہیں ناموں سے مشہور ہوئے، یہ روایت حافظ امام ابن عبدالبر نے بھی اپنی کتاب القصد والامم بمعرفۃ انساب العرب والعجم میں نقل کی ہے،

ابن کثیر کی تحقیق بحوالہ علمائے نسب یہ ہے کہ یہ دس لڑکے سبا کے صلبی اور بلا واسطہ بیٹے نہیں تھے، بلکہ سبا کی دوسری، تیسری، یا چوتھی، نسل میں یہ لوگ ہوئے ہیں پھر ان کے قبیلے شام و یمن میں پھیلے، اور انہی کے ناموں سے موسوم ہوئے اور سبا کا اصل نام عبدشمس تھا سبا عبدشمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان سے ان کا نسب نامہ واضح ہو جاتا ہے، اور اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ سبا عبدشمس نے اپنے زمانے میں نبی آخر الزمان محمد ﷺ کی بشارت سنائی تھی ممکن ہے کہ ان کو اس کا علم کتب قدیمہ تورات وانجیل سے ہوا ہو، نبی ﷺ کی شان میں اس نے چند عربی اشعار بھی کہے ہیں جن میں آپ ؐ کی بعثت کا ذکر کر کے یہ تمنا کی ہے کہ کاش میں ان کے زمانے میں ہوتا تو میں ان کی مدد کرتا، اور اپنی قوم کو ان پر ایمان لانے اور مدد کرنے کی تلقین کی ہے۔

اور حدیث مذکور میں جو یہ ہے کہ سبا کے دس لڑکوں میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے چار شام کی طرف چلے گئے یہ واقعہ ان پر سیلاب کا عذاب آنے کے بعد کا ہے، کہ سیلاب آنے کے وقت یہ لوگ مختلف سمتوں اور شہروں میں منتشر ہوگئے۔ ابن کثیر۔ قرطبی نے بحوالہ قشیری قوم سبا کا زمانہ عیسٰی علیہ السلام کے بعد رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانہ فترت نقل کیا ہے۔

"**فارسلنا علیھم سیل العرم**" لفظ عرم، کے عربی لغت کے اعتبار سے کئی معنی معروف ہیں، اور علماء تفسیر نے ہر معنی کے اعتبار سے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے، مگر ان میں سیاق قران کے مناسب وہ معنی ہیں جو قاموس اور صحاح جوہری وغیرہ کتب لغت میں ہیں، کہ عرم کے معنی سدّ یعنی بند کے ہیں جو پانی روکنے کے لئے بنایا جاتا ہے، جو آج کل ڈیم کے نام سے معروف ہے، ابن عباسؓ نے بھی عرم کے معنی سدّ یعنی بند کے بیان فرمائے ہیں۔ قرطبی۔

واقعہ اس بند (ڈیم) کا حسب بیان ابن کثیر یہ ہے کہ ملک یمن میں اس کے دارالحکومت صنعاء سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک شہر مآرب تھا، جس میں قوم سبا آباد تھی، دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں شہر آباد تھا، دونوں پہاڑوں=

جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ ط كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ

(یعنی) دو باغ (ایک) داہنی طرف اور (ایک) بائیں طرف اپنے پروردگار کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو (یہاں تمہارے

وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ

رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور اللہ بخشنے والا۔ تو انہوں نے منہ پھیر لیا پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور انہیں ان کے

بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾

باغوں کے بدلے ایسے دو باغ دیئے جن کے میوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

یہ ہم نے ان کی ناشکری کی ان کو سزا دی اور ہم سزا ناشکرے ہی کو دیا کرتے ہیں

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً

اور ہم نے ان کے اور (شام کی) ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی (ایک دوسرے کے متصل) دیہات

= کے درمیان سے اور پہاڑوں کے اوپر سے بارش کا سیلاب آتا تھا، یہ شہر ہمیشہ ان سیلابوں کی زد میں رہتا تھا، ایک شہر کے بادشاہوں نے جن میں ملکہ بلقیس کا نام خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک بند نہایت مستحکم مضبوط تعمیر کیا، جس میں پانی اثر نہ کر سکے، اس بند نے پہاڑوں کے درمیان سے آنے والے سیلابوں کو روک کر پانی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بنا دیا، پہاڑوں کی بارش کا پانی بھی اس میں جمع ہونے لگا، اس بند کے اندر اوپر نیچے پانی نکالنے کے لئے تین دروازے رکھے گئے، تاکہ پانی کا یہ ذخیرہ انتظام کے ساتھ شہر کے لوگوں کے اور ان کی زمین و باغ کی آپ پاشی کے کام آوے پہلے اوپر کا دروازہ کھول کر اس سے پانی لیا جاتا تھا، جب اوپر کا پانی ختم ہو جاتا، تو اس سے نیچے کا اور اس کے بعد سے نیچے کا تیسرا دروازہ کھولا جاتا تھا، یہاں تک کہ دوسرے سال کی بارشوں کا زمانہ آ کر پھر پانی اوپر تک بھر جاتا، بند کے نیچے ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کیا گیا تھا، جس میں پانی کے بارہ راستے بنا کر بارہ نہریں شہر کے مختلف اطراف میں پہونچائی گئی تھیں، اور سب نہروں میں پانی یکساں انداز میں چلتا اور شہر کی ضرورتوں میں کام آتا تھا۔

وَّقَــدَّرْنَــا فِيْهَـا السَّيْـرَ ط سِيْــرُوْا فِيْهَــا لَيَــالِــيَ وَاَيَّــامًـا آمِـنِيْـنَ ﴿۱۸﴾

بنائے تھے جو سامنے نظر آتے تھے اور ان میں آمد و رفت کا اندازہ مقرر کر دیا تھا کہ رات دن بے خوف و خطر چلتے رہو۔

فَـقَـالُـوْا رَبَّـنَـا بَـاعِـدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ

توانہوں نے دعا کی کہ اے پروردگار! ہماری مسافتوں میں بُعد (اور طول پیدا) کر دے اور انہوں نے اپنے حق میں ظلم کیا تو

وَمَـزَّقْـنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ط اِنَّ فِـيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰـتٍ لِّـكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

ہم نے (انہیں نابود کر کے) ان کے افسانے بنا دیئے اور انہیں بالکل منتشر کر دیا اس میں ہر صابر و شاکر کے لئے نشانیاں ہیں

وَلَـقَـدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا کہ مومنوں کی ایک جماعت کے سوا وہ اس کے پیچھے چل پڑے۔

وَمَـا كَــانَ لَــهٗ عَـلَيْهِـم مِّـنْ سُـلْـطٰـنٍ اِلَّا لِـنَـعْـلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِـالْاٰخِرَةِ

اور اس کا ان پر کچھ زور نہ تھا مگر (ہمارا) حکمت یہ تھا کہ جو لوگ آخرت میں شک کرتے ہیں

مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ط وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ

ان سے ان لوگوں کو جو اس پر ایمان رکھتے تھے متمیز کر دیں اور تمہارا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔ کہہ دو کہ جن کو تم

زَعَـمْتُـمْ مِّـنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَـمْـلِـكُوْنَ مِثْقَــالَ ذَرَّةٍ فِـي السَّمٰوٰتِ

اللہ کے سوا (معبود) خیال کرتے ہو ان کو بلاؤ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ چیز کے بھی مالک نہیں ہیں

وَلَا فِـي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾

اور نہ ان میں ان کی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے

وَلَا تَـنْـفَـعُ الشَّـفَـاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ

اور اللہ کے ہاں سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے یہاں تک کہ جب ان کے

قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾
دلوں سے اضطراب دُور کر دیا جائے گا تو کہیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ کہیں گے کہ حق اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَإِنَّآ أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلٰى
پوچھو کہ تم کو آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کہو کہ اللہ اور ہم یا تم (یا تو) سیدھے رستے پر ہیں

هُدًى أَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ أَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ
یا صریح گمراہی میں ہیں۔ کہہ دو کہ نہ ہمارے گناہوں کی تم سے پرسش ہو گی اور نہ تمہارے اعمال کی

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ
ہم سے پرسش ہو گی۔ کہہ دو کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا پھر

الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ أَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ
ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا اور صاحبِ علم ہے۔ کہو کہ مجھے وہ لوگ تو دکھاؤ

أَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾
جن کو تم نے شریکِ (الٰہی) بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے کوئی نہیں بلکہ وہی (اکیلا) اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا
اور (اے محمدﷺ!) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾
جانتے۔[5] اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ (قیامت کا) وعدہ کب وقوع میں آئے گا؟

---

[5] اس ایت کریمہ سے علماء کرام نے آپﷺ کی بعثت عامہ کے لئے استدلال کیا ہے چونکہ آپﷺ کا تمام

لوگوں کی جانب مبعوث ہونا بالضرورۃ دین اسلام کا تقاضا ہے لیکن بعض یہود اور نصاری کا یہ قول کہ آپ خاص طور پر عرب کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ، بالکل باطل ہے، اس لئے کہ جب وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی کا رسول مانتے ہیں تو آپ ﷺ جو باتیں کہتے ہیں ان کو وہ سب باتیں تسلیم کرنی چاہئیں۔

آپ ﷺ نے جب فرمایا: کہ:" **بعثت الی الناس کافة**" میں تمام لوگوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (مسند احمد:۲۷۴۲) پھر ظاہر ہے کہ رسول جھوٹ نہیں بولتا تو آپ کی تصدیق ضروری ہے چنانچہ آپ نے روئے زمین کے تمام اطراف میں قاصد ارسال کئے اور کسری قیصر، نجاشی ،مقوقس، دیگر بادشاہوں کی جانب خطوط ارسال کئے اور انہیں اسلام کی جانب دعوت دی۔

حدیث متفق علیہ میں ہے کہ: **اعطیت خمسا لم یعطهن احد من الانبیاء قبلی، نصرت بالرعب مسیــــرۃ شهر، وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا، فایما رجل من امتی ادرکته الصلاۃ فلیصل، واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی ،واعطیت الشفاعة ،وکان النبی یبعث الی قومه خاصة، وبعثت الی الناس عامة(بخاری رقم: ۳۳۵ومسلم: ۵۲۱)**۔وغیرہ۔یعنی مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو یہ چیزیں نہیں دی گئیں، ایک ماہ کی مسافت تک مجھے رعب عطا کیا گیا ہے، اور تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کر دی گئی ہے، پس میری امت کے کسی فرد پر جب نماز کا وقت آجائے تو وہ نماز ادا کرے۔اور میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں، مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھیں، اور مجھے شفاعت کا عطیہ دیا گیا ہے، ہر نبی اپنی قوم کی جانب مبعوث ہوا، اور مجھے سب لوگوں کی جانب مبعوث کیا گیا ہے۔

اور حدیث ابی ہریرۃ میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لا یسمع بی رجل من هذه الامة، یهودی ولا نصرانی ثم لا یومن بی الا دخل النار .(رواه مسلم: رقم ۱۵۳)** ۔یعنی اس امت کا کوئی یہودی، عیسائی میرے بارے میں معلوم کرنے کے بعد اگر ایمان نہیں لائے گا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

لفظ (کــــافة) کی تحقیق، چونکہ لفظ کافۃ کلام عرب میں بطور حال استعمال ہوتا ہے اس لئے اس کو زیر (جر) دیکر پڑھنا درست نہیں۔لفظ کــافة کے اعراب میں تین قول ہیں پہلا قول وہ" کاف" سے حال ہے، اور اسم فاعل کا صیغہ ہے تا مبالغہ کی ہے یعنی آپ لوگوں کو باطل سے پھیرنے والے ہیں۔

یا یہ "کف" کا مصدر ہے معنی یوں ہوگا کہ آپ لوگوں کو باطل سے روکیں، اور مصدر حال آتا=

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَأْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

کہہ دو کہ تم سے ایک دن کا وعدہ ہے جس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہو گے نہ آگے بڑھو گے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرٰى

اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں گے اور نہ ان (کتابوں) کو جو اس سے پہلے کی ہیں اور اگر (ان)

إِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ الْقَوْلَ

ظالموں کو تم اس وقت دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے سے ردّ وکد کر رہے ہوں

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

گے جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْآ أَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ

بڑے لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ بھلا ہم نے تم کو ہدایت سے

= رہتا ہے، دوسرا قول، الـــنـــــاس، سے حال ہے لیکن اعتراض واقع ہوتا ہے کہ مجرور کا حال مجرور سے پہلے نہیں آ سکتا جمہور کا یہی مسلک ہے لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں، اس لئے کہ کلام عرب میں یہ ترکیب کثرت کے ساتھ موجود ہے لہٰذا اس کو تسلیم کیا جائے چنانچہ ابن مالک نحوی نے اسی کو ترجیح دی ہے، اصل یوں ہوگا ''ومــا ارسـلـنـاک الا للناس کافة'' ۔

تیسرا قول مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی ایسی رسالت جو لوگوں کو باطل سے روکنے والی ہے۔

اسی مضمون والی آیات سورۂ اعراف: ۱۵۸، انعام: ۱۹، نساء ۷۹، یونس: ۲، فرقان: ۱، ال عمران: ۲۰، ہیں۔



عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ إِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾
جب وہ تمہارے پاس آ چکی تھی روکا تھا؟ (نہیں) بلکہ تم ہی گنہگار تھے
وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
۔ اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے (نہیں) بلکہ (تمہاری) رات دن کی چالوں نے (ہمیں روک رکھا تھا)
إِذْ تَأْمُرُوْنَنَآ أَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ أَنْدَادًا وَّأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا
جب تم ہم سے کہتے تھے کہ اللہ کا کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے
الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلٰلَ فِيْٓ أَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا
تو دل میں پشیمان ہوں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے بس جو عمل وہ کرتے تھے
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَا
ان ہی کا ان کو بدلہ ملے گا۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا
إِنَّا بِمَآ أُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَّأَوْلَادًا
کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں۔ اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں
وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ
اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔ کہہ دو کہ میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے)
وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ أَمْوَالُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ
تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں
تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰىٓ إِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ
کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں ہاں (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا ایسے ہی لوگوں کو

لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾

ان کے اعمال کے سبب دگنا بدلہ ملے گا اور وہ خاطر جمع سے بالاخانوں میں بیٹھے ہوں گے

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ أُوْلٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾

جولوگ ہماری آیتوں میں کوشش کرتے ہیں کہ ہمیں ہرا دیں وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے

قُلْ إِنَّ رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ط

کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے

وَمَآ أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾

اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ اس کا (تمہیں) عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے؟

﴿٤٠﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِم بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ

وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ یہ بلکہ یہ جنات کو پوجا کرتے تھے

أَكْثَرُهُمْ بِهِم مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا

اور اکثر انہی کو مانتے تھے۔ تو آج تم میں سے کوئی کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا

وَّلَا ضَرًّا ط وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِىْ كُنْتُمْ بِهَا

اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ دوزخ کے عذاب کا جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے

تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَا إِلَّا رَجُلٌ

مزا چکھو۔ اور جب ان کو ہماری روشن آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک (ایسا) شخص ہے

يُّرِيْدُ أَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ
جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کی تمہارے باپ دادا پرستش کیا کرتے تھے ان سے تم کو روک دے اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ
إِلَّا إِفْكٌ مُّفْتَرًى ط وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا
محض جھوٹ ہے جو (اپنی طرف سے) بنالیا گیا ہے اور کافروں کے پاس جب حق آیا تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ
سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمْ
تو صریح جادو ہے۔ اور ہم نے نہ تو ان کو کتابیں دیں جن کو یہ پڑھتے ہیں اور نہ تم سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا بھیجا
قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
مگر انہوں نے تکذیب کی۔ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی تھی اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا
وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾
یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے تو انہوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میرا عذاب کیسا ہوا
قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ج أَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا
کہہ دو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر غور کرو
مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾
تمہارے رفیق کو سودا نہیں وہ تمہیں سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں
قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
کہہ دو کہ میں نے تم سے کچھ صلہ مانگا ہو تو وہ تم ہی کو (مبارک رہے) میرا صلہ تو اللہ ہی کے ذمے ہے اور وہ ہر چیز سے
شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾
خبردار ہے۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اوپر سے حق اتارتا ہے (اور وہ) غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا

کہہ دو کہ حق آ چکا اور (معبودِ) باطل نہ تو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ پیدا کرے گا۔ کہہ دو کہ اگر میں گمراہ ہوں تو میری

أَضِلُّ عَلٰى نَفْسِىْ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِىْٓ إِلَىَّ رَبِّىْ ؕ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾

گمراہی کا ضرر مجھ ہی کو ہے اور اگر ہدایت پر ہوں تو یہ اس کا طفیل ہے جو میرا پروردگار میری طرف وحی بھیجتا ہے بیشک وہ سننے والا نزدیک ہے

وَلَوْ تَرٰٓى إِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾

اور اگر تم دیکھو جب یہ گھبرا جائیں گے تو (عذاب سے) بچ نہیں سکیں گے اور نزدیک ہی سے پکڑ لئے جائیں گے

وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ وَأَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾

اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) اتنی دُور سے ان کا ہاتھ ایمان کے لینے کو کیونکر پہنچ سکتا ہے

وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾

اور پہلے تو اس سے انکار کرتے رہے اور بن دیکھے دُور ہی سے (ظن کے) تیر چلاتے رہے

وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ

ان میں اور ان کی خواہش کی چیزوں میں پردہ حائل کر دیا گیا جیسا کہ پہلے ان کے ہم جنسوں سے

مِّنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوْا فِىْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾

کیا گیا وہ بھی الجھن میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے تھے

سورة فاطر (مكية)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا

سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار ہے) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے

اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے بیشک اللہ ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا

پر قادر ہے۔ ا۔ اللہ جو اپنی رحمت (کا دروازہ) کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے

وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾

تو اس کے بعد کوئی اس کو کھولنے والا نہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ

لوگو! اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں ان کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق (اور رازق) ہے

يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾

جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾

اور اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلا دیں تو تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں اور کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے

يَآَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم
لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں
بِاللهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ إِنَّمَا يَدْعُوْا
فریب دے شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو وہ اپنے (پیروؤں کے) گروہ کو بلاتا ہے
حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ
تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہوں ۔ جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے
شَدِيْدٌ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾
اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے
أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ
بھلا جس شخص کو اس کے اعمالِ بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں اور وہ ان کو عمدہ سمجھنے لگے تو (یا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟)
وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ
بیشک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو ان لوگوں پر افسوس کر کے تمہارا دم نہ نکل جائے
إِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾ وَاللهُ الَّذِىْ أَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا
یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے واقف ہے۔ اور اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر ہم ان کو ایک
فَسُقْنٰهُ إِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ﴿۹﴾
بے جان شہر کی طرف چلاتے ہیں پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں اسی طرح مُردوں کو جی اٹھنا ہوگا

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

جوشخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت تو سب اللہ ہی کے لئے ہے اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں[1]

---

[1] اسکی تفسیر میں ایک حدیث بھی وارد ہے جو کہ ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ: قال رسول الله ﷺ یتعاقبون فیکم ملائکة باللیل وملائکة بالنهار ،و یجتمعون فی صلاة الفجر، وصلاة العصر ،ثم یعرج الذین باتوا فیکم، فیسألهم ربهم وهو اعلم بهم ، کیف ترکتم عبادی؟ فیقولون: ترکناهم وهم یصلون، و اتیناهم وهم یصلون ۔(متفق علیہ،خ:۵۵۵،م،۶۳۲)۔

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،تمہارے پاس آسمان سے فرشتے رات دن آتے رہتے ہیں، جوتمہاری اعمال لکھتے ہیں اورانہیں بارگاہ الٰہی میں پہنچاتے ہیں اور فجر وعصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، اور جوفرشتے تمہارے پاس رہتے ہیں وہ (جس وقت) آسمان پر جاتے ہیں تواللہ تعالی بندوں کے احوال جاننے کے باوجودان سے (بندوں کے احوال واعمال) پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کوکس حالت میں چھوڑا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! ہم نے تیرے بندوں کونماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے، اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تواس وقت بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔

یہ مسئلہ چونکہ پہلے واضح ہوچکی ہے کہ اللہ تعالی عرش پرمستوی ہے، اوربعض آیات کریمہ اورآحادیث میں ”فی السماء“ کی جملہ مذکور ہے جیسا کہ سورۃ الملک:۱۷،اورحدیث میں بھی ہے جو کہ مسند احمد نے:۲/۲۹۱، میں اورابوداؤد نے:۳/۵۸۸، کتاب الایمان و النذور میں اورامام ذہبی نے کتاب العلو:۱۷، میں اورابن خریمہ نے کتاب التوحید:۱۲۳، میں ذکر کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:این الله؟قالت فی السماء ،قال اعتقها فانها مؤمنة یعنی آپ ﷺ کا لونڈی سے یہ فرمانا کہ اللہ تعالی کہاں ہے؟ لونڈی نے جواب دیا آسمان پر،تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے ازاد کردو، یہ ایمان دار ہے۔ جبکہ امام مسلم نے :۲/۷۴۲، کتاب الزکواۃ میں اورامام بخاریؒ نے :۵/۳۲۶، کتاب المغازی میں ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:الاتأمنونی وانا امین من فی السماء ،رواہ مسلم عن ابی سعید الخدری۔ کیا تم مجھے امانت دار نہیں سمجھتے؟ حالانکہ میں اس ذات کا امین ہوں جو=

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ط وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّئٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ

اور نیک عمل اس کو بلند کرتے ہیں اور جو لوگ بُرے بُرے مکر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے

وَّمَكْرُ أُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

اور ان کا مکر نابود ہو جائے گا۔ اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر

= آسمان پر ہے۔ایسی روایات زیادہ ہیں لیکن ایک دیگر روایت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے جو کہ امام دارمی نے کتاب الرد علی المریسی:۵۷،حلیۃ الاولیاء:۱/۱۹،تاریخ بغداد:۳۴۶/۱۰،اور ابو یعلی وغیرہ نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لما القی ابراهيم فی النار قال: اللهم انک واحد فی السماء وانا واحد فی الارض اعبدک. اسناده حسن.

جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکا گیا تو انہوں نے کہا اے اللہ تو آسمان پر اکیلا ہے اور میں روئے زمین پر تیرا اکیلا عبادت گذار ہوں۔امام ذہبی نے کتاب الاربعین:۵۵،اور کتاب العلو:۲۱،میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔اور مناویؒ نے التیسیر :۳۰۲/۲،میں بھی۔

اس سے بعض لوگوں کو شبہ ہے کہ اللہ تعالی عرش پر ہے یا اسمانوں میں؟ تو اس کا جواب امام ذہبی کتاب الاربعین میں دیتا ہے کہ:''فی''بہت دفعہ ''علی'' کے معنے میں استعمال ہوجاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: فسيحوا فی الارض. التوبة: ۲، یعنی علی الارض نیز دوسری جگہ ہے: فلاصلبنكم فی جذوع النخل، طٰهٰ: ۷۱، يعنی علی جذوع النخل پھر آگے فرماتا ہے: وكل ما علا فهو سماء، و المراد بالسماء فی ذلک بانه العرش اذ هو علی السماوات، یعنی ہر وہ چیز جو بلند ہو وہ سماء کہلاتی ہے، تو یہاں سماء سے مراد عرش ہے، کیونکہ عرش اسمانوں پر ہی ہے۔اسی طرح امام بیہقی بھی اس اعتراض کی جواب میں لکھتا ہے: فی السماء ای فوق السماء علی العرش كما نطق الكتاب، وكما صحت الاخبار عن النبی ﷺ، الاسماء و الصفات للبيهقی: ۵۳۴، ۵۳۷. اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے الفتاوی: ۱۰۶/۵، میں بھی امام بیہقیؒ کے قول جیسے قول کیا ہے۔

جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثٰى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ

تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور نہ کسی بڑی عمر والے کو

مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

عمر دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے بیشک یہ اللہ کو

يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ھٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ

آسان ہے۔[2] اور دونوں دریا (مل کر) یکساں نہیں ہو جاتے یہ تو میٹھا ہے پیاس بجھانے والا جس کا پانی خوشگوار ہے

---

[2] وما ینقص من عمرہ میں [ہ] کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ عین عمر ہی نہیں، اس لئے کہ طول عمر کتاب میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کی عمر سے کمی نہیں ہوتی، یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کو عمر طویل عطا فرماتے ہیں وہ پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اسی طرح جس کی عمر کم رکھی جاتی ہے وہ بھی سب لوح محفوظ میں پہلے ہی درج ہے، حاصل یہ ہے کہ یہاں عمر کا طول اور نقص فرد واحد کے متعلق مراد نہیں بلکہ کلام نوع انسانی کے متعلق ہے کہ اس کے کسی فرد کو عمر طویل دی جاتی ہے، یعنی ضمیر جنس کی طرف بھی لوٹتی ہے۔ جیسے عرب میں کہا جاتا ہے عندی ثوب و نصفہ یعنی میرے پاس ایک کپڑا ہے اور دوسرے کپڑے کا آدھا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس شخص کے لئے میں نے طول عمر مقدر کی ہے وہ اسے پوری کر کے ہی رہے گا۔ لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے وہیں تک پہنچے گی، اور جس کے لئے میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ بعض انسان سوسوسال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں عمر کی لمبائی یا کمی لکھ لی جاتی ہے۔ ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوتی کوئی لمبی عمر والا کوئی کم عمر والا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آ رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہے کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں جو گزر رہی ہے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں

ہےاوراس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے نبی کریمﷺ فرماتے ہیں: جوچاہے کہ اس کی روزی اورعمر بڑھے وہ صلہ رحمی کیا کرے۔(ابن کثیر)۔

تو ایت کریمہ سے عمر کی زیادتی کے لئے استدلال کرنا صحیح نہیں جیسا کہ مذکورہ تفسیر سے یہ مسئلہ واضح ہوئی، جبکہ عقیدہ طحاویہ میں امام طحاوی لکھتے ہیں: (وضرب لهم آجالا) ۔یعنی اللہ تعالی نے مخلوق کی اجل مقرر فرمادی ہے۔اس کی شرح میں ابن ابی العز: ۱/۱۲۷، فرماتا ہے کہ اللہ پاک نے مخلوق کی اجل مقرر فرمادی ہے کہ جب ان کی اجل آجائے گی تو نہ ایک ساعت تاخیر ہوگی اور نہ ایک ساعت تقدیم ہوگی، جیسا کہ سورت یونس: ۴۹، آل عمران: ۴۵، میں مذکور ہے، جبکہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے قال قالت ام حبيبةؓ زوج النبیﷺ اللهم امتعنی بزوجی رسول الله وبابی ابی سفيان وباخی معاوية قال فقال النبیﷺ قدسألت الله لآجال مضروبة وايام معدودة وارزاق مقسومة، لن يعجل شيئاقبل حله ، ولوكنت سألت الله ان يعيذك من عذاب فی النار وعذاب فی القبر كان خيراً وافضل .(مسلم: رقم۲۶۶۳)[۳۲،۳۳] فی القدرباب بيان ان الآجال و الارزاق وغيرهالاتزيدولاتنقص عماسبق به القدر،وفی المسند: ۱/۳۹۰، ۴۱۳، ۴۳۳، ۴۴۵، ۴۴۶ .السنة لابن ابی عاصم: ۲۶۲، ۲۶۳ .مصنف ابن ابی شيبة: ۱۰/۱۹۰، ۱۹۱۔

یعنی عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے اس نے بیان کیا کہ نبی کریمﷺ کی زوجہ ام حبیبہؓ نے دعا کی: اے اللہ! مجھے میرے خاوند رسول اللہﷺ اوروالدابوسفیان اورمیرے بھائی معاویہؓ کامجھے فائدہ عطاءفرما، یعنی عمر میں اضافہ کر۔راوی بیان کرتے ہیں کہ نبیﷺ نے فرمایا: تو نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ متعین اجل میں تاخیر ہوجائے اورجس قدرزندگی کے دن لکھے جاچکے ہیں ان میں اضافہ ہواور جورزق قسمت میں لکھا جاچکا ہے اس میں اضافہ ہو۔(یادرکھ) وقت مقرر میں تقدیم تاخیر نہیں ہوسکتی،، بجائے اس کے تو اللہ سے سوال کرتی کہ وہ تجھے جہنم کے عذاب یاعذاب قبر سے بچائے تو تیرے حق میں بہتر ہوتا۔

ابن کثیر نے بحوالہ ابن ابی حاتم ابوا لدرداء سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس (مضمون کا ذکر) رسولﷺ کے سامنے کیا تو آپﷺ نے فرمایا کہ عمر تو اللہ کی نزدیک ایک ہی مقرر اور مقدر ہے جب مقررہ

مدت پوری ہوجاتی ہے تو کسی شخص کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جاتی، بلکہ زیادت عمر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی اس کو اولاد صالح عطا کردیتا ہے وہ اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں، یہ شخص نہیں ہوتا ہے اور ان لوگوں کی دعائیں اس کو قبر میں ملتی رہتی ہیں یعنی مرنے کے بعد بھی ان کو وہ فائدہ پہنچتا رہتا ہے، جو خود زندہ رہنے سے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح گویا اس کی عمر بڑھ گئی۔اور جن احادیث میں بعض اعمال کے متعلق یہ آیا ہے کہ ان سے عمر بڑھ جاتی ہے اس سے مراد عمر کی برکت کا بڑھ جانا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جو شخص قتل ہوتا ہے اپنی اجل کے مطابق قتل ہوتا ہے یہ اللہ کا علم اور اس کی تقدیر ہے کہ یہ انسان فلاں بیماری کے ساتھ فوت ہوگا اور فلاں قتل ہوگا اور فلاں پر عمارت گرے گی اور فلاں آگ میں جل کر مرے گا اور فلاں پانی میں ڈوب کر مرے گا۔پس اللہ پاک نے موت، زندگی کو پیدا کیا۔اور ان کے اسباب کو پیدا کیا۔

معتزلہ کہتے ہیں جو شخص قتل ہوا وہ اپنی اجل سے نہیں مرا اگر قتل نہ ہوتا تو اپنی اجل تک زندہ رہتا، گویا کہ معتزلہ کے ہاں اس کی دو اجل ہے۔اور جو حدیث میں آتا ہے کہ صلہ رحمی اور دعا وغیرہ سے عمر بڑھتی ہے یعنی امام بخاریؒ نے صحیح رقم:۵۹۸۵، میں نقل کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:من احب ان یبسط فی رزقه وینسئ فی اثره فلیصل رحمه ۔اس کا معنی یہ ہے کہ یہ تقدیر میں اللہ تعالی نے لکھی ہے، یعنی یہ آدمی یہ کام کرے گا اور اس کا عمر اتنا ہوگا۔یہی وجہ ہے امام احمدؒ سے منقول ہے کہ وہ مکروہ جانتے تھے کہ کوئی شخص ان کے لئے درازی عمر کی دعا کرے، وہ فرمایا کرتے تھے یہ ایسا کام ہے جس سے فارغ ہوا جا چکا ہے۔

پھر آگے فرماتا ہے کہ آیت مذکورہ میں من عمره کی ضمیر ان کے اس قول عندی درهم و نصفه کے موافق ہے، اور درہم اور دوسرا نصف درہم مراد ہے اسی طرح آیت میں، عمره ، کی ضمیر کی مرجع دوسرا معمر ہے۔بعض کہتے ہیں اس سے مراد وہ زیادتی اور کمی ہے جو صحیفوں میں ہے، جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہے۔جیسا کہ سورت رعد:۳۸،۳۹، میں ہے وہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے، کہ محو اور اثبات صحیفوں سے ہیں، جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں، اور ام الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔بعض کہتے ہیں اللہ پاک جن شرایع کو منسوخ کرنا چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جن شرائع کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے آیت کی اول اس معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔اس میں دیگر اقوال بھی ہیں واللہ اعلم بالصواب۔مختصر از شرح عقیدۃ الطحاویۃ۔

وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً

اور یہ کھاری ہے کڑوا اور سب سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جسے پہنتے ہو

تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

اورتم دریا میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ (پانی کو) پھاڑتی چلی آتی ہیں تا کہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ

اور تا کہ شکر کرو۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے ہر ایک ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے [3]

لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾

اسی کی بادشاہی ہے اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو مالک نہیں

إِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں

---

[3] "ذٰلِكُمْ" میں "ذلک" اشارہ حسیہ کے لئے وضع کیا گیا ہے، اوراس میں حقیقت یہ ہے کہ اس کا مشارالیہ خارج میں محسوس اورموجود ہو، اور "ذلک" کے ساتھ اشارہ ذہنیہ کرنا مجاز ہے، عارف جامی لکھتے ہیں: اسماء الاشارة ماوضع لمشارالیه اشارة حسية بالجوارح والاعضاء لان الاشارة عند اطلاقها حقيقة فی الاشارة الحسية فلايردضميرالغائب وامثاله فانهاللاشارة الى معانيهااشارة ذهنية لاحسية ومثل "ذلکم اللہ ربکم "مماليست الاشارة اليه حسية محمول على التجوز۔

اسماء اشارہ کو مشارالیہ کی طرف ظاہری اعضاء سے اشارہ حسیہ کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے کیونکہ جب

مطلقاً اشارہ کیا جائے تو وہ اشارہ حسیہ میں حقیقت ہے، اور ضمیر غائب سے اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ ان کے ساتھ ان کے معانی کی طرف اشارہ ذہنیہ کیا جاتا ہے نہ کہ حسیہ اور ''ذلکم اللہ ربکم ''میں جو اشارہ حسیہ نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجاز پر محمول ہے (مجاز کا قرینہ یہ ہے کہ چونکہ ہر چیز اللہ کے وجود اور اس کی ذات پر دلالت کرتی ہے تو شدت وضوح کی وجہ سے اس کو بمنزلہ محسوس نازل کر دیا گیا۔ شرح جامی: ۲۴۲۔

اس تحقیق سے قبر کے سؤال میں رسول ﷺ کی طرف اشارہ کرنا بھی واضح ہوا، جو کہ حدیث میں ہے کہ فرشتے سوال میں یہ کہیں گے، ماکنت تقول فی هذا الرجل ؟بخاری، رقم: ١٢٥٢ .

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر سے سوال کیا گیا کہ کیا میت کے لئے کشف کر دیا جائے گا کہ وہ نبی ﷺ کو دیکھ لے؟ تو حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ: کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ میت کے لئے کشف کیا جائے گا، البتہ بعض غیر مستند علماء نے بغیر کسی شرعی دلیل کے یہ دعوی کیا ہے، اور حدیث میں وارد ہے: ''اس شخص'' اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ اشارہ کا یہ تقاضا ہے کہ میت کے لئے آپ کو منکشف کر کے آپ کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا جائے کہ تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ لیکن یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ میت کے ذہن میں جو نبی ﷺ کا تصور موجود ہے یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ شرح الصدور: ٦٠۔

ملاعلی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی کی روایت میں ہے: ''تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے''؟ علامہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اشارہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول ﷺ اور میت کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیا جائے حتیٰ کہ وہ آپ ؐ کو دیکھ لے، اور اس سے آپ ؐ کے متعلق سوال کیا جائے، کیونکہ اس قسم کی چیز احتمال سے ثابت نہیں ہوتی، علاوہ ازیں یہ امتحان کا موقع ہے اور آپ کی شخصیت کریمہ کو نہ دیکھنا امتحان کے زیادہ قریب اور مناسب ہے۔

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی زیارت بعض مومنین کے لئے مفید ہو، اور بعض کفار کے لئے مفید نہ ہو، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ قبر میں صرف ان کو آپ ؐ کی زیارت کرائی جائے گی جنہوں نے دنیا میں آپ ؐ کی زیارت کی تھی اور جو آپ کے شخصیت مبارکہ کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے۔ مرقات: ١/١٩٩۔

شیخ عبد الحق لکھتے ہیں: لفظ ''ہذا'' کے ساتھ جو رسول کریم ﷺ کی طرف اشارہ ہے یہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ آپ کی رسالت مشہور ہے اور آپ ؐ کا تصور ہمارے ذہنوں میں حاضر ہے، یا قبر میں آپ کی ذات حاضر کی جائے گی=

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾

اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ

لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے پرواہ سزا وارِ حمد (وثنا) ہے

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾

اگر چاہے تو تم کونابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آباد کرے اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا

اور کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے

لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ

تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی ہو (اے پیغمبر!) تم انہی لوگوں کونصیحت کر سکتے ہو جو بن دیکھے

=، بایں طور کہ رسول ﷺ کی ایک مثال لائی جائے گی، تا کہ آپ کے جان افزا جمال کے مشاہدہ سے اس سوال کی مشکل حل ہوجائے اور جومسلمان آپ کے فراق کی ظلمت میں گرفتار تھے، آپ کی ملاقات کے نور سے ان کا دل روشن اور شاد ہوجائے۔

اس حدیث میں آپ کے عشاق پریشاں کو یہ نوید اور بشارت ہے کہ اگر رسول ﷺ کی زیارت کے شوق میں کوئی عاشق زار راہ الٰہی میں جان دیدے تو یہ عین مقصود ہے، اگر آپ کے رخ انور کے دیدار کی نعمت مل جائے تو ایک موت تو کیا ہزار موتیں بھی آجائیں تو کیا غم ہے۔ اشعۃ اللمعات: ۱/۱۱۵۔

عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں: یہ اشارہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ ذہنوں میں حاضر ہیں اور یا اس وجہ سے ہے کہ آپ کی صورت میت پر منکشف کر دی جائے گی، پہلا احتمال شیخ الاسلام ابن حجر کا مختار ہے۔ شیخ محی الدین صاحب فتوحات نے کہا ہے کہ وصف رسالت کے بغیر صرف یہ کہنا کہ تم اس شخص کو کیا کہتے تھے، شدید امتحان ہے۔ النبر اس: ۳۱۹۔

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ

اپنے پروردگار سے ڈرتے اور نماز بالالتزام پڑھتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے اپنے ہی لئے پاک ہوتا ہے

وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿١٩﴾

اور (سب کو) اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾

اور نہ اندھیرا اور روشنی، اور نہ سایہ اور دھوپ

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ؕ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

اور نہ زندے اور مُردے برابر ہو سکتے ہیں اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے

وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيْرٌ ﴿٢٣﴾

اور تم ان کو جو قبروں میں مدفون ہیں نہیں سنا سکتے۔ تم تو صرف ہدایت کرنے والے ہو

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

ہم نے تم کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ہدایت کرنے والا گزر چکا ہے

﴿٢٤﴾ وَإِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور اگر یہ تمہاری تکذیب کریں تو جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں ان کے پاس ان کے پیغمبر

بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آتے رہے۔ پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا سو

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

(دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا ہوا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے مینہ برسایا

فَأَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ
تو ہم نے اس سے طرح طرح کے رنگوں کے میوے پیدا کئے اور پہاڑوں میں سفید
وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ
اور سرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور (بعض) کالے سیاہ ہیں۔انسانوں اور جانوروں اور چارپایوں کے
وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا
بھی کئی طرح کے رنگ ہیں اللہ سے تو اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو صاحبِ علم ہیں
إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ﴿۲۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ
بیشک اللہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں
وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ﴿۲۹﴾
اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی
لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۳۰﴾
کیونکہ اللہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی دے گا وہ تو بخشنے والا (اور) قدردان ہے
وَالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
اور یہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے برحق ہے اور ان (کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں
إِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا
بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار (اور ان کو) دیکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے
مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ
بندوں میں سے برگزیدہ کیا تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رَو ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے

بِإِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا
نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں یہی بڑا فضل ہے۔ بہشت جاودانی (ہیں) جن میں وہ داخل ہوں گے
يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾
وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کی پوشاک ریشمی ہو گی
وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۴﴾
وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دُور کیا بیشک ہمارا پروردگار بخشنے والا (اور) قدردان ہے
الَّذِيْٓ أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا
جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے گھر میں اتارا یہاں نہ تو ہم کو رنج پہنچے گا اور نہ ہمیں
فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ
تکان ہی ہو گی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے
فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾
نہ انہیں موت آئے گی کہ مر جائیں اور نہ ان کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا ہم ہر ایک ناشکرے کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں
وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ
وہ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے (اب) ہم نیک عمل کیا کریں گے نہ وہ جو کرتے تھے
أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۚ
کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا
فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾ إِنَّ اللّٰهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ
تو اب مزے چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے

وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِى جَعَلَكُمْ خَلَٓئِفَ فِى
وہ تو دل کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلوں کا) جانشین بنایا
الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
تو جس نے کفر کیا اس کے کفر کا ضرر اسی کو ہے اور کافروں کے حق میں ان کے کفر سے پروردگار کے ہاں ناخوشی ہی بڑھتی ہے
إِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيدُ الْكٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَآءَ
اور کافروں کو ان کا کفر نقصان ہی زیادہ کرتا ہے۔ بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا
كُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَرُونِى مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ
جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کونسی چیز پیدا کی ہے
أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ أَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ
یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے یا ہم نے ان کو کتاب دی ہے تو وہ اس کی سند رکھتے ہے (ان میں سے کوئی بات بھی نہیں)
بَلْ إِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿۴۰﴾ إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ
بلکہ ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں محض فریب ہے۔اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَآ إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ
کہ ٹل نہ جائیں اگر وہ ہل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے
بَعْدِهٖ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۴۱﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ
بیشک وہ بُردبار (اور) بخشنے والا ہے۔ اور یہ اللہ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں
لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۚ فَلَمَّا
کہ اگر ان کے پاس کوئی ہدایت کرنے والا آئے تو یہ ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پر ہوں مگر جب ان کے پاس

جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُوْرًا ۝٤٢ إِسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ

ہدایت کرنے والا آیا تواس سے ان کو نفرت ہی بڑھی۔ یعنی (انہوں نے) ملک میں غرور کرنا

وَمَكْرَ السَّيِّءِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا

اور بُری چال چلنا (اختیار کیا) اور بُری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا

سُنَّتَ الْأَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

اور کسی چیز کے منتظر نہیں سو تم اللہ کی عادت میں ہرگز تبدل نہ پاؤ گے اور اللہ کے طریقے میں کبھی

تَحْوِيْلًا ۝٤٣ أَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

تغیر نہ دیکھو گے۔ کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تا کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ

حالانکہ وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝٤٤ وَلَوْ يُؤَاخِذُ

اس کو عاجز کر سکے وہ علم والا (اور) قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب

اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ

پکڑنے لگتا تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ان کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیئے جاتا ہے

إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيْرًا ۝٤٥

سو جب ان کا وقت آ جائے گا تو (ان کے اعمال کا بدلہ دے گا) اللہ تو اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے

سورة یٰسٓ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰسٓ ﴿۱﴾ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَكِيۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳﴾

یٰس ۔قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ (اے محمد ﷺ!) بیشک تم پیغمبروں میں سے ہو

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۴﴾ تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِ ﴿۵﴾

سیدھے رستے پر۔(یہ اللہ) غالب (اور) مہربان نے نازل کیا ہے

لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۶﴾

تا کہ ان لوگوں کو جن کے باپ دادا کو متنبہ نہیں کیا گیا تھا متنبہ کر دے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں[1]

---

[1] انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ان لکل شیء قلبا و قلب القرآن یٰسٓ " یعنی ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰس ہے اور اس حدیث کے بعض الفاظ میں ہے کہ جو شخص سورۂ یٰس کو خالص اللہ اور آخرت کے لئے پڑھتا ہے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اس کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو (ترمذی:۲۸۸۷)۔یعنی قران کے علوم و معارف خلاصہ اور اس کا حاصل سورۂ یٰس ہے باین طور کہ اس سورۂ میں قیامت کے احوال اور قران کے مقاصد اعلٰی مذکور ہیں،

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ سورۂ یٰس کو قلب القرآن فرمانے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ اس سورۃ میں قیامت اور حشر ونشر کے مضامین خاص تفصیل اور بلاغت کے ساتھ آئے ہیں اور اصول ایمان میں سے عقیدۂ آخرت وہ چیز ہے جس پر انسان کے اعمال کی صحت موقوف ہے،خوف آخرت ہی انسان کو عمل صالح کے لئے مستعد کرتا ہے اور وہی اس کو ناجائز خواہشات اور حرام سے روکتا ہے،تو جس طرح بدن کی صحت قلب کی صحت پر موقوف ہے اسی طرح ایمان کی صحت فکر آخرت پر موقوف

ہے(روح)اوراس سورۃ کا نام جیسا سورۂ یٰسٓ معروف ہے اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ اس سورۃ کا نام عظیمہ بھی آیا ہے(ابونصر السجزی عن عائشہؓ)اور ایک حدیث میں ہے کہ اس سورۃ کا نام تورات میں مُـعِّـمـہ آیا ہے، یعنی اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیاوآخرت کی خیرات وبرکات عام کرنے والی اور اس کے پڑھنے والے کا نام شریف آیا ہے اور فرمایا کہ قیامت کے روز اس کی شفاعت قبیلۂ ربیعہ کے لوگوں سے زیادہ کے لئے قبول ہوگی (سعید بن منصور والبیہقی عن حسان بن عطیہ)اور بعض روایات میں اس کا نام مدافعہ بھی آیا ہے یعنی اپنے پڑھنے والے سے بلاؤں کو دفع کرنے والی اور بعض میں اس کا نام قاضیہ بھی مذکور ہے، یعنی حاجات کو پورا کرنے والی (روح)۔

اور ابوذرؓ سے روایت ہے کہ جس مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھی جائے تو اس کی موت کے وقت آسانی ہو جاتی ہے(مظہری)اور عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو اپنی حاجت کے آگے کردے تو اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے(مظہری)۔اور یحیٰی بن کثیرؒ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو سورۂ یٰسٓ پڑھ لے وہ شام تک خوشی میں رہے گا، اور فرمایا کہ مجھے یہ بات ایسے شخص نے بتلائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ابن الضریس۔

یٰسٓ، اس لفظ کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ حروف مقطعات میں سے ہے، جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے عام بندوں کو نہیں دیا اور ابن عربی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ایک نام ہے اور ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ اسماء الٰہیہ میں سے ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں: اے انسان! اور مراد انسان سے نبی کریم ﷺ ہیں، اور ابن جبیرؓ کے کلام سے یہ مستفاد ہے کہ لفظ یٰسٓ نبی کریم ﷺ کا نام ہے، روح المعانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نام ان دو عظیم الشان حرفوں سے رکھنا، یعنی یا اور سین اس میں بڑے راز ہیں۔

امام مالکؒ نے اس کو اس لئے پسند نہیں کیا کہ ان کے نزدیک یہ اسمآء الٰہیہ میں سے ہے اور اس کے صحیح معنی معلوم نہیں اس لئے ممکن ہے کہ کوئی ایسے معنیٰ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں جیسے خالق، رازق وغیرہ، البتہ اس لفظ کو یاسین کے رسم الخط سے لکھا جائے تو یہ کسی انسان کا نام رکھنا جائز ہے، کیونکہ قرآن کریم میں آیا ہے: ﴿سـلام عـلـی اٰلِ یـاسیـن ﴾ (صافات: ۱۳۰) (ابن عربی) آیت مذکورہ کی معروف قرأت الیاسین ہے مگر بعض قرأتوں میں اٰلِ یاسین بھی آیا ہے۔

لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٧﴾

ان میں سے اکثر پر (اللہ کی) بات پوری ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے

إِنَّا جَعَلْنَا فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلٰلًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُونَ ﴿٨﴾

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ ٹھوڑیوں تک تو ان کے اوپر کو الٹ گئے ہیں

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا

اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنا دی ہے اور ان کے پیچھے بھی پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ

يُبْصِرُونَ ﴿٩﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾

دیکھ نہیں سکتے۔ اور تم ان کو نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لئے برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے

إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ

تم تو صرف اس شخص کو نصیحت کر سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور اللہ سے غائبانہ ڈرے سو اس کو مغفرت اور بڑے ثواب

وَّأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴿١١﴾ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا

کی بشارت سنا دو۔ بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے

وَاٰثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِيْ إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿١٢﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ

اور ان کے نشان پیچھے رہ گئے ہم ان کو قلمبند کر لیتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے کتابِ روشن میں لکھ رکھا ہے۔ اور ان گاؤں

مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

والوں کا قصہ بیان کرو جب ان کے پاس پیغمبر آئے۔ [2] (یعنی) جب ہم نے ان کی طرف دو (پیغمبر) بھیجے

---

[2] ''واضرب لهم'' یہ تخویف دنیوی ہے اصحاب القریہ (بستی والوں) کا قصہ بیان کر کے اہل مکہ کو متنبہ

کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے ہمارے رسول کو جھٹلایا، تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا، لیکن ان کے مزعومہ سفارشیوں میں سے کسی نے بھی ان کو اللہ کے گرفت سے نہ چھڑایا۔

"اذجاء ھا المرسلون" القریہ سے اکثر مفسرین کے نزدیک شہر انطاکیہ مراد ہے اور المرسلون سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے پرستادہ مبلغ مراد ہیں (یعنی یحی، یونس اور شمعون ۔کمافی التفاسیر)۔ لیکن بعض ائمہ تفسیر کو اس پر اشکال ہے کہ قریہ سے انطاکیہ اور مرسلین سے رسل عیسیٰ علیہ السلام مراد ہوں چنانچہ مفسر ابن کثیر نے اس پر نہایت محققانہ گفتگو کی ہے: وقداستشکل بعض الائمة کونھاانطاکیة بماسنذکرہ بعدتمام القصة ان شاء اللہ تعالی ۔ابن کثیر نے آگے چل کر اس پر چار اشکال وارد کئے ہیں:

اول نظم قران کے الفاظ کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تینوں رسول، اللہ ﷺ کے رسول تھے عیسیٰ علیہ السلام کے پرستادہ نہ تھے اگر وہ مسیح علیہ السلام کے حواری ہوتے تو نظم قران میں ان کے رسل عیسیٰ ہونے کی طرف کچھ اشارہ ہوتا۔ان ظاھر القصة یدل علی ان ھؤلاء کانوارسل اللہ عزوجل لامن جھة المسیح علیہ السلام کماقال تعالی :اذاارسلناالیھم اثنین فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ ﴿۱۴﴾ الی ان قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۱۷﴾ ولوکانواھؤلاء من الحواریین لقالواعبارة تناسب انھم من عند المسیح علیہ السلام .

دوم اگر وہ مسیح علیہ السلام کی طرف سے ہوتے تو مشرکین ان پر یہ اعتراض نہ کرتے کہ تم ہماری طرح بشر ہو کیونکہ بشریت کو وہ رسالت اور نبوۃ کی منافی سمجھتے تھے۔ثم لوکانوارسل المسیح لماقالوالھم " مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا" ایضا.

سوم اہل انطاکیہ جن کے پاس مسیح علیہ السلام نے اپنے حواری بھیجے تھے وہ سب کے سب ایمان لے آئے تھے اور اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے لیکن جن اہل قریہ کا یہاں ذکر ہے انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ قصہ اہل انطاکیہ اور رسل مسیح علیہ السلام سے متعلق نہیں۔فاذاتقرران انطاکیہ اول مدینة آمنت فاھل ھذہ القریة ذکراللہ تعالی انھم کذبوارسلہ وانہ اھلکھم بصیحة واحدة اخمدتھم، واللہ اعلم ۔

چہارم اہل انطاکیہ اور رسل عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ لامحالۃ نزول تورات کے بعد پیش آیا تھا اور نزول تورات

کے بعد اللہ تعالی نے کسی پوری کی پوری قوم کو ہلاک نہیں فرمایا بلکہ مومنین کو مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔اس سے بھی واضح ہوگیا کہ یہ قصہ اہل انطاکیہ اور حواریین سے متعلق نہیں۔ان قصة انطاكية من الحواريين اصحاب المسيح بعدنزول التورات وقدذكرابوسعيدالخدری رضی اللہ عنہ وغيرواحدمن السلف ان الله تبارک وتعالى بعدانزاله التورات لم يهلک امة من الامم الى آخرهم بعذاب يبثه عليهم (ابن جريربسنده) بل امر المؤمنين بعدذالک بقتال المشركين ،ذكروه عندقوله تعالى ﴿ولقداتينا موسىٰ الكتاب من بعدمااهلكنا القرون الاولى﴾قصص:۴۳.

پھر آگے لکھتے ہیں:واما الحديث الذى رواه الحافظ ابو القاسم الطبرانى ، حدثنا الحسين بن اسحاق التسترى ،حدثناالحسين بن ابى السرى العسقلانى، حدثنا حسين الاشقرحدثنا ابن عيينه عن ابى نجيح عن مجاهد عن ابن عباس عن النبى ﷺقال: السبق ثلاثة فالسابق الى موسىٰ يوشع بن نون والسابق الى عيسىٰ صاحب يس،والسابق الى محمد ﷺعلى بن ابى طالب، فانه حديث منكرلايعرف الامن طريق حسين الاشقر وهوشيعى متروک۔الطبرانی فی الکبیر:۱۰۹۸۸۔

یعنی یہ بھی یادرہے کہ طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ دنیا میں تین ہی شخص سبقت کرنے میں سب سے آگے نکل گئے ہیں،موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے یوشع تھے،عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے صاحب یٰس تھے،اور محمد ﷺ کی خدمت میں آگے بڑھنے والے علی رضی اللہ عنہ تھے،یہ حدیث بالکل منکر ہے صرف حسین اشقر اسے روایت کرتا ہے،اور وہ شیعہ اور متروک ہے۔

ان وجوہات سے واضح ہوا کہ جس قریہ(بستی) کا ان ایتوں میں ذکر ہے وہ انطاکیہ کی علاوہ کوئی اور بستی ہے اور المرسلین سے رسل اللہ مراد ہیں نہ کہ رسل مسیح علیہ السلام فعلى هذايتعين ان هذه القرية المذكورة فى القران قرية اخرى غيرانطاكية كما حقق ذلک غيرواحدمن السلف ،ابن كثير۔

جناب شیخ حسین علی کی تحقیق بھی بعینہ یہی ہے اوران رسولوں کی اسماء گرامی یہ ہیں: صادق،صدوق،اور شلوم علیہم السلام جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ،کعب الاحبار اور وہب بن منبہ سے منقول ہے،امام طبری نے بھی یہی نام لکھے ہیں(قرطبی ابن کثیر وغیرہ)قيل رسل من الله على الابتداء(قرطبى) اگر مفسرین سلف کی عبارتوں میں کہی اس قرینہ کا نام انطاکیہ وارد ہوا ہے تو بشرط صحت روایت ہوسکتا ہے کہ اس قریہ کا نام بھی انطاکیہ ہی ہو۔لیکن لامحالۃ یہ وہ انطاکیہ نہیں جس=

فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْآ اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ

تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے تقویت دی تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہای طرف پیغمبر ہو کر آئے ہیں۔ وہ بولے کہ تم

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾

(اور کچھ) نہیں مگر ہماری طرح کے آدمی (ہو) اور اللہ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم محض جھوٹ بولتے ہو

قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّا اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾

انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینا ہے

قَالُوْا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ

وہ بولے کہ ہم تم کو نامبارک سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تم کو ہم سے دُکھ دینے والا عذاب پہنچے گا

﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اس لئے کہ تم کو نصیحت کی گئی؟ بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو حد سے تجاوز کر گئے ہو

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے میری قوم! پیغمبروں کے پیچھے چلو[3]

= میں مسیح علیہ السلام نے اپنے حواری بھیجے تھے، کیونکہ اس انطاکیہ پر اللہ کا عذاب کبھی نہیں آیا۔ نہ مسیح علیہ السلام کے زمانے میں اور نہ اس سے پہلے۔ اوتکون انطاكية ان كان لفظهامحفوظافى هذه القصة مدينة اخرى غيرهذه المشهورة المعروفة فان هذه لم يعرف انهااهلكت لافى الملة النصرانية ولاقبل ذلک، والله سبحانه وتعالى اعلم (ابن كثير)۔

[3] پہلی آیت میں اس مقام کو جس میں یہ قصہ پیش آیا لفظ ''قرية'' سے تعبیر کیا گیا، جو عربی زبان کے اعتبار سے صرف چھوٹے گاؤں کو نہیں بلکہ مطلق بستی کو کہتے ہیں، چھوٹی بستی ہو یا بڑا شہر، اور اس آیت میں اس مقام کو لفظ مدینہ سے تعبیر

کیا، جو صرف بڑے شہر ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس بستی میں یہ واقعہ ہوا ہے وہ کوئی بڑا شہر تھا، اس سے بھی اُس قول کی تائید ہوتی ہے جس میں اس کو انطا کیہ قرار دیا ہے،

''اقصی المدینة'' سے مراد شہر کے کسی گوشہ سے آنا ہے، رجل یسعیٰ ، لفظ یسعیٰ ، سعی سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی دوڑ کر چلنے کے ہیں، اس لئے معنی یہ ہوئے کہ شہر کے کسی دور گوشہ سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اور کبھی لفظ سعی اہتمام کے ساتھ چلنے کے معنی میں بھی آتا ہے چاہے دوڑ کر نہ چلے، جیسے سورۂ جمعہ میں ''فاسعوا الیٰ ذکر اللہ'' میں یہی معنی مراد ہیں۔

قرآن کریم نے اس شخص کو بھی مبہم رکھا ہے اس کا نام اور حال ذکر نہیں فرمایا، تاریخی روایات میں ابن اسحٰق نے ابن عباسؓ، کعب احبارؒ اور وہب بن منبہ کے حوالے سے نقل یہ کیا ہے کہ اس شخص کا نام حبیب تھا، اس کے پیشہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں، ان میں مشہور یہ ہے کہ نجار تھا لکڑی کا کام کرتا تھا (ابن کثیر)۔ اور تاریخی روایات جو مفسرین نے اس جگہ نقل کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بھی شروع میں بت پرست تھا، دو رسول جو پہلے اس شہر میں آئے اس کی ملاقات اُن سے ہوگئی ان کی تعلیم سے اور بعض روایات کے اعتبار سے ان کا معجزہ یا کرامت دیکھ اس کے دل میں ایمان پیدا ہوا، بت پرستی سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اور کسی غار وغیرہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہو گیا، جب اس کو یہ خبر ملی کہ شہر کے لوگ ان رسولوں کی تعلیم وہدایت کو جھٹلا کر اُن کے درپے آزار ہو گئے، اور قتل کی دھمکیاں دے رہے ہیں، تو یہ اپنی قوم کی خیر خواہی اور ان رسولوں کی ہمدردی کے ملے جلے جذبے سے جلدی کر کے اپنی قوم میں آیا اور ان کو رسولوں کا اتباع کرنے کی نصیحت کی، اور پھر اپنے مؤمن ہونے کا اعلان کر دیا: انی اٰمنت بربکم فاسمعون : یعنی میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں تم سن لو، اس کا مخاطب اس کی قوم بھی ہو سکتی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کو ان کا رب کہنا اظہار حقیقت کے لئے تھا، اگرچہ وہ اس کو تسلیم نہ کرتے تھے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب رسولوں کو ہو، اور فاسمعون کہنے کا مقصد یہ ہو کہ آپ سن لیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے میرے ایمان کی شہادت دیں۔

'' قیل ادخل الجنة'' الایه ، یعنی اس شخص کو جو گوشۂ شہر سے رسولوں پر ایمان لانے کی تلقین کے لئے آیا تھا اس کو کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب کسی مَلَک کے ذریعے ہوا ہے، کہ جنت میں چلے جاؤ، اور مراد جنت میں داخل ہونے سے یہ خوشخبری دینا ہے کہ جنت تمہارا مقام متعین ہو چکا ہے، جو اپنے وقت پر حشر ونشر کے بعد حاصل ہوگا (قرطبی)۔

اور یہ بھی بعید نہیں کہ ان کو ان کا مقام جنت اس وقت دکھلا دیا گیا ہو، اس کے علاوہ برزخ میں بھی اہل جنت کو جنت کے پھل پھول اور راحت کی چیزیں ملتی ہیں، اس لئے ان کا عالم برزخ میں پہنچنا ایک حیثیت سے جنت ہی میں داخل ہونا ہے۔

قرآن کریم کے اس لفظ سے کہ اس کو کہا گیا کہ جنت میں داخل ہوجا، اس کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کو شہید کردیا گیا تھا، کیونکہ دخول جنت یا آثار جنت کا مشاہدہ بعد موت ہی ہوسکتا ہے۔

وہب بن منبہؒ کی روایت میں ہے کہ یہ شخص جذامی تھا اور ان کا مکان شہر کے سب سے آخری دروازہ پر تھا ، اپنے مفروضہ معبودوں سے دعاء کرتا تھا کہ مجھے تندرست کردیں جس پر ستر سال گذر چکے تھے، یہ رسول شہر انطا کیہ میں اتفاقا اسی دروازے سے داخل ہوئے تو اس شخص سے پہلے پہل ملاقات ہوئی تو انھوں نے اس کو بت پرستی سے باز آنے اور ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی، اس نے کہا کہ آپ کے پاس آپ کے دعویٰ کی کوئی دلیل وعلامت صحت بھی ہے؟ انھوں نے کہاہاں ہے، اس نے اپنی جذام کی بیماری بتلا کر پوچھا کہ آپ یہ بیماری دور کرسکتے ہیں؟ انھوں نے کہاہاں ہم اپنے رب سے دعاء کریں گے ، وہ تمہیں تندرست کردے گا، اس نے کہا کہ کیا عجیب بات کہتے ہو، میں ستر سال سے اپنے معبودوں سے دعاء مانگتا ہوں کچھ فائدہ نہیں ہوا، تمہارا رب کیسے ایک دن میں میری حالت بدل دے گا، انھوں نے کہا کہ ہاں ہمارا رب ہر چیز پر قادر ہے، اور جن کو تم نے الٰہ بنا رکھا ہے ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ سن کر یہ شخص ایمان لے آیا، اور ان انبیاء نے اس کے لئے دعاء کی، اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا تندرست کردیا کہ بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا،

اب تو اس کا ایمان پختہ ہوگیا اور اس نے عہد کیا کہ دن بھر میں جو کچھ کمائے گا اس کا ادھا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا، جب ان رسولوں پر شہر کے لوگوں کی یلغار کی خبر پائی تو یہ دوڑ کر آیا اور اپنی قوم کو سمجھایا اور اپنے ایمان کا اعلان کردیا، پوری قوم اس کی دشمن ہوگئی اور سب مل کر اس پر ٹوٹ پڑے،

ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ لاتوں اور ٹوکروں سے سب نے مل کر اس کو شہید کردیا، بعض روایات میں ہے کہ اس پر پتھر برسائے، اور اس وقت بھی ان سب کی بے تحاشا مار پڑنے کے وقت وہ کہتا جاتا تھا: رب اھدِ قومی: اے میرے پروردگار میری قوم کو ھدایت کردے، بعض روایاتوں میں ہے کہ ان لوگوں نے تینوں رسولوں کو بھی شہید کردیا مگر کسی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ ان کا کیا حال رہا، بظاہر وہ مقتول نہیں ہوئے (قرطبی)۔

۲۰ اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَّهُم مُّهْتَدُونَ ۲۱
ایسوں کی جو تم سے صلہ نہیں مانگتے اور وہ سیدھے رستے پر ہیں
وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۲۲
اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی پرستش نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے
أَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ
کیا میں ان کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں اگراللہ میرے حق میں نقصان کرنا چاہے تو ان کی سفارش
شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ ۲۳ إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۲۴
مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے۔ اور نہ وہ مجھ کو چھڑا ہی سکیں تب تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہوگیا
إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ۲۵ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي
میں تمہارے پروردگار پر ایمان لایا ہوں سو میری بات سن رکھو۔ حکم ہوا کہ بہشت میں داخل ہو جا بولا کاش میری قوم
يَعْلَمُونَ ۲۶ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۲۷ وَمَا أَنزَلْنَا
کو خبر ہو۔ کہ اللہ نے مجھے بخش دیا اور عزت والوں میں کیا۔
عَلَىٰ قَوْمِهِ مِن بَعْدِهِ مِن جُندٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنزِلِينَ ۲۸
اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر کوئی لشکر نہیں اتارااور نہ ہم اتارنے والے تھے ہی
إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ ۲۹ يَا حَسْرَةً
وہ تو صرف ایک چنگھاڑ تھی سو وہ (اس سے) ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔ بندوں پر افسوس ہے
عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۳۰
کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا مگر اس سے تمسخر کرتے ہیں

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿۳۱﴾

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے

وَإِن كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾

اور سب کے سب ہمارے روبرو حاضر کئے جائیں گے

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿۳۳﴾

اور ایک نشانی ان کے لئے زمین مُردہ ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس میں سے اناج اگایا پھر یہ اس میں سے کھاتے ہیں

وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿۳۴﴾

اور اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور اس میں چشمے جاری کر دیئے

لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۳۵﴾ سُبْحَانَ الَّذِي

تاکہ یہ ان کے پھل کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے تو ان کو نہیں بنایا پھر یہ شکر کیوں نہیں کرتے؟ وہ اللہ پاک ہے

خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾

جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے

وَآيَةٌ لَّهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظْلِمُونَ ﴿۳۷﴾

اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اس وقت ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿۳۸﴾

اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے یہ (اللہ) غالب اور دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ﴿۳۹﴾

اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَآ أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ

نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے

وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ان کے لئے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں

وَإِنْ نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ تو ان کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ ان کو رہائی ملے

إِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا إِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا

مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو

مَا بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾

تمہارے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے اس سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے

وَمَا تَأْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں

أَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ أَطْعَمَهٗ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

کہ بھلا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا تم تو صریح غلطی میں ہو

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾

اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟

مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾

یہ تو ایک چنگھاڑ کے منتظر ہیں جو ان کو اس حال میں کہ باہم جھگڑ رہے ہوں گے آ پکڑے گی

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَّلَا إِلٰى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

پھر نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں میں واپس جا سکیں گے

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا

اور (جس وقت) صُور پھونکا جائے گا یہ قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ کہیں گے کہ ہائے

يٰوَيْلَنَا مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾

ہائے ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے (جگا) اٹھایا؟ یہ وہی تو ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔

إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾

صرف ایک زور کی آواز کا ہونا ہو گا کہ سب کے سب ہمارے روبرو آ حاضر ہوں گے

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾

اس روز کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو بدلا ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ ﴿٥٥﴾

اہلِ جنت اس روز عیش و نشاط کے مشغلے میں ہوں گے

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔونَ ﴿٥٦﴾

وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سایوں میں تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے

لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿٥٨﴾

وہاں ان کے لئے میوے اور جو چاہیں گے (موجود ہوگا)۔ پروردگار مہربان کی طرف سے سلام (کہا جائے گا)۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ

اور گنہگارو! آج الگ ہو جاؤ۔ اے آدم کی اولاد!

أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾

ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے

وَأَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا

اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا رستہ ہے۔اور اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا تھا

أَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾

تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟یہی وہ جہنم ہے جس کی تمہیں خبر دی جاتی تھی۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ

(سو) جوتم کفر کرتے رہے ہواس کے بدلے آج اس میں داخل ہو جاؤ۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے

وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾

اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں (اس کی) گواہی دیں گے

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹا (کر اندھا کر) دیں پھر یہ رستے کو دوڑیں تو کہاں دیکھ سکیں گے

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا

اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ان کی صورتیں بدل دیں پھر وہاں سے نہ آگے جا سکیں اور نہ (پیچھے) لوٹ سکیں

يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں اوندھا کر دیتے ہیں تو کیا یہ سمجھتے نہیں

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾

اور ہم نے ان کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کو شایاں ہے یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن (پرازِ حکمت) ہے

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

تاکہ اس شخص کو جو زندہ ہوہدایت کا رستہ دکھائے اور کافروں پر بات پوری ہو جائے

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِيْنَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں ان میں سے ہم نے ان کے لئے چار پائے پیدا کر دیئے اور یہ ان کے مالک ہیں

وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ

اور ان کو ان کے قابو میں کر دیا تو کوئی ان میں سے ان کی سواری ہے اور کسی کو یہ کھاتے ہیں۔ اور ان میں ان کے لئے فائدے

وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ

اور پینے کی چیزیں ہیں تو یہ شکر کیوں نہیں کرتے؟ اور انہوں نے اللہ کے سوا (اور) معبود بنا لئے ہیں کہ

يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

ان کو مدد پہنچے (مگر) وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے اور وہ ان کی فوج ہو کر حاضر کئے جائیں گے

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

تو ان کی باتیں تمہیں غمناک نہ کریں یہ جو کچھ چھپاتے او رجو کچھ ظاہر کرتے ہیں ہمیں سب معلوم ہے

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ﴿۷۷﴾

کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک جھگڑنے لگا

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَن يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿۷۸﴾

اور ہمارے ہاں میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿۷۹﴾

کہہ دو کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿۸۰﴾

(وہی ہے) جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس (کی ٹہنیوں کو رگڑ کر ان) سے آگ نکالتے ہو۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلٰى أَن يَّخْلُقَ مِثْلَهُم

بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے؟

بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيمُ ﴿۸۱﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَّقُولَ لَهُ كُن

کیوں نہیں اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے

فَيَكُونُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۳﴾

کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے

سورة صافات (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكۡرًا ﴿۳﴾

قسم ہے صف باندھنے والوں کی پرا جما کر۔ [1] پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر۔ پھر ذکر (یعنی قرآن) پڑھنے والوں کی

اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَرَبُّ

کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو چیزیں ان میں ہیں سب کا مالک ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا

الۡمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِزِيۡنَةِ ۟الۡكَوَاكِبِ ﴿۶﴾

بھی مالک ہے۔بیشک ہم ہی نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا

وَحِفۡظًا مِّنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوۡنَ اِلَى الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰى

اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں

---

[1] ''و الصافات ''،قسم ہے ان فرشتوں کی جو صفیں باندھ کر اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں۔

''فالزاجرات زجرا'' پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو شیاطین کو ملا اعلی کے قریب آنے سے روکنے والے ہیں.

''فالتاليات ذكرا'' پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو اللہ کے ذکر اور اس کی حمد وثنا اور تقدیس وتسبیح میں مصروف ہیں۔

''ان الهكم لواحد '' یہ جواب قسم ہے، تینوں انواع کے فرشتے جن کی قسم کھائی گئی ہے ان کے یہ احوال اس پر شاہد اور اس کی واضح دلیل ہیں کہ سب کا معبود اور کارساز ایک ہے جو آسمانوں اور زمین کا اور ساری مخلوق کا اور مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔فرشتوں کی مذکورہ احوال سے معلوم ہوا کہ ان کی حیثیت بارگاہ الٰہی میں خدام کی ہے اور وہ اللہ کے حکم سے مختلف فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔اس لئے وہ کارساز اور شفیع

غالب نہیں ہیں۔

’انا زینا السماء الدنیا‘‘ یہ جنات کا حال ہے کہ جب وہ ملا اعلیٰ کی طرف چوری چھپے کے کوئی بات سننے جاتے ہیں تو ہر طرف سے آگ کے شعلے ان کا پیچھا کرتے اور انہیں واپس دھکیل دیتے ہیں اور شیاطین جن کے لئے دنیا کے اس عذاب کے علاوہ اخرت میں بھی عذاب لازم ہوگا۔تو ایسے راندہ بارگاہ الٰہی کسی طرح شفیع غالب نہیں ہو سکتے۔

اہل ہیئت کی تحقیق یہ ہے کہ سبع سیارات کے علاوہ باقی تمام ستارے (ثوابت) ساتوں اسمان سے اوپر آٹھویں اسمان (کرسی) میں نصب ہیں اگر چہ اس دعوے پر کوئی قطعی دلیل موجود نہیں لیکن اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو ستاروں کا پہلے اسمان کے لئے زینت وارائش ہونا اپنی جگہ درست ہے۔ستارے خواہ کہیں ہوں لیکن دیکھنے میں تو پہلا اسمان ہی اراستہ نظر آتا ہے کیونکہ تمام اسمان شیشے کی مانند شفاف ہیں۔وعلی فرض صحته لایقدح فی الایة ،لانه یکفی لصحته کون السماء الدنیامزینة بالکواکب کونهاکذالک فی رأی العین (روح).

’’وحفظا ‘‘ یہ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے ای وحفظناهاحفظا(مظهری)ستاروں کو اسمان دنیا کے لئے زینت بھی بنایا اوران ستاروں کے ذریعے سے ہر سرکش شیطان سے اس کی حفاظت بھی کی۔

’’لایسّمعون الی الملأ الاعلی‘‘ تاکہ شیاطین ملا اعلی تک پہنچ کر فرشتوں کی باہمی گفتگو نہ سن سکے۔

’’ویقذفون ‘‘ جب شیاطین اوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں بھگانے کے لئے ہر طرف سے ان پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں دحورا،یقذفون کا مفعول لہ ہے۔ الامن استرق السمع ،لایسّمعون سے استثناء ہے،اس التزام کی وجہ سے شیاطین فرشتوں کی باتیں نہیں سن سکتے۔البتہ اگر کوئی شیطان چالاکی سے کوئی ادھوری سی بات اچک لے تو فورا ایک شہاب ثاقب اس کا پیچھا کر کے اسے جلا دیتا ہے۔تمام ستارے جو بظاہر اسمان دنیا کی زینت ہیں بقول فلاسفہ اٹھویں اسمان میں مرکوز ہیں،تو پھران سے شیاطین کو بھگانے کا کام کس طرح لیا جاسکتا ہے؟اول تو یہی مسلم نہیں کہ ستارے اٹھویں اسمان میں ہیں اور بصورت تسلیم ممکن ہے کہ ان ستاروں کی شعاعیں جب ہوا میں موجود خاص کیفت کے حامل ذرات پر پڑیں تو اس سے شعلے پیدا ہوا اور شیاطین کے ناری اجسام کی مخصوص خاصیت کے بنا پر ان کا پیچا کریں اوران تک پہنچ کران کو جلا دیں۔

وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾
اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔(یعنی وہاں سے) نکال دینے کو اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔
إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ
ہاں جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہے تو جلتا ہوا انگاران کے پیچھے لگتا ہے۔تو ان سے پوچھو
أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾
کہ ان کا بنانا مشکل ہے یا جتنی خلقت ہم نے بنائی ہے؟ انہیں ہم نے چپکتے گارے سے بنایا ہے
بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿١٣﴾
ہاں تو تم تعجب کرتے ہو اور یہ تمسخر کرتے ہیں۔ اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول نہیں کرتے
وَإِذَا رَأَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوْا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾
اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے
أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَئِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾
بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا پھر اٹھائے جائیں گے؟
أَوَاٰبَآؤُنَا الْأَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ
اور کیا ہمارے باپ دادا بھی پہلے (ہو گزرے ہیں)؟۔ کہہ دو ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔ وہ تو ایک زور کی آواز ہو گی
وَّاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾
اور یہ اس وقت دیکھنے لگیں گے۔اور کہیں گے ہائے شامت یہی جزا کا دن ہے
هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾ أُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
(کہا جائے گا کہ ہاں) فیصلے کا دن جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے یہی ہے۔ جو لوگ ظلم کرتے تھے ان کو

وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٢﴾ مِن دُونِ اللهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ
اوران کے ہم جنسوں کواور جن کو وہ پوجا کرتے تھے جمع کرلو۔اللہ کے سوا (پوجا کرتے تھے) پھران کوجہنم کے رستے پر چلادو
﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾
اور ان کو ٹھہرائے رکھو کہ ان سے (کچھ) پوچھنا ہے۔تم کو کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟
بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾
بلکہ آج تو وہ فرمانبردار ہیں۔ اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال (وجواب) کریں گے
قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ
کہیں گے کیا تمہی ہمارے پاس دائیں (اور بائیں) سے آتے تھے؟ وہ کہیں گے بلکہ تم ہی ایمان لانے والے نہ تھے
﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ﴿٣٠﴾
اور ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے
فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿٣١﴾ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ﴿٣٢﴾
سو ہمارے بارے میں پروردگار کی بات پوری ہوگئی اب ہم مزے چکھیں گے۔ہم نے تم کو بھی گمراہ کیا ہم خود بھی گمراہ تھے۔
فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ
پس وہ اس روز عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔ ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں
بِالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ
ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے
﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿٣٦﴾
اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ إِنَّكُمْ لَذَآئِقُو الْعَذَابِ الْأَلِيْمِ ﴿۳۸﴾
بلکہ وہ حق لے کرآئے ہیں اور (پہلے) پیغمبروں کو سچا کہتے ہیں۔ بیشک تم تکلیف دینے والے عذاب کا مزا چکھنے والے ہو
وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ إِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾
اور تم کو بدلا ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔ مگر جو اللہ کے بندگانِ خاص ہیں
أُولٰٓـئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾
یہی لوگ ہیں جن کے لئے روزی مقرر ہے۔(یعنی) میوے اور ان کا اعزاز کیا جائے گا
فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ
نعمت کے باغوں میں۔۔ ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر (بیٹھے ہوں گے)۔شراب لطیف کے جام کا ان میں دَور
عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ
چل رہا ہو گا۔جو رنگ کی سفید اور پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہو گی۔ نہ اس سے سردرد ہو
وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾
اور نہ وہ اس سے متوالے ہوں۔ اور ان کے پاس عورتیں ہوں گی جو نگاہیں نیچی رکھتی ہوں گی اور آنکھیں بڑی بڑی۔
كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾
گویا وہ محفوظ انڈے ہیں۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال (وجواب) کریں گے
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَقُوْلُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾
ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا کہ میرا ایک ہمنشین تھا۔ (جو) کہتا تھا کہ بھلا تم بھی ایسی باتوں کے باور کرنے والوں میں ہو؟
أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَءِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ أَنْتُم مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾
بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم کو بدلا ملے گا؟ (پھر) کہے گا کہ بھلا تم (اسے) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو

فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ إِنْ كِدتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾

(اتنے میں) وہ (خود) جھانکے گا اور اس کو بیچ دوزخ میں دیکھے گا۔ کہے گا کہ اللہ کی قسم! تو تو مجھے ہلاک کر ہی چکا تھا

وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾

اوراگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو حاضر کئے گئے ہیں۔ کیا مرنے کے نہیں

إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾

ہاں (جو) پہلی بار مرنا (تھا سو مر چکے) اور ہمیں عذاب بھی نہیں ہو گا۔ بیشک یہ بڑی کامیابی ہے

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾

ایسی ہی (نعمتوں) کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔ بھلا یہ مہمانی اچھی ہے یا تھوہر کا درخت

إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ أَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾

ہم نے اس کو ظالموں کے لئے عذاب بنا رکھا ہے۔ وہ ایک درخت ہے کہ جہنم کے اصل میں اگے گا

طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَإِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾

اس کے خوشے ایسے ہوں گے جیسے شیطانوں کے سر۔ سو وہ اسی میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔

ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾

پھر اس (کھانے) کے ساتھ ان کو گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔ پھر ان کو دوزخ کی طرف لوٹایا جائے گا

إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰى آثَارِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ ہی پایا۔ سو وہ انہی کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾

اور ان سے پیشتر بہت سے لوگ بھی گمراہ ہو گئے تھے۔ اور ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾

سو دیکھ لو کہ جن کو دھمکایا گیا تھا ان کا انجام کیسا ہوا۔ ہاں اللہ کے بندگانِ خاص (کا انجام بہت اچھا ہوا)

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾

اور ہم کو نوح نے پکارا سو ہم اچھے قبول کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾

اور ان کی اولاد کو ایسا کیا کہ وہ باقی رہ گئے۔ اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر (جمیل باقی) چھوڑ دیا

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾

(یعنی) تمام جہان میں نوح پر سلام۔ نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾

بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾

اور انہی کے پیروؤں میں ابراہیم تھے۔ جب وہ اپنے پروردگار کے پاس (عیب سے) پاک دل لے کر آئے

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾

جب انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کو پوجتے ہو؟ کیوں اللہ کے سوا جھوٹے معبودوں کے طالب ہو؟

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾

بھلا پروردگارِ عالم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تب انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی

فَقَالَ إِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ إِلٰٓی اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ

اور کہا میں تو بیمار ہوں۔[2] تب وہ ان سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے۔ پھر ابراہیم ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوئے کہنے لگے

---

[2] ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: لم یکذب ابراهیم الاثلاث کذبات، ثنتین منهن فی ذات اللّٰہ تعالی، قوله ﴿انی سقیم﴾ وقوله ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ کَبِیْرُهُمْ﴾ الانبیاء: ٦٣، وقال بینما هو ذات یوم وسارة، اذاتی علی جبار من الجبابرة، فقیل له ان هاهنا رجلا معه امرأة من احسن الناس، فارسل الیه، فسأله عنها: من هذه؟ قال اختی، فاتی سارة، فقال لها، ان هذا الجبار ان یعلم انکِ امرأتی یغلبنی علیکِ، فان سألکِ فاخبریه انکِ اختی، فانک اختی فی الاسلام، لیس علی وجه الارض مومن غیری وغیرکِ، فارسل الیها فاتی بها، وقام ابراهیم یصلی، فلمادخلت علیه ذهب یتناولها بیده، فَأُخِذَ، ویروی فغُطّ حتی رکض برجلیه، فقال ادعی اللّٰہ لی ولااضرکِ، فدعت اللّٰہ فاطلق، ثم تناولها الثانیة فاخذ مثلها او اشد، فقال ادعی اللّٰہ لی ولااضرکِ، فدعت اللّٰہ فاطلق فدعا بعض حجبته، فقال انک لم تأتنی بانسان، انما اتیتنی بشیطان! فاخدمها هاجر فاتته وهو قائم یصلی، فاوما بیده مهیم؟ قالت رد اللّٰہ کید الکافر فی نحره، واخدم هاجر. قال ابوهریرةؓ تلک امکم یابنی ماء السماء. بخاری: ٣٣٥٨ مسلم: ٢٣٧١/١٥٤.

یہ جملہ ''ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا علاوہ تین جھوٹ کے'' کے بارے میں یہ ذہن نشین رہے کہ تمام انبیاء معصوم ہیں، ان سے کوئی بھی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا، خواہ وہ جھوٹ ہو، یا اور کوئی معصیت، پس حدیث کے مذکورہ جملہ کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں جھوٹ جیسے گناہ کا تین بار ارتکاب کیا، بلکہ ان کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت خود ان کی ذات کے اعتبار سے نہیں، سننے والوں کے اعتبار سے ہے، مطلب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی وہ تینوں باتیں بظاہر تو جھوٹ کی صورت میں تھیں، مگر حقیقت میں جھوٹ نہیں تھیں، نہ تو اس اعتبار سے کہ وہ باتیں ''جھوٹی باتوں'' کے زمرہ میں آتی ہیں اور نہ اس اعتبار سے کہ ابراہیم علیہ السلام میں ان باتوں کے ذریعہ غلط بیانی اور دروغ گوئی کا قصد وارادہ کیا تھا۔

اس بات کو اگر اور زیادہ خوبصورت انداز میں کہنا ہو، تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس مقام پر کذب سے مراد یہ ہے کہ ایسا کلام جو صحیح اور پاک مقصد کے لئے بولا گیا ہو، لیکن مخاطب اس کا وہ مطلب نہ سمجھے جو متکلم کی مراد ہے، بلکہ ان الفاظ کو اپنی

ذہنی مراد کے مطابق سمجھے، یہ انداز کلام معاریض یا تعریض (اشارے کنایے کہ پیرایہ ئے بیان)۔کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے، اور فصحاء اور بلغاء کے ہاں اکثر رائج ہے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ: **ان فی المعاریض مندوحة عن الکذب**(شعب الایمان رقم: ۴۷۹۴)۔

اسی ضمن میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہاں حدیث میں ابراہیم علیہ السلام سے متعلق اس طرح کی صرف تین باتوں کا ذکر ہے، چوتھی بات کا ذکر نہیں ہے، جو انہوں نے کواکب کو دیکھ کر کہی تھی کہ: "**ھذا ربی**" (سورۃ الانعام: ۷۸) یہ میرا رب ہے، اور اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات ایام طفولیت میں کہی تھی، اس وقت چونکہ وہ کسی بھی امر کے مکلّف نہیں تھے۔اس لئے چوتھی بات کا کوئی اعتبار نہیں یا یہ بطور استفہام تھا، وغیرہ۔

ان میں سے ایک تو ان کا یہ کہنا تھا کہ (میں آج کچھ علیل سا ہوں) اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر اور اپنی قوم کے لوگوں کو ہر طرح سے بت پرستی کی خرابیوں کو ظاہر کر کے اس سے باز رکھنے کی سعی کر لی، اور ہر قسم کے پند و نصائح کے ذریعہ ان کو یہ باور کرانے میں پوری طاقت صرف کر لی کہ یہ بت نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔اور آزر اور قوم کے دلوں پر کسی بھی پند و نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا، تو انہوں نے یہ تدبیر سوجھی کہ اب مجھ کو ارشاد و ہدایت کا ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے جس سے ان لوگوں کو یہ مشاہدہ ہو جائے کہ ہم لکڑیوں اور پتھروں کی جن مورتیوں اور بتوں کو پوجتے ہیں وہ ہمارے لئے کسی بھی طرح کارگر اور فائدہ مند نہیں ہیں۔اور نہ ان کی ذات سے ہمیں کوئی رنج و نقصان پہنچ سکتا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ قوم کا ایک اہم مذہبی میلہ لگنے والا تھا، اور سب لوگ اس میں شرکت کے لئے چلنے لگے، تو کچھ لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے اصرار کیا کہ وہ بھی سیر کے لئے میلہ چلیں، ابراہیم علیہ السلام تو اسطرح کے موقع کے انتظار میں تھے، کہ سب لوگ یہاں سے چلے جائیں تو ان کے تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہناؤں، چنانچہ انہوں نے پہلے تو ان لوگوں کے ساتھ جانے سے صاف انکار کیا مگر جب ان کا اصرار بہت بڑا تو اس وقت انہوں نے کہا "**انی سقیم**" (آج میں کچھ علیل سا ہوں)۔

ان کی یہ بات بظاہر خلاف الواقع اور جھوٹ معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ اس وقت واقعتاً علیل نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ نہ جانے کے لئے علالت کا بہانہ کیا تھا اس کی تاویل علماء یہ کرتے ہیں کہ "**انی سقیم**" کہنے سے ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ ہر انسان کی طرح میرے ساتھ بھی بیماری آزاری لگی رہتی ہے، اور وقتاً فوقتاً بیمار ہو جایا کرتا ہوں، پس انہوں نے ایسی مبہم بات کہی، کہ اس کے ظاہری اسلوب سے تو یہ مفہوم ہوا کہ میں اس وقت بیمار ہوں تمھارے ساتھ کیسے جا سکتا ہوں، لیکن حقیقت

میں ان کی مراد اس کے برعکس تھی۔

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ایک خاص انداز سے مذکورہ بات کہہ کر ان کا دھیان ستاروں کی طرف متوجہ کر دیا تھا، چنانچہ قوم کے لوگ اپنے عقیدہ کے لحاظ سے یہ سمجھے کہ ابراہیم علیہ السلام کسی نحس ستارے کے اثر بد میں مبتلا ہیں اور انہوں نے علم نجوم کے ذریعہ معلوم کر لیا ہے کہ وہ عنقریب بیمار ہونے والے ہیں۔

اس تاویل کا قرینہ قرآن کریم کی اس آیت کا سیاق ہے، جس میں اس واقعہ کا ذکر ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس جملہ ''انی سقیم'' سے اپنی جسمانی علالت مراد نہیں لی تھی بلکہ (قلب کی ناسازی) مراد لی تھی کہ تمہارے کفر وطغیان نے مجھے دکھی کر دیا ہے، اور میرے دل کی حالت سقیم ہے، ایسے میں تمہارے ساتھ، میرے جانے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟

دوسرا کہنا یہ تھا کہ ''بلکہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہے'' ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا تعلق بھی مذکورہ بالا پہلے واقعہ ہی سے ہے، ہوا یہ کہ جب ان کی قوم کے تمام لوگ اس میلے میں چلے گئے اور بستی خالی ہوگئی تو وہ اٹھے اور سب سے بڑے بت کے ہیکل میں پہنچے، دیکھا تو وہاں بتوں کے سامنے طرح طرح کے حلوؤں، پھلوں، میوؤں، اور مٹھایوں کے چڑھاوے رکھے ہوئے تھے، ابراہیم علیہ السلام طنزیہ لہجے میں چپکے چپکے ان مورتیوں کو خطاب کر کے کہا کہ سب کچھ موجود ہے ان کو کھاتے کیوں نہیں؟ اور پھر کہنے لگے کہ میں تم سے مخاطب ہوں، کیا بات ہے کہ تم جواب نہیں دیتے؟ اور اس کے بعد انہوں نے سب مورتیوں کو توڑ ڈالا۔

اور سب سے بڑے بت کے کاندھے پر کلہاڑا رکھ کر واپس چلے گئے، قوم کے لوگ میلے سے واپس آئے تو انہوں نے مندر میں اپنے دیوتاؤں بتوں کو اس خراب حالت میں پایا اور سخت برہمی کے ساتھ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کس کی حرکت ہے؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہونہ ہو یہ ابراہیم علیہ السلام کا کام ہے، وہی شخص ہے جو ہمارے دیوتاؤں کی برائی کہتا ہے اور اس بستی میں اس کے علاوہ کوئی موجود بھی نہیں تھا، چنانچہ بڑے بڑے پجاریوں، سرداروں کے سامنے ان کی طلبی ہوئی، اور مجمع عام میں ان سے پوچھا گیا کہ ابراہیم تم نے ہمارے ان دیوتاؤں کے ساتھ یہ کیا حرکت کی ہے؟ اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات کہی کہ '' **بل فعله کبیرهم** ''بلکہ یہ کام ان سب کے بڑے بت نے کیا ہے۔

پس ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب بھی گویا خلاف واقع تھا، لیکن حقیقت میں ان کے اس جواب کو جھوٹ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان کی اصل غرض اپنی گمراہ قوم کو متنبہ کرنا اور اس طرح لاجواب کر دینا تھا، کہ ان کے غلط عقائد کی قلعی کھل

جائے، چنانچہ اپنی حریف کواس کی غلطی پر متنبہ کرنے اوراس کوراہ راست پر لانے کے لئے ایک بہترین طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگراس کے ساتھ مناظرہ اور تبادلہ خیالات کا موقع آجائے تواس کے مسلمات میں سے کسی مسلمہ عقیدہ کوصحیح فرض کر کے اس طرح اس کا استعمال کرے کہ اس کا ثمرہ اور نتیجہ حریف کے خلاف اوراپنے موافق ظاہر ہو۔اورابراہیم علیہ السلام نے مذکورہ واقعہ میں اسی طریقہ کواختیار کیا۔

ان کی قوم(الله) واحد کےعلاوہ بیشمار دیوتاؤں اور بتوں کو پوجتی تھی،ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ یہ دیوتااور بت سب کچھ سنتے اور دیکھتے ہیں،اور ہماری مرادوں کو پورا کرتے ہیں،اوراپنے اپنے ماننے والوں اوراپنے پجاریوں سے خوش ہوتے ہیں، اوراپنے دشمنوں اورمخالفوں سے سخت انتقام لیتے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کےلوگوں کی اس خام خیالی اور بدعقیدگی کوعملا ان پرظاہر کرنے کے لئے ان کے بتوں اورمورتیوں کوتوڑ ڈالا،اور بڑے بت کوچھوڑ دیا،پھر جب پوچھ گچھ کی نوبت آئی توانہوں نے مناظرہ کا وہی بہترین طریقہ اختیار کیا جس کا ذکراوپر کیا گیا۔اورنتیجہ یہ نکلا کہ ان کی قوم پر یہ بات پوری طرح عیاں ہوگئی کہ جوبت اپنے کوشکست وریخت سے نہ بچاسکے،اوراپنے کسی دشمن کی توڑ پھوڑ کا مقابلہ نہ کرسکے،وہ کسی دوسرے کوکیا نفع یانقصان پہنچاسکتے ہیں،اورعبادت وپرستش کے قابل کیسے ہوسکتے ہیں؟بعض لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ جواب کی ایک اورتاویل کی ہے،وہ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ کہا"بل فعله كبيرهم" تو"کبیرهم" سےان کی مراداللہ تعالی کی ذات تھی،گویااس جملہ کا مطلب یہ تھا کہ ان بتوں کے ساتھ جوکچھ ہوا ہے،وہ اس ذات یعنی اللہ تعالی کی طرف سے ہوا ہے،جوسب سے بڑا ہےاورجس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔

اب تیسرے جھوٹ کولیجئے ،ابراہیم علیہ السلام نے سارہؓ کے بارے میں کہا کہ''یہ میری بہن ہے''یہ بات بظاہرخلاف حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کواپنی بہن بتایا،لیکن اگراس بات کوابراہیم علیہ السلام کی اصل مراد کے سیاق میں دیکھا جائے توان کا یہ کہنا کہ''یہ میری بہن ہے''خلاف حقیقت نہیں ہوگا،کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اورسارہؓ ہم مذہب دین اسلام کے پیروہونے کی حیثیت سے دینی بھائی بہن تھے۔جیسا کہ خودقرآن نےفرمایاہے"انما المؤمنون اخوة" (الحجرات: ۱۰) تمام اہل ایمان ایک دوسرے کےساتھ اخوت کاتعلق رکھتے ہیں،اورظاہر ہے کہ بیوی کا رشتہ قائم ہوجانے سے دینی اخوت کارشتہ منقطع نہیں ہوجاتا۔جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے خودفرمایا۔

علاوہ ازیں سارہؓ ابراہیم علیہ السلام کے چچا''حاران'' کی بیٹی تھیں،اوراس اعتبار سےان کوبہن کہنا ایسی بات ہرگز نہیں ہے جس پرحقیقی جھوٹ کا اطلاق ہوسکے۔ابراہیم علیہ السلام کا سارہ سے یہ کہنا کہ''اس سرزمین میں سوائے میرے اور

تمہارے کوئی دوسرا مؤمن نہیں ہے۔'' سورت حال کا صحیح بیان تھا کیونکہ اس وقت وہاں کوئی اور ابراہیم علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا تھا، اور اس شہر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص مومن و مسلمان نہیں تھا، لہٰذا اس موقع پر یہ اشکال پیدا نہیں ہوسکتا کہ ابراہیم علیہ السلام نے سرزمین پر صرف دو مومنوں کے موجود ہونے کی بات کیسے کہی؟ ایک تیسرے مومن لوطؑ بھی تو تھے، جیسا کہ قرآن کریم کی شہادت ہے۔

"فـامـن لـه لـوط" (عنكبوت : ۲۶) پس ایمان لائے لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام (کے دین) پر، ہاں، یہ اشکال اس صورت میں تو پیدا ہوسکتا تھا، جب ابراہیم علیہ السلام کے اس جملہ کی مراد یہ ہوئی کہ پوری دنیا میں ہم دونوں کے علاوہ کوئی اور مومن نہیں ہے، یا یہ کہ اس وقت ان دونوں کے ساتھ لوط علیہ السلام بھی اس شہر میں ہوتے، شیخ عبدالحق نے (شرح مشکواۃ) مذکورہ جملہ کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر اسلام کے رشتہ اخوت کو صرف اپنی اور سارہؓ کی ذات تک جو محدود رکھا تو شاید اس کی بنیاد دین اسلام کی وہ نسبت تھیں جو ان کو اصالتاً حاصل تھی، اور ان کے تعلق کا وہ خاص شرف تھا، جو سارہؓ کو حاصل تھا، شیخؒ نے اس جملے کے تحت ایک اور اشکال اور اس کا جواب نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس جابر حاکم کے سامنے واضح طور پر یہی کیوں نہ کہا کہ ''یہ عورت میری بیوی ہے''۔ ابراہیم علیہ السلام جو مقصد سارہؓ کو بہن سے تعبیر کر کے حاصل کرنا چاہتے تھے، وہی مقصد وہ بیوی بتا کر بھی حاصل کر سکتے تھے، کیونکہ پہلے زمانوں کے بدقماش لوگوں کا بھی ایک اصول تھا، وہ کسی شخص سے اسی کی بیوی کو کم ہی چھینتے تھے؟ دوسرے یہ کہ وہ جابر حاکم اگر اتنا ہی ظالم اور بوالہواس تھا، تو اس کو اس بات سے کیا سروکار ہوسکتا تھا کہ کوئی عورت کسی کی بہن ہے یا بیوی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس جابر حاکم کی ایک خاص عادت تھی کہ وہ کسی شخص سے اس کی بہن کو نہیں چھینتا تھا لیکن شوہر سے اس کی بیوی کو ضرور لے لیتا تھا۔

علاوہ ازیں وہ حاکم مذہب کے اعتبار سے آتش پرست تھا، اور آتش پرستوں میں بہن اور بھائی کے رشتہ کی ایک خصوصی اہمیت تھی، یہاں تک کہ بڑے سے بڑا ابوالہوس آتش پرست بھی کسی کی بہن پر بری نظر نہیں ڈال سکتا تھا، اور اپنے اس مذہبی اصول کا احترام کرتا تھا، کہ جو عورت اپنے بھائی کی تولیت اور کفالت میں ہے، یا جس عورت کو کسی شخص نے اپنی بہن بتادیا ہے، وہ ہر طرح سے محفوظ و مامون ہے، اور اس کا بھائی ہی اس کے بارے میں تمام ترحق واختیار رکھتا تھا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ اسی کے دین کا سہارہ لے، اور سارہؓ کو اس ظالم کے چنگل سے بچانے کے لئے ایسی بات کہیں جو بالکل ہی خلاف واقع بھی نہ ہو اور وہ ظالم بھی اپنے برے ارادے سے باز آجائے۔=

أَلا تَأْكُلُونَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لا تَنطِقُونَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿۹۳﴾

کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے تم بولتے نہیں؟ پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا (اور توڑنا) شروع کیا۔

فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ﴿۹۴﴾ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿۹۵﴾

تو وہ لوگ ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا کہ تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ

حالانکہ تم کو اور جو تم بناتے ہو اس کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اس کے لئے ایک عمارت بناؤ پھر اس کو آگ کے ڈھیر میں ڈال دو

﴿۹۷﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ

تو انہوں نے ان کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی اور ہم نے انہی کو زیر کر دیا۔ اور ابراہیم بولے کہ میں اپنے پروردگار کی

رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۰۰﴾

طرف جانے والا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا۔ اے پروردگار! مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادتمندوں میں سے

= یہ اور بات ہے کہ اس ظالم پر شیطان کی گرفت اتنی سخت تھی کہ اس نے نہ تو اپنے دین کے اصول کا احترام کیا اور نہ اپنی قماش کے لوگوں کی روایت وعادت کا لحاظ رکھا۔ بلکہ سارہؓ کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے درپے ہوا۔ ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے یعنی وہ سارہؓ کو اس حاکم کی طرف روانہ کر کے خود نماز پڑھنے اور دربار رب العزت میں عرض ومناجات کے لئے کھڑے ہو گئے تا کہ اپنے پروردگار سے التجاء کریں، کہ اس کی قدرت کاملہ سارہؓ کی عزت کو محفوظ رکھے، اور انہیں اس سخت ترین پریشانی سے نجات دے، چنانچہ اللہ کے مقرب بندوں کی یہی عادت ہے، کہ جب انہیں کوئی سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے اور وہ رنج ومصیبت میں گھر جاتے ہیں، تو نماز پڑھنے لگتے ہیں، اور ان کا یہ عمل قرآن کریم کی اس آیت کے بموجب ہوتا ہے ''یاایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ''(سورۃ البقرۃ: ۴۵).

فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى

تو ہم نے ان کو ایک نرم دل کے لڑکے کی خوشخبری دی۔ جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا

فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانْظُرۡ مَاذَا تَرٰىؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ

میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ (گویا) تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم

سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ﴿۱۰۳﴾

ہوا ہے وہی کیجئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پایئے گا۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا

وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى

تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! ۔ تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا

الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۷﴾

دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہہ یہ صریح آزمائش تھی۔ اورہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا

وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۱۰۹﴾

اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیم کا (ذکر خیر باقی) چھوڑ دیا۔ کہ ابراہیم پر سلام ہو۔

كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾

نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔[3]وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے

---

[3] ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام کے ایک فرزند صالح کیلئے دعا کا ذکر ہے، اور پھر اس دعا کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا، اللہ تعالی کیلئے اس کو قربانی کے لئے پیش کرنے کا ذکر ہے، اہل اسلام کے نزدیک وہ لڑکا جو اللہ کے نام پر ذبح ہوا، وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں، اہل کتاب یہود و نصاری یہ کہتے ہیں کہ وہ اسحاق علیہ السلام تھے، اہل کتاب نے اہل اسلام پر حسد کی بناء پر اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دیا، کہ یہ فضیلت اسماعیل علیہ السلام کے لئے ثابت نہ ہو لیکن ایات قرانیہ اور احادیث صحیحہ

سے یہی ثابت ہے کہ ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ اسحاق علیہ السلام، اور یہی جمہور اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے اور یہی صحیح قول ہے، کہ ذبح کا تمام واقعہ اسماعیل علیہ السلام سے متعلق ہے کیونکہ یہ واقعہ ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے بعد کا ہے جو مکہ میں پیش آیا نہ کہ ملک شام میں۔

اور بعض علماء اہل السنّت سے جو یہ منقول ہے کہ ذبیح اللہ اسحاق علیہ السلام تھے سوان کا یہ قول صحیح نہیں ان کا یہ قول علماء اہل کتاب سے ماخوذ ہے یا توریت سے ماخوذ ہے، اور موجودہ توریت اول تو وہ توریت نہیں کہ جو موسٰی علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، صفحہ ہستی پر اس توریت کا کہی نام نشان نہیں، دوم یہ کہ جو توریت موسٰی علیہ السلام سے منسوب ہے وہ درحقیقت ان مضامین کا مجموعہ ہے جو بعد میں تصنیف ہوئے اور وہ بھی تحریف سے خالی نہیں بلکہ تغیر وتبدل سے مملوء ہے،

ا ابراہیم علیہ السلام جب ہجرت کر کے ارض مقدسہ میں آئے، تو زمانہ تنہائی میں انس اور محبت کے لئے ایک فرزند صالح کی دعا مانگی اور عرض کیا "رب هب لی من الصالحین" اے اللہ مجھ کو ایک نیک فرزند عطا فرما، جو تیرے نیک بندوں میں سے ہو، اور تیری طاعت میں اور دین کی خدمت میں میری مدد کریں اور سفر وحضر میں میری لئے باعث انس ہو، اور میرے بعد میرا جانشین ہو۔ اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول کی، اور غلام حلیم کی ان کو بشارت دی "فبشرناه بغلام حليم" چنانچہ اس دعا اور بشارت کے بعد ہاجرہ کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، پیدائش کے کچھ دنوں بعد ابراہیم علیہ السلام بحکم الٰہی اسماعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ کو وادی غیر ذی زرع فاران کے جنگل اور بیابان میں یعنی مکہ کی سرزمین میں چھوڑ آئے، اور اس بارہ میں اہل اسلام اور اہل کتاب کا کوئی اختلاف نہیں، کہ اسماعیل ابراہیم علیہ السلام کے پہلے فرزند اور اکلوتے بیٹے ہیں، اور اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال کی تھی، اور اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے، ابراہیم علیہ السلام کا اصل قیام ملک شام میں اپنی بی بی سارہ کے ساتھ تھا، اور اس وقت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی، مگر ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کی خبر گیری کے لئے ابراہیم علیہ السلام شام سے بکثرت مکہ معظّمہ آتے رہتے تھے، ان کو دیکھ کر واپس ہو جاتے، صبح کو آتے اور شام کو واپس ہو جاتے، دیکھو البدایہ والنہایہ ۱۵۹/۱۔

کچھ عرصہ بعد اسماعیل علیہ السلام بڑے ہو گئے چلنے پھرنے لگے تو اس وقت اللہ تعالی نے بذریعہ خواب ابراہیم علیہ السلام کو یہ اشارہ فرمایا کہ اپنے اس فرزند وحید اور اکلوتے بیٹے کو ہمارے نام پر ذبح کرو جس سے مقصود ابراہیم علیہ السلام کی محبت کا امتحان تھا، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام دل وجان سے اس حکم کی تعمیل کے لئے امادہ ہو گئے اور یہ تمام واقعہ اسحاق علیہ السلام کی ولادت سے بہت پہلے کا ہے، معلوم ہوا کہ فبشرناه بغلام حليم سے اسماعیل کی ولادت کی بشارت

مراد ہے،اور ذبیح اللہ بھی غلام حلیم ہے، اور" فدیناہ بذبح" سے اسی غلام حلیم کے ذبح کا فدیہ مراد ہے۔

۲ اللہ تعالی قران کریم میں غلام حلیم کی بشارت اوران کے ذبح اوران کے فدیہ کے بعد اسحاق کی بشارت کا ذکر فرمایا اور "وبشـرنـاہ بـاسحق" فرمایا اور یہ دوسری بشارت ہے جو پہلی بشارت کے عرصہ بعد دی گئی،اوراس بشارت کو بحرف عطف ذکر سے جس کا پہلی بشارت "فبشـرنـاہ بـغـلام حلیم" پر عطف ہے معلوم ہوا کہ یہ بشارت اور یہ قصہ پہلی بشارت اورقصہ سے مختلف ہے،اورمغایر ہے، اس لئے کہ عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے،پہلی خوشخبری اسماعیل علیہ السلام کے متعلق تھی،اوردوسری خوشخبری اسحٰق علیہ السلام کے متعلق ہے، جوواقعہ ذبح کی بعد دی گئی،ابراہیم علیہ السلام جب پہلے لڑکے کے ذبح پر حسب حکم الٰہی مستعد ہوگئے اور امتحان میں پورے اترے تواللہ تعالی نے فدیہ بھیج کران کو بچالیا،اورکمال عنایت والطاف سے بعد چندے ایک اورفرزند کی بشارت دی،یعنی اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی،اورفرمایاوبشـرنـاہ باسحق،ان ایات میں دوبشارتوں کا ذکر ہے ایک فرزند کی بشارت توابراہیم علیہ السلام سوال اور التجاء کے بعد ہوئی اوردوسرے فرزند کی بشارت بدون سوال اورالتجاء کے ہوئی،اورمختلف وقتوں میں ہوئی،اول اللہ تعالی نے بڑے بیٹے اوراکلوتے بیٹے کی بشارت کا ذکر کیا،اورپھران کے چھوٹے بھائی اسحٰق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر کیا،اوراس دوسری بشارت کا پہلی بشارت پرعطف کیا،معلوم ہوا کہ یہ دوسری بشارت پہلی بشارت سے مغایراورمختلف ہے،اوراسماعیل علیہ السلام،اسحاق علیہ السلام سے تقریبا چودہ سال بڑے تھے۔

۳ پھردونوں فرزندوں کی بشارت کے بعدحق تعالی یہ فرماتے ہیں "وبـارکنا علیہ وعلی اسحاق" اور برکت نازل کی ہم نے اس پراوراسحٰق پر،عموما مفسرین نے علیہ کی ضمیرابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع کی ہے،اورعلی ہذااس کے بعد والی آیت "ومـن ذریتهما محسن وظالم لنفسه مبین" ضمیر تثنیہ بھی ابراہیم علیہ السلام اوراسحٰق کی طرف راجع کی ہے مگرسیاق وسباق کے زیادہ مناسب یہ ہے کہ بـارکـنـاعلیـہ کی ضمیراسماعیل علیہ السلام کی طرف راجع کی جائے،جن کے ذبح کا مفصل قصہ قریب میں ذکر ہوچکا ہے،اوراب علیہ پراور وعلی اسحق کا عطف نہایت مناسب ہے اس لئے کہ علیہ کی ضمیر پہلے اوربڑے بیٹے کی طرف راجع ہے اوربـارکنا علیہ میں اول پہلے بیٹے پر برکت کے نزول کا ذکر ہے، اورو عـلـی اسحق کا عـلـیہ پرعطف ہے،جس میں دوسرے بیٹے پر برکت کے نزول کا ذکر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے بیٹے کی طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے پربھی برکت نازل کی اور عـلـی هـذا "ومـن ذریتهـمـا مـحـسـن وظـــالـم" کی ضمیر تثنیہ عام طور پرمفسرین نے ابراہیم علیہ السلام اوراسحٰق کی طرف راجع کی ہے،مگرشاہ

عبدالقادر نے اسماعیل اور اسحاق کی طرف راجع کی ہے، عرض یہ کہ ”وبارکنا علیہ وعلی اسحاق میں علیہ کی ضمیر کا اسماعیل کی طرف راجع ہونا اور پھر وعلی اسحاق کا اس پر عطف ہونا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ ذبیح اسحٰق نہیں بلکہ اسماعیل ہیں، عطف مغایرت کو چاہتا ہے، ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے اور ایک بیٹے کو دوسرے بیٹے کے مغایر کہا جا سکتا ہے مگر بیٹے کو باپ کے مغایر نہیں کہا جا سکتا۔

۴۔ نیز حق تعالی نے جب اسحٰق کی ولادت کی بشارت دی تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا ”ونبیا“ وہ نبی بھی ہونگے، معلوم ہوا کہ اسحٰقؑ ذبیح نہیں تھے اس لئے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اسحٰق نبی بھی ہوں گے تو ایسی صورت میں امتحان میں ان کے ذبح کا حکم دینا بے معنی ہے، پھر اسی بشارت کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے ” ومن وراء اسحاق یعقوب“ کہ اسحاق کا بیٹا بھی ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا معلوم ہوا کہ اسحاق اتنی عمر کو پہنچیں گے کہ ان کے بیٹا بھی ہوگا تو ایسی حالت میں اگر ذبح کا حکم ہوتا تو نہ نبوت ملتی اور نہ نکاح ہوتا، اور نہ بیٹا ہوتا، نیز اسحاق علیہ السلام کی بشارت کو ”وبشرناہ باسحق“ سے مستقلا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ مستقل ہے جس کا پہلے قصہ سے تعلق نہیں۔ مستدرک: ۴۰۹۳، عن محمد بن کعب القرظی۔

۵ نیز جس ولد کے ذبح کا حکم دیا گیا وہ اس کے بلوغ سے پہلے دیا گیا، اس لئے کہ نص قرآنی میں یہ قید مذکور ہے: ”فلما بلغ معہ السعی“ کہ جب وہ لڑکا چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تب اس کے ذبح کا حکم ایا اور یہ حالت بلوغ سے بہت پہلے ہوتی ہے اور اسحٰق کی بشارت میں ” ونبیا من الصالحین“ کے علاوہ ” ومن وراء اسحق یعقوب“ بھی فرمایا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسحٰق بلوغ کو پہنچیں گے اور صاحب اولاد ہوں گے اگر ان کے ذبح کا حکم ہوتا تو ان کی موت یقینی ہوتی اور عقلا یہ بات غیر معقول ہے کہ اولاد عطا کئے جانے سے پیشتر ہی ذبح کر دیئے جائیں، نیز نبوت عموما چالیس سال کی عمر میں ملتی ہے۔ ابن کثیر۔

٦ نیز اہل اسلام اور اہل کتاب کے اتفاق سے اور توریت سفر پیدائش باب۲۲۔۱،۲۔ سے صراحتا یہ بات ثابت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اکلوتے بیٹے کے ذبح کا حکم ہوا تھا توریت کے قدیم نسخوں میں وحید اور بکر کا لفظ موجود ہے اور باتفاق یہود ونصاریٰ اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام تھے نہ کہ اسحٰق علیہ السلام۔ اس لئے کہ اسحٰق علیہ السلام واقعہ ذبح کے بعد پیدا ہوئے ہیں وہ اکلوتے بیٹے نہ تھے، امتحان کے لئے اکلوتے بیٹے کے ذبح کا حکم ہوا تھا، اسماعیل کی موجودگی میں اسحٰق کیسے اکلوتے بیٹے ہو سکتے ہیں، جو اسماعیلؑ کے بعد پیدا ہوئے اور توریت کے بعض نسخوں میں جو وحید اور اکلوتے بیٹے کے

بعد لفظ اسحٰق کا بڑھا دیا ہے وہ یہود کی دیدہ ودانستہ تحریف ہے، اکلوتا بیٹا وہ ہے کہ جس کی موجودگی میں کوئی دوسرا بیٹا نہ ہو، اور یہ بات صرف اسماعیل پر صادق آتی ہے کہ ان کی موجودگی میں ان کے سوا اور کوئی بیٹا نہ تھا۔

۷ اس کے علاوہ یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا، اور اس کے اثار اور یادگاروں کا مکہ اور منی میں ہونا اور مدتوں تک فدیہ کے مینڈے کے سینگوں کا خانہ کعبہ میں معلق رہنا یہ تمام باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تمام واقعہ مکہ میں پیش آیا، نہ کہ ملک شام میں، شعبی کہتے ہیں کہ میں نے فدیہ کے دنبہ کے دونوں سینگوں کو خانہ کعبے کے اندر دیکھا ہے، اور اسماعیل علیہ السلام بچپن سے مکہ مکرمہ میں رہتے تھے اور اسحٰق علیہ السلام ملک شام کے شہر کنعان میں رہتے تھے، اور کنعان نہ مقام حج ہے اور نہ قربان گاہ ہے، بخلاف منی کے کہ وہ قربان گاہ ہے اور مکہ مقام حج ہے، اور بطور یادگار ابراہیمی واسماعیلی حج اور قربانی، اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمرات کی سنت آج تک بنی اسماعیل میں جاری ہے، اور حج اور قربانی ملت اسلام کا ایک عظیم شعار ہے، جو ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے اب تک مکہ اور منی میں چلی آرہی ہے، ابن کثیر۔

۸۔ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعمر بن العلا سے پوچھا کہ دو بیٹوں میں سے ذبیح کون تھا؟ تو مجھ سے کہا اے اصمعی! تیری عقل کہاں جاتی رہی، کہ تجھ کو پوچھنے کی ضرورت پیش آئی کیونکہ مکہ میں اسحٰق کہاں تھے بلکہ وہاں تو اسماعیل تھے اور ذبح اور قربانی کا مقام بھی مکہ کی سرزمین میں ہے، اور اسماعیل ہی نے اپنے باپ کو خانہ کعبہ کی تعمیر میں مدد دی تھی۔ (قرطبی)۔

۹ اور معاویہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ''یا بن الذبیحین'' اے دو ذبیح کے فرزند اپ کو اللہ نے جو عطا کیا ہے اس میں سے مجھ کو بھی کچھ عطا کیجئے نبی ﷺ یہ سنکر مسکرائے اور ہنسے، معاویہؓ نے جب یہ روایت اپنی مجلس میں بیان کی تو حاضرین میں سے کسی نے کہا اے امیر المومنین وہ دو ذبیح کون ہیں؟ تو فرمایا ایک ذبیح تو اسماعیل علیہ السلام نبی ﷺ کے جد امجد ہیں، اور دوسرا ذبیح اپکے والد ماجد عبداللہ ہیں جس کا قصہ یہ ہے کہ: عبدالمطلب نے جب چاہ زمزم کے کھودنے کا حکم دیا تو اللہ سے یہ نذر کی کہ اگر اللہ نے یہ کام اسان کر دیا تو ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کروں گا، عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے قرعہ اندازی میں ذبح کا قرعہ عبداللہ کے نام پر نکلا، خاندان اور دیگر احباب نے بیٹے کے ذبح سے ان کو روکا اور یہ مشورہ دیا کہ فدیہ میں سو اونٹ قربان کر ڈالو، عبدالمطلب نے اس کو منظور کیا اور عبداللہ کی طرف سے فدیہ میں سو اونٹ دیئے، اس طرح سے عبداللہ صاحب حکما ذبیح اللہ ہو گئے، اس لئے حاضر ہونے والے شخص نے نبی ﷺ کو یا ابن الذبیحین سے خطاب کیا، اے دو ذبیح کے بیٹے پہلے ذبیح اللہ اسماعیل علیہ السلام ہے، جو نبی ﷺ کے جد امجد ہے اور دوسرے ذبیح اللہ آپ ﷺ کے والد ماجد=

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰى

اور ہم نے ان کو اسحٰق کی بشارت بھی دی (کہ وہ) نبی (اور) نیکوکاروں میں سے (ہوں گے)۔ اور ہم نے ان پر اور

اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾

اسحاق پر برکتیں نازل کی تھیں اوران دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اوراپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے بھی ہیں

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کئے۔ اور ان کو اور ان کی قوم کو مصیبت عظیمہ

= عبداللہ تھے۔ رواه الحاكم فى المستدرک: ۴۰۹۰ ۔ تفسیر طبری۔

۱۰ خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے جب محمد بن کعب قرظیؒ نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبح کا ذکر کرنے کے بعد قرآن میں خلیل اللہ کو اسحٰق کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا پیدا ہوگا، یعقوب نامی جب ان کی اور ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی، پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے پیشتر ہی ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ تو عمرؒ نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گو یہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ اسماعیل ہی ہیں، پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہوگئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین! سچ تو یہ ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ اسماعیل علیہ السلام تھے، لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد میں سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے اس حسد کے مارے یہودیوں نے اسے بدل دیا، اور اسحٰق کا نام لے دیا، حقیقی علم اللہ تعالی ہی کو ہے، ہمارا ایمان ہے کہ اسماعیل اور اسحٰقؑ دونوں ہی طاہر اور طیب اور اللہ کے سچے فرمانبردار تھے۔ ابن کثیر۔ اور جن روایات میں یہ بیان ہے کہ ذبیح اللہ اسحاق ہے تو یہ روایات مستدرک رقم ۴۱۰۰، اور بزار: ۱۳۴/۴ ۔ وغیرہ نے کعب احبار سے نقل کئے ہیں، ابن کثیر ان روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کعب الاحبار خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے، اور کبھی کبھی عمرؓ کو قدیمی کتابوں کی باتیں سناتے تھے، لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنی شروع کردی، اور صحیح وغلط کی تمیز اٹھ گئی۔

الْعَظِيمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا
سے نجات بخشی۔ اور ان کی مدد کی تو وہ غالب ہو گئے۔اور ان دونوں کو
الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾
کتاب واضح عنایت کی ۔ اور ان کو سیدھا رستہ دکھایا۔
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾
اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر چھوڑ دیا۔کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام
إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾
بیشک ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے
وَإِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾
اور الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے ۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟
أَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ أَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾
کیا تم بعل کو پکارتے (اور اسے پوجتے) ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو؟
اَللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَآئِكُمُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾
اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا پروردگار ہے۔تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا سو وہ (دوزخ میں) حاضر کئے جائیں گے
إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾
ہاں اللہ کے بندگانِ خاص (مبتلائے عذاب نہیں) ہوں گے۔ اور ان کا ذکر (خیر) پچھلوں میں (باقی) چھوڑ دیا۔
سَلٰمٌ عَلٰى إِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾
کہ الیاسین پر سلام۔ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ اور لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے۔
إِذْ نَجَّيْنٰهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾
جب ہم نے ان کواوران کے گھر والوں سب کو (عذاب سے) نجات دی۔ مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾
پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کردیا۔ اور تم دن کو بھی ان (کی بستیوں) کے پاس سے گزرتے رہتے ہو
وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَإِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ إِذْ أَبَقَ
اور رات کو بھی، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ اور یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب بھاگ کر
إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾
بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔ اس وقت قرعہ ڈالا تو انہوں نے زک اٹھائی۔
فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ اپنے اپ کوملامت کرنے لگ گئے۔ پھر اگر وہ (اللہ کی) پاکی بیان نہ کرتے۔
لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾
تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اسی کے پیٹ میں رہتے۔ پھر ہم نے ان کو جب کہ وہ بیمار تھے فراخ میدان میں ڈال دی
وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَأَرْسَلْنٰهُ إِلٰى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾
اور ان پر کدو کا درخت اگایا۔ اور ان کو لاکھ یا اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف بھیجا۔
فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ إِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنٰتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ
تو وہ ایمان لے آئے سو ہم بھی ان کو ایک وقت تک فائدے دیتے رہے۔ ان سے پوچھو تو کہ بھلا تمہارے پروردگار کے لئے تو بیٹیاں اور ان کے لئے بیٹے

﴿۱۴۹﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَآئِكَةَ إِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ أَلَآ إِنَّهُمْ مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ
یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا اور وہ (اس وقت) موجود تھے؟ دیکھو یہ اپنی جھوٹ بنائی ہوئی (بات) کہتے ہیں۔
﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ أَصْطَفَى الْبَنٰتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
کہ اللہ کی اولاد ہے کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔کیا اس نے بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کو پسند کیا ہے؟
مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾
تم کیسے لوگ ہو کس طرح کا فیصلہ کرتے ہو؟ بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے؟
أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَأْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾
یا تمہارے پاس کوئی صریح دلیل ہے؟ اگرتم سچے ہو تو اپنی کتاب پیش کرو۔
وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ط وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
اورانہوں نے اللہ میں اور جنوں میں رشتہ مقرر کیا حالانکہ جنات جانتے ہیں کہ وہ (اللہ کے سامنے) حاضر کئے جائیں گے۔
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾
یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔مگر اللہ کے بندگانِ خاص (مبتلائے عذاب نہیں ہوں گے)۔
فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾
سوتم اور جن کو تم پوجتے ہو۔اللہ کے خلاف بہکا نہیں سکتے
إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾
مگر اس کو جو جہنم میں جانے والا ہے۔ اور (فرشتے کہتے ہیں کہ) ہم میں سے ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔
وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
اور ہم صف باندھے رہتے ہیں۔ اور (اللہ اعلیٰ و برتر) کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت (کی کتاب) ہوتی۔

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾

تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے۔ لیکن (اب) اس سے کفر کرتے ہیں سوعنقریب ان کو (اس کا نتیجہ) معلوم ہو جائے گا۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾

اور اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہی (مظفر و) منصور ہیں۔

وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُونَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ﴿١٧٤﴾

اور ہمارا لشکر غالب رہے گا۔ تو ایک وقت تک ان سے اعراض کئے رہو

وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾

اور انہیں دیکھتے رہو یہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے۔ کیا یہ ہمارے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں؟

فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾

مگر جب وہ ان کے میدان میں اترے گا تو جن کو ڈر سنا دیا گیا تھا ان کے لئے بُرا دن ہو گا۔

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾

اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیرے رہو۔ اور دیکھتے رہو یہ بھی عنقریب (نتیجہ) دیکھ لیں گے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾

یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں تمہارا پروردگار جو صاحبِ عزت ہے اس سے پاک ہے۔

وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿١٨٢﴾

اور پیغمبروں پر سلام۔ اور سب طرح کی تعریف اللہ رب العالمین کو (سزاوار) ہے۔

سورة صٓ (مكية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

صٓ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِى الذِّكۡرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِىۡ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾

صٓ قسم ہے اس قرآن کی جو نصیحت دینے والا ہے۔ (کہ تم حق پر ہو) مگر جو لوگ کافر ہیں وہ غرور اور مخالفت میں ہیں۔

كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ فَنَادَوۡا وَّلَاتَ حِيۡنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾

ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا تو وہ (عذاب کے وقت) لگے فریاد کرنے اور وہ رہائی کا وقت نہیں تھا

وَعَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ وَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ

اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ہدایت کرنے والا آیا اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر ہے جھوٹا

﴿۴﴾ اَجَعَلَ الۡاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾

کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا لیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے

وَانۡطَلَقَ الۡمَلَاُ مِنۡهُمۡ اَنِ امۡشُوۡا وَاصۡبِرُوۡا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمۡ اِنَّ هٰذَا لَشَىۡءٌ يُّرَادُ

تو ان میں جو معزز تھے وہ چل کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو بیشک یہ ایسی بات ہے جس سے مقصود ہے

﴿۶﴾ مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِى الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ ﴿۷﴾

یہ پچھلے مذہب میں ہم نے کبھی سنی ہی نہیں یہ بالکل بنائی ہوئی بات ہے

ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡۢ بَيۡنِنَا ؕ بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡ ذِكۡرِىۡ ۚ بَلۡ لَّمَّا يَذُوۡقُوۡا عَذَابِ ﴿۸﴾

کیا ہم سب میں سے اسی پر نصیحت اتری ہے؟ بلکہ وہ میری نصیحت کی کتاب سے شک میں ہیں بلکہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّکَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ أَمْ لَهُمْ

کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں؟ جو غالب اور بہت عطا کرنے والا ہے۔ یا آ

مُّلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْأَسْبَابِ ﴿۱۰﴾

سمانوں اورزمین اور جو کچھ ان میں ہے ان پرانہی کی حکومت ہے؟ تو چاہیئے کہ رسیاں تان کر (آسمانوں پر) چڑھ جائیں۔

جُنْدٌ مَّا هُنَالِکَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ﴿۱۱﴾

یہاں شکست کھائے ہوئے گروہوں میں سے یہ بھی ایک لشکر ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿۱۲﴾

ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون (اور اس کی قوم کے لوگ) بھی جھٹلا چکے ہیں

وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ أُولٰٓئِکَ الْأَحْزَابُ ﴿۱۳﴾

اور ثمود اور لوط کی قوم اور بَن کے رہنے والے بھی یہی وہ گروہ ہیں

إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾

(ان) سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب (ان پر) آواقع ہوا۔

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز کا جس میں (شروع ہوئے پیچھے) کچھ وقفہ نہیں ہوگا انتظار کرتے ہیں

وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔

اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاذۡکُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ ۚ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

یہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو صاحبِ قوت تھے بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے[1]

---

[1] یہ داؤد علیہ السلام کی صفت ہے ''اید'' بمعنیٰ قوت وطاقت، داؤد علیہ السلام اللہ کی عبادت میں نہایت مضبوط اور چاک وچوبند رہتے تھے۔ ہر رات نصف شب اللہ کی عبادت میں گذارتے اور ہر دوسرے دن روزہ رکھتے تھے۔ یہ ان کی ساری زندگی کا معمول تھا.

''اواب'' اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع رکھنے والا، اوراس کی عبادت وطاعت میں لگا رہنے والا (روح المعانی).

''انا سخرنا'' پہاڑوں کو ہم نے اپنے حکم سے اس کے مطیع بنادیا کہ جب وہ صبح وشام اللہ کی تسبیح وتقدیس میں مصروف ہوتے تو پہاڑ بھی زبان قال سے ان کے ساتھ اللہ کی تسبیح وتقدیس میں شامل ہوجاتے۔ پہاڑوں کی تسبیح زبان قال سے مراد ہے نہ کہ زبان حال سے، کیونکہ تسبیح حالی ان دووقتوں سے مخصوص نہیں وتسبیحهن تقدیس بلسان قال لائق بهن (روح المعانی) وان ذلک تسبیح مقال علی الصحیح من الاقوال(قرطبی)۔

''و الطیر'' یہ الجبال پر معطوف ہے یہ ایت قرینہ ہے کہ سورۂ سبا میں الطیر سے پہلے سخرنا مقدر ہے۔ محشورۃ ، الطیر ، سے حال ہے، جب داؤد علیہ السلام تسبیح وتقدیس میں مصروف ہوتے تو پہاڑوں کی شمولیت کے علاوہ پرندے بھی ان کے گرد جمع ہوجاتے، اور اللہ تبارک وتعالی کی تسبیح کرتے۔ای مجتمعة الیه من کل جانب تسبح معه (مظهری)۔

''کل له اواب'' داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی وجہ سے سب اللہ تعالی کی تسبیح کرتے :اللام تعلیلیة و الضمیر لداود ای کل واحد من الجبال والطیر لاجل تسبیحه رجاع الی التسبیح (روح المعانی)۔

''وشددنا'' ہم نے اس کے ملک کو ذاتی ہیبت ووجاہت، غیبی مدد ونصرت، کثرت عساکر اور گوناگوں نعمتوں کی پراوانی سے مضبوط ومستحکم کردیا۔ اوراس کو نبوت اور کمال علم وعمل سے سرفراز فرمایا اوراسے فیصلہ کن انداز گفتگو کا ملکہ عطا فرمایا (خازن۔روح)۔

إِنَّا سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِيِّ وَالۡإِشۡرَاقِ ﴿۱۸﴾
ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیر فرمان کر دیا تھا کہ صبح و شام ان کے ساتھ اللہ کا ذکر (پاک) کرتے تھے۔
وَالطَّيۡرَ مَحۡشُورَةً كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدۡنَا مُلۡكَهُ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحِكۡمَةَ
اور پرندوں کو بھی جمع رکھتے تھے سب ان کے فرمانبردار تھے۔ اور ہم نے ان کی بادشاہی کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا کی
وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلۡ أَتٰكَ نَبَؤُا الۡخَصۡمِ إِذۡ تَسَوَّرُوا الۡمِحۡرَابَ
اور بات کا فیصلہ کرنا۔ بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی بھی خبر آئی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے
﴿۲۱﴾ إِذۡ دَخَلُوا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡهُمۡ قَالُوا لَا تَخَفۡ ۚ خَصۡمٰنِ
جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا کہ خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے
بَغٰى بَعۡضُنَا عَلٰى بَعۡضٍ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ
کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہم میں انصاف کا فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے گا
وَاهۡدِنَآ إِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ إِنَّ هٰذَآ أَخِي لَهُ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُونَ نَعۡجَةً
اور ہم کو سیدھا رستہ دکھا دیجئے۔ (کیفیت یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے (ہاں) ننانوے دُنبیاں ہیں
وَّلِيَ نَعۡجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ أَكۡفِلۡنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الۡخِطَابِ ﴿۲۳﴾
اور میرے پاس ایک دُنبی ہے یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کر دے اور گفتگو میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔
قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ
انہوں نے کہا کہ یہ جو تیری دُنبی مانگتا ہے کہ اپنی دُنبیوں میں ملا لے بیشک تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے
لَيَبۡغِي بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ إِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭوَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ

اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگی اور جھک کر گر پڑے اور رجوع کیا

۲۴ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۲۵

تو ہم نے ان کو بخش دیا اور بیشک ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی جو لوگ اللہ کے رستے سے بھٹکتے ہیں

اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۲۶

ان کے لئے سخت عذاب (تیار) ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔[2]

---

[2] "وھل اتاک"تسوروا" دیوار پھاندکرداخل ہوئے۔ولاتشطط حق سے تجاوز نہ کرنا"نعجة" . ولد الضان ،دنبے کا بچہ،اکفلنیھا، وہ مجھے دیدے عزنی مجھ پرغالب آ گیا، یہاں سے لیکر وقلیل ماھم تک ایک واقعے کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام ایک دن عبادت خانے میں محوِعبادت تھے اور عبادت خانے کے دروازے اندر سے بند تھے۔کہ اچانک دو آدمی دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے داؤد علیہ السلام ان کے بلا اجازت اور پھر اس انداز سے داخل ہونے سے گھبرا گئے ۔کہ شاید قتل کے ارادے سے آئے ہیں۔آنے والوں نے کہا: گھبراؤ نہیں، ہم ایک جھگڑے کا فیصلہ لینے آئے ہیں، آپ صحیح فیصلہ صادر فرما کر ہماری راہنمائی فرمائیں۔

بات یہ ہے کہ یہ میرا بھائی ہے ،اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہے، اور یہ میرا بھائی وہ ایک دنبی بھی مجھ سے زبردستی لینا چاہتا ہے، اور گفتگو میں مجھ پر غالب آ چکا ہے۔داؤد علیہ السلام نے ایک فریق کی بات سن کر فرمایا: بے شک اس شخص نے تم پر ظلم کیا ہے، اور لوگوں کا دستور ہی یہ ہے کہ اکثر لوگ اپنے ساتھیوں پر ظلم

وزیادتی کرتے ہی رہتے ہیں، البتہ مومنین صالحین ایسانہیں کرتے۔لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔اس کے بعد ارشاد ہے۔

"وظــن داود " داؤدعلیہ السلام کوخیال آیا کہ یہ تو میراامتحان تھا،لیکن مجھ سے لغزش ہوگئی اس لئے فوراسجدے میں گر پڑے،اور اللہ سے معافی مانگی۔اس واقعہ میں چونکہ دیوار پھاندنے والوں اور داؤدعلیہ السلام کی لغزش کا بــالتـعيين ذکرنہیں اس لئے ان دونوں کی تعین میں مفسرین کے درمیان خاصا اختلاف پایاجاتا ہے، اس سلسلے میں دشمنان اسلام یہودیوں نے بھی اپنی خودساختہ خرافات کومسلمانوں میں رائج کرنے کی کوشش کی ہے،بعض مفسرین نے یہودیوں کی ان خرافات کواپنی تفسیروں میں بلانکیر ذکر کردیا ہے۔

لیکن اکثرمحقق مفسرین نے اس اسرائیلی قصے کو بالکلیہ رد کردیا ہے۔اس اسرائیلی جھوٹے قصے کی رو سے داؤدعلیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔اورایک دن اپنے ایک امتی کی بیوی پر اتفاقا نظر پڑ گئی۔اوراس کے حسن وجمال کی بناء پر وہ اسے چاہنے لگے چنانچہ اس کے خاوند کو جہاد میں بھیج کر مروادیااوراس کی بیوی سے شادی کرلی۔اوراللہ تعالی نے فرشتے بھیج کرانہیں اس پر متنبہ فرمایا، یہ قصہ سراسر جھوٹااور داؤدعلیہ السلام پر افتراء اوران کی شان بلند کے قطعامنافی ہے یہ حرکت توایک کامل مومن سے بھی سرزدنہیں ہوسکتی۔چہ جائیکہ ایک جلیل القدر پیغمبراس کاارتکاب کرے چونکہ یہ واقعہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہےاس لئے تمام محققین نے اسے باطل ومردود قرار دیا ہے۔

علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جوشخص داؤدعلیہ السلام کے بارے میں یہ واقعہ بیان کرے گا میں اس کوایک سوساٹھ درے ماروں گا، جوانبیاءعلیہم السلام پر بہتان باندھنے کی سزاہے۔قـال عـلـیؓ من حدثكم بحديث داود عليه السلام عـلـى مـايـرويـه الـقـصـاص جـلـدتـه مـائة وستين جـلـدة وهو حد الفرية على الانبياء (مدارک،خازن،بیضاوی،روح ،قرطبی،جامع البیان،) ۔علامہ ابن کثیرفرماتے ہیں:قدذكر المفسرون ههنا قصة اكثرهاماخوذة من الاسرائيليات ولم يثبت فيهاعن المعصوم حديث يجب اتباعه (ابن كثير).

قاضی عیاض فرماتے ہیں،لايجوز ان يلتفت الى ماسطره الاخباريون من اهل الكتاب الذين بدلوا وغيروا، ونقله بعض المفسرين،ولم ينص الله تعالى على شيء من ذٰلک، ولاورد في حديث صحيح و الذى نص عليه الله في قصة داود،وظن داود،انمافتناه، وليس في قصة داود اوريا خبر ثابت (خازن).

علامه معين الدين بن صفى رقمطراز ہیں:ومـايذكره القصاص ليس له اصل يعتمدعليه(جامع البيـان)امام بيضاوى تحریرفرماتے ہیں ومـاقيـل انـه ارسل اوريا الى الجهادمراداًوامران يقدم حتى قتل

فتزوجها،هزاء وافتراء (بیضاوی)۔

ابوحیان فرماتے ہیں:ویعلم قطعاان انبیاء علیهم السلام معصومون من الخطایالایمکن وقوعهم فی شیء منهاضرورة اذلوجوزناعلیهم شیئامن ذلک بطلت الشرائع ،ولم نثق بشیء مما یذکرون انه اوحی اللّٰہ به الیهم.فماحکی اللّٰہ تعالی فی کتابه یمرعلی ماارادہ اللّٰہ تعالی وماحکی القصاص ممافیه غض من منصب النبوة طرحناه (بحر)۔

اب سوال یہ ہے کہ اصل لغزش کیاتھی؟ تواس کا جواب یہ ہے کہ اصل لغزش جوبھی ہووہ ترک اولی کے قبیل سے ہوسکتی ہے۔ازقبیل گناہ نہیں ہوسکتی۔کیونکہ باجماع اہل السنۃ انبیاءعلیہم السلام ہرقسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں البتہ اپنے منصب جلیل کے پیش نظروہ ترک اولی کوبھی اپنے حق میں گناہ سمجھتے ہوئے اللہ تعالی سے اس طرح الحاح وتضرع سے اس کی معافی مانگتے ہیں جس طرح ہمیں کبیرہ گناہوں پرمعافی مانگنی چاہئے ولابدمن القول بانه لم یکن منه علیه السلام الاترک ماهوالاولی بعلی شانه والاستغفارمنه وهولایخل بالعصمة (روح) ۔اصل لغزش کی تعین میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں،بعض کے نزدیک لغزش یہ تھی کہ ان کے پڑوس میں ایک عورت عریاں نہارہی تھی ،وہ کھڑکی کی طرف بڑھے تواچانک بلاقصدوارادہ ان کی نگاہ اس پرپڑگئی،لیکن انہوں نے فوراًنگاہ پھیرلی۔(قرطبی)۔یہ فعل اگرچہ گناہ نہیں لیکن یہاں یہ مرادنہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں ذنبیوں کے ذکرکا کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا۔بعض نے کہاہے کہ داوددعلیہ السلام نے ایک مسلمان سے کہاتھا کہ تم اپنی بیوی کومیری خاطرطلاق دیدو،اورایسا کرنا انکے یہاں جائزاورمروج تھا،لیکن داؤدعلیہ السلام کی شان رفیع کے خلاف تھااس لئے تنبیہ کی گئی اوربعض نے کہا کہ داؤدعلیہ السلام نے ایک مسلمان کی خطبہ پرخطبہ کیاتھاوغیرہ(روح)۔

لیکن سب سے زیادہ موزوں اورمناسب توجیہہ وہ ہے جوبعض مفسرین نے لکھی ہے۔اورشیخ حسین علی نے جسے ترجیح دی ہےاس توجیہہ میں نہ اسرائیلیات کا سہارہ لینے کی ضروت ہے نہ ظواہرنظم کوظاہرسے پھیرنے کی حاجت،اورلغزش بھی خودسیاق نظم ہی سے متعین ہورہی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ دیوار پھاندکراندرداخل ہونے والے انسان نہیں تھے بلکہ فرشتے تھےجنہیں اللہ تعالی نے داؤدعلیہ السلام کے امتحان کے لئے بھیجاتھا۔روی ان اللّٰہ بعث الیه ملکین فی صورة انسانین فطلباان یدخلاعلیه فوجداه فی یوم عبادته فمنعهماالحرس فتسوراالمحراب (مدارک) ۔اورپھرانہوں نے جوصورت قضیہ داؤدعلیہ السلام کے سامنے پیش کی وہ نفس الامرمیں واقع نہیں تھی بلکہ ایک

مفروضہ صورت تھی گویا وہ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمارے درمیان یہ صورت پیش آ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔جس طرح اہل نحو فاعل ومفعول کی تمثیل میں کہتے ہیں۔ضرب زیدعمرا حالانکہ فی الواقع وہاں ضرب نہیں ہوتی. قال الحسن ابن الفضل هذا من الملكين تعريض وتنبيه كقولهم ضرب زيدعمرا،وماكان ضرب ولانعاج على التحقيق ،كانه قال نحن خصمٰن هذه حالنا. قال ابوجعفرالنحاس واحسن ماقيل فی هذاا ن المعنی يقول خصمٰن بغى بعضناعلى بعض على جهة المسئلة كماتقول رجل يقول لامرأته كذامايجب عليه(قرطبی)۔اس کے بعد داؤدعلیہ السلام نے مدعی علیہ کو صفائی کا موقعہ دئے بغیر ہی اپنا فیصلہ صادر فرمایا یہی لغزش تھی: قال النحاس فيقال ان هذه كانت خطيئة داودعليه السلام لانه قال لقدظلمک ،من غيرتثبت بينة ولا اقرارمن الخصم (قرطبی).وقيل ان ذنب داودا لذی استغفرمنه ليس هوبسبب اوريا و المرأة وانماهوبسبب الخصمين وكونه قضى لاحدهماقبل سماع كلام الاخر(خازن)۔

داؤدعلیہ السلام نے پہلے تو یہی سمجھے تھے کہ فریقین انسان ہیں۔اور قضیہ واقعیہ کے بارے میں فیصلہ لینے آئے ہیں لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ فیصلہ سننے کے بعد دونوں سائل ایک دوسرے کیطرف دیکھ کر مسکرائے اور پھر انکے سامنے ہی آسمان کی طرف چڑھ گئے تو سمجھے کہ یہ تو اللہ کیطرف سے ابتلا تھا جس میں مجھ سے لغزش سرزد ہوگئی اس لئے فوراً سربسجود ہوگئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔وقيل لماقضى بينهمانظراحدهماالی صاحبه فضحک ثم صعد الى السماء حيال وجهه فعلم بذالک ان اللہ‌تعالى ابتلاه(روح المعانی)۔

''فغفرنا '' ہم نے ان کی لغزش معاف کردی،وہ ہمارے نہایت ہی مقرب اور برگزیدہ بندے ہیں اور آخرت میں ہمارے یہاں ان کا انجام بہت عمدہ اور ان کا مقام بہت بلند ہے۔

یاداود '' داؤدعلیہ السلام کو دنیا میں جو شان ومنزلت عطا کی گئی اس کا ذکر ہے اور ساتھ ہی ہدایت بھی ہیں،ہم نے آپ کو زمین میں حکومت عطا کی اور آپ کو لوگوں کے معاملات کا متولی بنایا ہے۔اس لئے لوگوں کے باہمی تنازعات کا تصفیہ پوری چھان بین اور تحقیق سے کیا کریں اور عدل وانصاف کو اپنا شعار بنائیں۔محاکمات میں اور دیگر تمام امور میں خواہش نفس دخل انداز نہ ہونے پائے ورنہ وہ راہ حق اور جادہ عدل سے منحرف کردے گی جو لوگ خواہش نفس کے تابع ہوکر راہ حق سے بھٹک جائیں گے ان کے لئے سخت ترین عذاب ہے کیونکہ انہوں نے قیامت کے دن کو بھلا دیا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کائنات میں ہیں اس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
سو کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے
الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾
کیا ان کو ہم ان کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟
كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْآ اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ ﴿۲۹﴾
(یہ) کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں
وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهٗ أَوَّابٌ ﴿۳۰﴾
اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت خوب بندے (تھے اور) وہ (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والے تھے
إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾
جب ان کے سامنے شام کو خاصے کے گھوڑے پیش کئے گئے
فَقَالَ إِنِّيْٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ؕ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ
تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہو کر) مال کی محبت اختیار کی یہاں تک کہ پردے میں چھپ گیا
﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْأَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا
(بولے کہ) ان کو میرے پاس واپس لے آؤ پھر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔اور ہم نے سلیمان
سُلَيْمٰنَ وَأَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ
کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔(اور) دعا کی کہ اے

اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

پروردگار! مجھے مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّیٰطِیْنَ

پھر ہم نے تابع کر دیا اس کے ہوا کو، چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچنا چاہتا، اور دیووں کو بھی

كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

وہ سب عمارتیں بنانے والے اور غوطہ مارنے والے تھے۔ اور اَوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾

یہ ہماری بخشش ہے (چاہو) تو احسان کرو (چاہو تو) رکھ چھوڑو (تم سے) کچھ حساب نہیں ہے

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ

اور بیشک ان کے لئے ہمارے ہاں قُرب اور عمدہ مقام ہے۔[3] اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو

---

[3] یہ بھی نقلی دلیل ہے سلیمان علیہ السلام بڑے پائے کے پیغمبر اور بادشاہ تھے ان پر بھی اللہ کی طرف سے ابتلاء آ گیا اخر انہوں نے اللہ تعالی سے استغفار کیا اور توبہ کی، وہ تو خود اللہ کے سامنے ایسے عاجز تھے، اس لئے وہ شفیع غالب نہیں ہو سکتے۔

''اذعرض'' ایک دفعہ سلیمان علیہ السلام کو جہاد کی ضرورت پیش آئی تو پچھلے پہر کے وقت اصطبل سے گھوڑے پیش کرنے کا حکم دیا جن کی تعداد کم وبیش ایک ہزار تھی چنانچہ گھوڑے ان کے سامنے پیش کئے گئے چونکہ وہ گھوڑوں کے اوصاف سے بخوبی واقف تھے جب انہوں نے دیکھا کہ تمام گھوڑے عمدہ نسل کے اصیل اور سبک رفتار ہیں تو بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے۔ یہ مال (گھوڑوں کی محبت) بھی یاد الٰہی کی وجہ سے ہے یہ دنیوی محبت نہیں، اسی دوران میں گھوڑے آنکھوں سے اوجھل ہو چکے تھے، اس لئے دوبارہ حکم دیا کہ ان کو دوبارہ واپس لاؤ جب وہ واپس لائے گئے تو ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے تھپکی دینے لگے۔(ابن جریر، کبیر، خازن)۔

" **الصافنات** " صافن کی جمع ہے صافن اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو ایک پاؤں کو اوپر اٹھا کر اس کے کھر پر کھڑا ہو، یہ گھوڑوں کی عمدہ صفات میں شمار ہوتی ہے۔ **الجیاد** جواد کی جمع ہے جواد تیز اور سبک رفتار کو کہتے ہیں۔

اور **الخیر** سے مال مراد ہے ، **عن ذکر ربی**، عن بمعنی من ہے **عن ذکر ربی** میں عن بمعنی من ہے (**صحیح البخاری**) ۔**توارت** کی ضمیر **الصافنات الجیاد** کیطرف راجع ہے، ایت کا مذکورہ بالا مفہوم امام ابن جریر طبری، امام رازی، خطیب شربینی اور خازن نے ذکر کیا ہے اور یہ مفہوم حبر الامت عبداللہ بن عباس ؓ سے بسند متصل امام طبری نے روایت کیا ہے، رازی اور طبری نے اسی مفہوم کو ترجیح دی ہے۔ امام رازی نے اس کو امام زہری اور ابن کیسان کی طرف بھی منسوب کیا ہے، **والذی ذهبنا الیه قول الزهری و ابن کیسان (السراج المنیر)** لیکن علیؓ اور دیگر مفسرین کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں کی دیکھ پڑتال میں سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر جاتی رہی جو ان پر فرض تھی۔ نماز عصر قضا ہونے سے کا سبب گھوڑے تھے اس لئے گھوڑوں کو واپس منگا کر ذبح کر دیا (بحر، روح المعانی۔ معالم ، مدارک ابن جریر، ابن کثیر) اس صورت میں **توارت** کی ضمیر "**الشمس**" (سورج) کی طرف راجع ہوگی جو "العشی" سے مفہوم ہے اور "عن" اپنے اصل معنی پر ہی ہوگا۔

اور تفصیل یہ لکھتے ہیں: کہ نماز عصر کے قضا ہو جانے کے بعد سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالی سے یہ درخواست کی کہ سورج کو دوبارہ لوٹا دیا جائے، چنانچہ سورج لوٹا دیا گیا، اور آپ نے اپنا معمول پورا کر لیا، اس کے بعد دوبارہ سورج غروب ہوا، یہ علماء " **ردوها** " کی ضمیر سورج کی طرف راجع مانتے ہیں۔

لیکن محقق مفسرین مثلاً آلوسیؒ وغیرہ نے اس قصے کی تردید کی ہے، اور کہا ہے کہ " **ردوهــا** " کی ضمیر گھوڑوں کی طرف راجع ہے نہ کہ سورج کی طرف، اس لئے نہیں کہ (معاذ اللہ) سورج کو دوبارہ لوٹا دینا اللہ تعالی کی قدرت میں نہیں، بلکہ اس لئے کہ یہ قصہ قرآن وحدیث کی کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ (روح المعانی)۔

اس طرح کے کئی ایک قصے اور بھی مشہور ہیں مثلاً کہ علیؓ کی نماز عصر فوت ہوگئی تو نبی ﷺ نے سورج کو واپس لوٹایا، اس روایت کی تفصیل یہ ہے کہ **فضیل بن مرزوق** نے **ابراهیم حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب عن امه فاطمة بنت الحسین عن اسماء بنت عمیس** ؓ کی سند سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی آ رہی تھی اور آپ کا سر مبارک سیدنا علیؓ کی گود میں تھا، پس انہوں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے علی! کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں کہا نہیں! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اللهم انه کان فی طاعتک و طاعة**

رسولک فاردد علیه الشمس. اے اللہ! وہ تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، لہٰذا اس کے لئے سورج کو واپس بھیج دے۔ اسماءؓ نے کہا پس میں نے اسے (سورج کو) دیکھا غروب ہوا، پھر دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا۔ (مشکل الاثار:۳/۹۲، معجم طبرانی:۲۴/۱۴۷، الموضوعات لابن الجوزی:۱/۳۵۵، الاباطیل والمناکیر:۱/۱۵۸)۔

اس روایت کی سند ضعیف ہے، ابراہیم حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی صریح توثیق زمانہ تدوین حدیث میں سوائے حافظ ابن حبان کے کسی نے بھی نہیں کی، اور مجہول ومستور کی توثیق میں ابن حبان متساہل تھے۔ لہٰذا ابراہیم حسن بن حسن مذکور مجہول الحال ہیں، اور حافظ ذہبی نے انہیں ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے (الضعفاء والمتروکین:۱/۴۶)۔

حافظ ابن تیمیہ نے فرمایا فضیل بن مرزوق کا ابراہیم بن حسن سے سماع معلوم نہیں، ابراہیم کا اپنی ماں فاطمہ سے اور فاطمہ کا اسماء بنت عمیسؓ سے سماع معلوم نہیں ہے۔ منہاج السنۃ:۴/۱۹۰۔

محمد بن موسٰی الفطری المدنی نے عون بن محمد عن امه ام جعفر عن اسماء بنت عمیسؓ کی سند سے نقل کیا کہ نبی ﷺ نے صہباء (ایک مقام) میں ظہر کی نماز پڑھی، پھر علیؓ کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا پھر وہ آئے تو نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ پھر نبی ﷺ نے اپنا سر مبارک علیؓ کی گود میں رکھا تو انہوں سورج کے غروب ہونے تک کوئی حرکت نہیں کی، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اللھم ان عبدک علیا احتبس بنفسه علی نبیک فردّ علیه شرقها۔ اے اللہ تیرے بندے علیؓ نے اپنے آپ کو تیرے نبی کے لئے روکے رکھا، لہٰذا اس کے لئے سورج کو لوٹا دے۔

اسماءؓ نے کہا پھر سورج طلوع ہو گیا حتی کہ پہاڑوں اور زمین پر دھوپ چھا گئی، پھر علیؓ کھڑے ہوئے تو وضوء کیا اور عصر کی نماز پڑھی پھر سورج غروب ہو گیا۔ یہ واقعہ غزوہ خیبر کے موقع پر صہباء مقام میں ہوا۔ (مشکل الاثار:۳/۹۴، معجم طبرانی:۲۴/۱۴۵، ح:۳۸۲)۔

اس روایت کی سند ضعیف ہے، عون بن محمد اور ام جعفر (ام عون بنت محمد) دونوں کی توثیق نامعلوم ہے یعنی دونوں مجہول الحال تھے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے کہا عون اور اسکی ماں (ام جعفر) کی عدالت اور حفظ معلوم نہیں ہے۔ (منہاج السنۃ:۴/۱۸۹)۔ ام جعفر کا اسماء بنت عمیسؓ سے سماع بھی نامعلوم ہے ایضا:۱۸۹۔

تنبیه: بعض روایات میں سیدہ اسماءؓ سے فاطمۃ بنت حسین کے سماع کی تصریح موجود ہے، لیکن ان میں مروان بن معاویہؒ الفزاری اور شریک بن عبداللہ القاضی (مدلسین) کے عنعنوں کی وجہ سے نظر ہے۔

خلاصۃ التحقیق: سیدنا امیر المومنین علیؓ کے لئے سورج کی واپسی والی روایت اپنی دونوں سندوں کے ساتھ

ضعیف یعنی مردود ہے۔ابن عقدہ رافضی اور ابن مردویہ والی روایت بھی ضعیف ومردود ہیں۔ابن مردویہ والی روایت میں یزید بن عبدالملک النوفلی (ضعیف) ہے۔منہاج السنۃ:۱۹۳/۴، **من طریق یحی بن یزیدبن عبد الملک النوفلی عن ابیه عن داودبن فراهیج عن عماره عن ابی هریرةؓ۔**

''النوفلی'' کے ضعف کے لئے دیکھئے تقریب التہذیب (۷۷۵۱) اور میزان الاعتدال:۴۱۴/۴، ترجمہ یحی بن یزید بن عبدالملک۔اس موضوع کی مردودروایات کی مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے منہاج السنۃ:۱۸۵/۴، ۱۹۵۔

مظاہر حق:۸۲۳/۳، میں یوشع علیہ السلام کی روایت کے بعد لکھتا ہے کہ: مواہب لدنیہ کی روایت کے مطابق نبی ﷺ کے لئے سورج ٹھہرنے کا واقعہ دومرتبہ پیش آیا ہے، ایک بار تو شب معراج کے دوسرے دن اور دوسری بار غزوہ خندق کے دن جبکہ کفار نے آپ ﷺ کو جنگ میں الجھائے رکھ کر عصر کی نماز پڑھنے سے روک دیا تھا، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تھا، چنانچہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کے لئے سورج کو واپس کیا، (یعنی عصر کا وقت لوٹایا) تب آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی، اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ کے حکم سے علیؓ کے لئے بھی سورج واپس ہوا ہے، وہ یوں کہ ایک دن نبی ﷺ ان کے زانوں پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوگیا، اس صورت میں آپ ﷺ کا سر مبارک اپنے زانوں پر سے نہ اٹھا سکے یہاں تک کہ عصر کا وقت ختم ہوگیا، اور وہ نماز نہیں پڑھ سکے، چنانچہ نبی ﷺ نے ان کے لئے دعا کی تو اللہ تعالی نے سورج کو واپس کیا، تب انہوں نے عصر کی نماز وقت پر ادا کی، مواہب لدنیہ نے اس واقعہ کو بھی تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے، لیکن علماء نے اس واقعہ میں کلام بھی کیا ہے، ایسی ایک من گھڑت واقعہ شمس التبر یز ملتانی کو بھی منسوب ہے۔ظاہر یہ ہے کہ یوشع علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کے لئے سورج کو کبھی نہیں ٹھہرایا گیا، اور یہ روایت متفق علیہ: خ:۳۱۲۴ ،م:۱۷۴۷، میں ہے۔

آمدم برسر مطلب لیکن امام رازی نے اس توجیہ پر کئی اعتراضات وارد کئے ہیں۔اول یہ کہ ''**الصافنات**'' کا ذکر آیت میں صریح ہے اور الشمس کا کوئی ذکر نہیں اس لئے الصافنات کی طرف ضمیر لوٹانا بہتر ہے،

دوم مسح بالسوق کو ذبح پر محمول کرنا صحیح نہیں ورنہ فامسحوا برؤسکم کے معنی بھی قطع کرنے کے ہوتے، البتہ مسح بالسیف قطع کے معنی میں آتا ہے **لو كان مسح السوق والاعناق قطعها لكان معنى قوله وامسحوا برؤسكم وارجلكم قطعها ، وهذامما لا يقوله عاقل بل لو قيل مسح رأسه بالسيف فربما فهم منه ضرب العنق .**

سوم۔سینکڑوں گھوڑوں کو بے مقصد ذبح کر دینا جبکہ وہ ہوں بھی بے قصور ایک پیغمبر کی شان سے بعید ہے۔

’’ولقد فتنا ‘‘ سلیمان علیہ السلام کو ہم نے آزمائش میں ڈالا اوران کے تخت پر ایک جسد ڈال دیا، اس ایت میں جسد اور آزمائش کی تعیین نہیں کی گئی، اس لئے اس کی تعیین میں بھی اختلاف ہے، بعض مفسرین نے لکھا ہے حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ سلیمان علیہ السلام نے قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی تمام بیویوں سے مقاربت کروں گا، تو ہر ایک کے بچہ پیدا ہوگا۔ اور ہر بچہ مجاہد ہوگا، انشاءاللہ نہ کہا، چنانچہ ایک بیوی کے سوا کسی کے بچہ پیدا نہ ہوا اور وہ بھی ناقص الخلقت، اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر سلیمان علیہ السلام انشاءاللہ کہہ لیتے تو تمام بیویوں کے بچے پیدا ہوتے اور سب مجاہد وشہسوار ہوتے، حدیث کے الفاظ صرف یہاں تک ہیں، اس حدیث کو نقل کر کے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ دایہ نے اس کو لاکر جناب سلیمان علیہ السلام کے سامنے تخت پر ڈال دیا اس پر سلیمان علیہ السلام متنبہ ہوئے کہ یہ انشاءاللہ نہ کہنے کا نتیجہ ہے چنانچہ فورا توبہ واستغفار کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے جو صحیح بخاری: ۳۴۲۴، کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے لیکن اس حدیث کے کسی بھی طریق میں ادنیٰ سا اشارہ بھی ایسا نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ حدیث اس ایت کی تفسیر ہے، حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ اپنی جگہ ہے لیکن وہ واقعہ اس ایت کی تفسیر نہیں۔

البتہ مفسرین نے اس کو ایت کی تفسیر میں ذکر کر دیا ہے بعض مفسرین نے جسد سے خود سلیمان علیہ السلام کا جسد مراد لیا ہے، وہ بیماری سے اس قدر بے ہوش اور لاغر ہو گئے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جسد بلا روح ہیں: **وقال قوم مرض سليمان مرضا كا لاغماء حتى صارعلى كرسيه جسدا كانه بلاروح(بحر).**

ولقدفتنا سليمان بسبب مرض شديدالقاه الله عليه و القيناعلى كرسيه منه جسداوذلک لشدة المرض و العرب تقول فى الضعيف انه لحم على وضم وجسم بلاروح. ثم اناب اى رجع الى حال الصحة (كبير)

جناب شیخ حسین علی فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام جہاد کے گھوڑوں کی دیکھ بھال میں اس قدر محو ہو گئے کہ نماز عصر اپنے اصل وقت سے موخر ہوگئی، اگرچہ سورج غروب نہیں ہوا تھا، اللہ تعالی نے اس ادنی تغافل پر بطور تنبیہ سلیمان علیہ السلام سے حکومت لے کر ان کی جگہ ایک بے کار شخص کو تخت نشین کر دیا۔ جب انہوں نے استغفار کیا تو انہیں ان کا ملک واپس کر دیا اور گھوڑوں کے عوض ہوا کو ان کے تابع کر دیا۔

اس کے علاوہ بعض مفسرین نے سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کو ایک جن (شیطان) کے قبضے میں لے لینے اور ان

کی حکومت پر مسلط ہونے کا قصہ ذکر کیا ہے، وہ سراسر جھوٹا اور یہود وزنادقہ کا افتراء ہے، اس کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں: **قال ابو حیان وغیرہ ان ھذہ المقالة من اوضاع الیھود وزنادقة السوفسطائیة ولاینبغی لعاقل ان یعتقدصحة مافیھا(روح).**

قال القاضی عیاض وغیرہ من المحققین لایصح مانقله الاخباریون من تشبیه الشیطان به وتسلطه علی ملکه وتصرفه فی امته بالجورفی حکمه وان الشیاطین لایسلطون علی مثله وقدعصم اللّٰہتعالی الانبیاء مثل ھذا(خازن) ۔واماما یرویه من حدیث الخاتم و الشیطان وعبادة وثن فی بیت سلیمان علیه السلام فمن اباطیل الیھود(مدارک).

''**قال رب** ''۔سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالی سے بخشش کی دعا کی۔انبیاء علیہم السلام کا شیوہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالی سے استغفار کرتے رہتے ہیں جس سے درجات کی بلندی اور گناہوں سے حفاظت کی طلب مقصود ہوتی ہے اس لئے استغفار کے لئے تقدم ذنب ضروری نہیں۔''**وھب لی ملکا** '' سلیمان علیہ السلام نے یہ بھی دعا کی کہ مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو میرے سوا کسی اور کو نہ ملے: **وا لصحیح انه سائل من اللّٰہتعالی ملکالایکون لاحدمن بعدہ من البشرمثله وھذاھوظاھر السیاق من الایة(ابن کثیر)۔**

''**فسخرنا** '' چنانچہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور ہوا کو اور جنات کو ان کے تابع کر دیا، **اصاب ای اراد(روح)**۔سلیمان علیہ السلام جہاں چاہتے، ہوا سبک رفتاری سے ان کا تخت اٹھا کر لے جاتی۔اور جنات کو بھی ان کا مطیع بنا دیا ان میں کچھ تو تعمیر کے کام پر لگا دیئے اور کچھ غوطہ زن تھے جو سمندر کی تہ سے جواہر اور دیگر قیمتی اشیاء نکال کر دیتے اور جو شیاطین زیادہ سرکش اور طاغی تھے ان کو زنجیروں میں جکڑ کر قید میں ڈال رکھا تھا۔

''**ھذا** '' یہ اللہ کی طرف سے سلیمان علیہ السلام سے خطاب ہے یہ ملک عظیم اور انعامات بے پایاں ہم نے تجھے دیئے ہیں اب تجھے اختیار ہے کہ اس میں سے اوروں کو بھی دے یا نہ دے۔ **قال ابن عباسؓ اعط من شئت وامنع من شئت بغیرحساب ای لیس علیک حرج فیمااعطیت وفیماامسکت (کبیر).**

''**وان له عندنا** ''اس دنیوی سلطنت، تسخیر ریح، وشیاطین کے علاوہ سلیمان علیہ السلام کا ہمارے یہاں مرتبہ بہت بلند ہے اور ان کی عاقبت بھی محمودہ ہے اور وہ ہمارے مقبول اور برگزیدہ بندے ہیں۔

إِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ أَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾
جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ (اے اللہ) شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف دے رکھی ہے۔
اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾
(ہم نے کہا کہ زمین پر) لات مارو (دیکھو) یہ (چشمہ نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو (شیریں)۔
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ أَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰی لِأُولِی الْأَلْبَابِ ﴿۴۳﴾
اور ہم نے ان کو اہل اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بخشے ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لئے نصیحت تھی۔
وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ
اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ان کو ثابت قدم پایا بہت خوب بندے تھے
إِنَّهٗٓ أَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبَادَنَآ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے۔[4] اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو

---

[4] ایوب علیہ السلام کی قوم مسئلہ توحید کی وجہ سے ان کی مخالف ہوگئی اور اللہ تعالی کی طرف سے ایک شدید بیماری کی شکل میں ان پر ابتلاء آیا، جس کی وجہ سے شہر والوں نے ان کو شہر سے نکال دیا، اخر انہوں نے اللہ تعالی سے دعا کی تو اللہ تعالی نے ان کو اس بیماری سے شفا عطا فرمائی جس کا اپنا یہ حال ہو وہ کسی طرح شفیع غالب نہیں بن سکتا۔

''انی مسنی الشیطان '' نصب، شدت تکلیف ایوب علیہ السلام کی بیماری طول پکڑ گئی اور وہ تقریبا اٹھارہ سال اس میں مبتلا رہے، اس بیماری کی وجہ سے انہوں سخت تکلیف اٹھائی، ایک دن ان کی بیوی کسی کام سے جا رہی تھیں، راستے میں ایک طبیب دیکھا جو درحقیقت شیطان تھا اور انسانی شکل میں متمثل ہو کر سامنے آیا، اس سے اپنے خاوند کی بیماری کا ذکر کیا تو شیطان (بصورت طبیب) نے کہا کہ میں اس شرط پر علاج کروں گا کہ جب تمہارا خاوند میرے علاج سے تندرست ہو جائے تو تم غیر اللہ کے نام کی قربانی دو گی۔

بیوی صاحبہ چونکہ ایوب علیہ السلام کی بیماری کی وجہ سے نہایت غمزدہ اور دلگیر تھیں، اس لئے ان کے دل میں

شیطان کے قول کی طرف کچھ میلان ہوگیا، انہوں نے یہ واقعہ ایوب علیہ السلام سے ذکر کیا، تو وہ فوراً سمجھ گئے کہ وہ شیطان ہے، اوراس سے انہیں نہایت ہی شدید روحانی تکلیف پہنچی، اورنہایت عاجزی اور زاری سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی، اے میرے پروردگار شیطان نے اپنے اس بول سے مجھے سخت اذیت دی ہے، اب مجھ پر مہربانی فرما اوراس مصیبت سے نجات عطا کر۔ **ان الشیطان تعرض لامرأته بصورة طبیب ،فقالت له ان ههنامبتلی فهل لک ان تداویه ؟ان الشیطان طلب منها ان تذبح لغیر الله تعالی اذاعالجه وبرأ ،فمالت لذالک، فعظم علیه السلام الامر ،فنادی ،(روح). اشاربقوله مسنی الشیطان الی تعریضه لامرئته وطلبه ان تشرک بالله تعالی وکانه یشتکی هذا الامر کان علیه اشدمن مرضه (بحر).**

''ارکض '' اللہ کی رحمت جوش میں آئی فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مارو، فوراً ٹھنڈے پانی کا چشمہ نمودار ہوگا۔اس سے غسل کرو اوراس سے پیئو، چنانچہ انہوں نے زمین پر پاؤں مارا اس ٹھنڈے پانی کا چشمہ ابل پڑا، اس میں غسل کیا اوراس میں سے پیا تو فوراً تندرست ہوگئے گویا بیمار تھے ہی نہیں۔

''ووهبنا له اهله '' ابتلاء میں ان کی جو اولاد فوت ہوگئے تھے اس کو دوبارہ زندہ کردیا اوراس کے علاوہ بھی اولاد عطا فرمائی یہ سب اللہ کی مہربانی تھی، نیز اس میں عقل مند لوگوں کے لئے عبرت ہے کہ مصائب وشدائد میں صبر کرنے کا یہ ثمرہ ہے۔

''وخذ '' ایوب علیہ السلام کی بیوی نے جب طبیب (شیطان) والا قصہ ان سے بیان کیا اوراپنی طبعیت کا رجحان ظاہر کیا تو ایوب علیہ السلام نے ناراض ہوکر قسم کھالی کہ اللہ نے اگر مجھے صحت عطا فرمائی تو میں تجھے ایک سو چھڑی ماروں گا، لیکن ان کی بیوی کا جذبہ ایثار وخدمت اس کی وفاداری اور مصیبت میں پیغمبر علیہ السلام کی مخلصانہ خدمت اللہ تعالی کو بہت پسند تھی، اس لئے اللہ تعالی نے محض اپنی مہربانی سے قسم کو پورا کرنے کا یہ حیلہ بتایا کہ پتلی سوشاخوں کا ایک گٹھا اٹھا کر اس کے ماردو، تمہاری قسم پوری ہوجائے گی اورتم حانث نہیں ہوگے **تمثل الشیطان لهافی صورة ناصح اومداو ،وعرض لها شفاء ایوب علی یدیه علی شرط لایمکن وقوعه من مومن، فذکرت ذلک له فعلم ان الذی عرض لهاهو الشیطان ،وغضب لعرضهاذلک علیه، فحلف ،فحلل الله یمینه باهون شیء علیه وعلیها لحسن خدمتهااياه ورضاه عنها. (بحر)** ۔ یہ حیلہ ایوب علیہ السلام کے ساتھ مختص تھا اس پر قیاس کرکے حیلہ اسقاط وغیرہ کو جائز کہنا درست نہیں۔

ہر وہ حیلہ جس سے حکمت تشریع باطل ہو جائے ناجائز اور حرام ہے مروجہ حیلہ اسقاط سے بھی حکمت تشریع باطل ہو جاتی ہے: اس لئے وہ بھی جائز نہیں، اور اس حدیث مبارکہ سے بھی حیلہ اسقاط کی رد ہوتی ہے: **عن انسؓ قال قال رسول الله ﷺ من نسی صلاۃ او نام عنها فکفارتها ان یصلیها اذا ذکرها، وفی روایة، لا کفارة لها الا ذالک** (خ: رقم: ۵۹۷، م: رقم ۱۵۹۱/۶۸۴، د: رقم: ۴۴۲.

انسؓ سے روایت ہے، کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز بھول گیا، یا اس سے سو گیا، اس کا کفارہ یہ ہے کہ کہ جب یاد آئے اسے پڑھ لے، ایک روایت میں ہے کہ اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے مگر یہی. (تو اس سے معلوم ہوا کہ کوئی فدیہ اس کے بدلے یا صلوۃ قضائے عمری پڑھنا صحیح نہیں) اس لئے یہ بھی جائز نہیں، **ان کل حیلة اوجبت ابطال حکمة شرعیة لاتقبل** (روح):

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ کسی نامناسب یا مکروہ بات سے بچنے کے لئے کوئی شرعی حیلہ اختیار کیا جائے تو وہ جائز ہے، ظاہر ہے کہ ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں قسم کا اصلی تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنی زوجہ مطہرہ کو پوری سو قمچیاں ماریں، لیکن چونکہ ان کی زوجہ مطہرہ بے گناہ تھیں، اور انہوں نے ایوب علیہ السلام کی بے مثال خدمت کی تھی، اس لئے اللہ تعالی نے خود ایوب علیہ السلام کو ایک حیلہ کی تلقین فرمائی، اور یہ تصریح کر دی کہ اس طرح ان کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اس لئے یہ واقعہ حیلہ کی جواز پر دلالت کرتا ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کے حیلے اس وقت جائز ہوتے ہیں جبکہ انہیں شرعی مقاصد کے ابطال کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور اگر حیلہ کا مقصد یہ ہو کہ کسی حق دار کا حق باطل کیا جائے یا کسی صریح فعل حرام کو اس کی روح برقرار رکھتے ہوئے اپنے لئے حلال کر لیا جائے تو ایسا حیلہ بالکل ناجائز ہے، مثلا زکواۃ سے بچنے کے لئے بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال کے ختم ہونے سے ذرا پہلے اپنا مال بیوی کی ملکیت میں دیدیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد بیوی نے شوہر کی ملکیت میں دیدیا، اور جب اگلا سال ختم ہونے کے قریب ہوا تو پھر شوہر نے بیوی کو ہبہ کر دیا اس طرح کسی پر زکواۃ واجب نہیں ہوتی، ایسا کرنا چونکہ مقاصد شرعیہ کو باطل کرنے کی ایک کوشش ہے اس لئے حرام ہے، اور شاید اس کا وبال ترک زکوات کے وبال سے زیادہ بڑا ہو۔ روح المعانی وسرخسی۔ بحوالہ معارف القران۔

اور اس حدیث سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں جو کہ سعدؓ سے منقول ہے: **اتی النبی ﷺ برجل کان فی الحی مخدج سقیم فوجد علی امة من امائهم یخبث بها فقال: خذوا له عثکالا فیه مائة شمراخ، فاضربوه به ضربة.** ابوداود: ۴۴۷۲، ابن ماجه: ۲۵۷۴۔=

أُوْلِي الْأَيْدِىْ وَالْأَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ إِنَّا أَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾

یاد کرو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک (صفت) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا

وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔

وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو یاد کر وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے

= ایک دن ایک ایسے شخص کو نبی ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، جو اپنے محلّہ کا ایک ناقص الخلقت کمزور اور بیمار شخص تھا، اور ایسا بیمار تھا کہ اس کے اچھا ہونے کی کوئی امید نہ تھی، اس شخص کو اہل محلّہ کے لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پکڑا گیا تھا، نبی کریم ﷺ نے اس کے بارہ میں یہ حکم صادر فرمایا کہ کھجور کی ایک ایسی بڑی ٹہنی لو جس میں سو چھوٹی ٹہنیاں ہوں اور پھر اس ٹہنی سے اس شخص کو ایک دفعہ مارو۔

''ایک دفعہ مارو'' کہ مطلب یہ ہے کہ اس بڑی ٹہنی کو اس طرح ایک دفعہ مارو کہ اس کی ساری سو ٹہنیوں کی چوٹ اس کے جسم کو پہنچ جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام، حاکم کو اس بات کی نگہبانی کرنی چاہئے کہ جس شخص کو کوڑے مارنے کی سزا دی جارہی ہو، وہ مر نہ جائے، اور یہ مسئلہ پہلے بھی بیان کیا جاچکا ہے، ضمن حدیث علیؓ: ص: ۵۸۵، کہ اگر کوئی مریض کسی حد کا مستوجب ہو تو اس پر اس وقت تک حد جاری نہ کی جائے، جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو جائے، اور جس مریض کے اچھا ہونے کی تو توقع ہی نہ ہو اس پر اس طرح حد جاری کی جائے جس طرح اس حدیث میں مذکور ہے۔ مظاہر حق: ۵۹۰/۳۔

''اناوجدناه صابرا'' یہ اللہ تعالی کی طرف سے ایوب علیہ السلام کی تعریف وتحسین ہے بیشک ہم نے ایوب علیہ السلام کو صابر پایا۔ اتنی طویل مصیبت میں وہ ایک بار بھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے وہ ہمارے بہت ہی اچھے بندے اور ہماری طرف رجوع وانابت کرنے والے تھے، اپنی تکلیف ومصیبت میں انہوں نے ہمارے سوا کسی کو نہیں پکارا۔

هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ

یہ نصیحت ہے اور پرہیزگاروں کے لئے تو عمدہ مقام ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے

الْأَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾

ان میں تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے اور (کھانے پینے کے لئے) بہت سے میوے اور شراب منگاتے رہیں گے۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾

اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (اور) ہم عمر (عورتیں) ہوں گی

هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ إِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾

یہ وہ چیزیں ہیں جن کا حساب کے دن کے لئے تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

هٰذَا ؕ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾

یہ سرکشوں کے لئے بُرا ٹھکانہ ہے۔ دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بُری آرامگاہ ہے

هٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ أَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾

یہ کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ (ہے) اب اس کے مزے چکھیں۔ اور اسی طرح کے اور بہت سے (عذاب ہوں گے)

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ؕ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾

یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہوگی ان کو خوشی نہ ہو یہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔

قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ؕ أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾

کہیں گے بلکہ تم ہی کو خوشی نہ ہو تم ہی تو یہ (بلا) ہمارے سامنے لائے سو (یہ) بُرا ٹھکانہ ہے۔

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾

وہ کہیں گے کہ اے پروردگار! جو اس کو ہمارے سامنے لایا ہے اس کو دوزخ میں دُونا عذاب دے۔

وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿۶۲﴾

اور کہیں گے کیا سبب ہے کہ (یہاں) ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو بُروں میں شمار کرتے تھے۔

أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿۶۳﴾

کیا ہم نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے یا ہماری (آنکھیں) ان (کی طرف) سے پھر گئی ہیں؟

إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا

بیشک یہ اہلِ دوزخ کا جھگڑنا برحق ہے۔ کہہ دو کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ یکتا اور غالب کے سوا کوئی

اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾

معبود نہیں۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہے سب کا مالک ہے غالب (اور) بخشنے والا

قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

کہہ دو کہ یہ ایک بڑی (ہولناک چیز کی) خبر ہے۔ جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلٰى إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾

مجھ کو اوپر کی مجلس (والوں) کا جب وہ جھگڑتے تھے کچھ بھی علم نہ تھا۔

إِنْ يُّوْحٰىٓ إِلَيَّ إِلَّآ أَنَّمَآ أَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا

إِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ

کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ جب اس کو درست کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾

تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا

إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ

مگر شیطان اکڑ بیٹھا اور کافروں میں ہوگیا۔ (اللہ نے) فرمایا کہ اے ابلیس! جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے

أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعٰلِينَ ﴿۷۵﴾

بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا، کیا تو غرور میں آ گیا؟ یا اونچے درجے والوں میں تھا؟

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۷۶﴾

بولا کہ میں اس سے بہتر ہوں (کہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا۔

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۷۷﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۷۸﴾

فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردُود ہے۔ اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت (پڑتی) رہے گی۔

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۸۰﴾

کہنے لگا کہ میرے پروردگار! مجھے اس روز تک کہ لوگ اٹھائے جائیں مہلت دے۔ فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی جاتی ہے۔

إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾

اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے۔ کہنے لگا کہ مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بہکاتا رہوں گا۔

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿۸۴﴾

سوا ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔ فرمایا سچ (ہے) اور میں بھی سچ کہتا ہوں۔

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۵﴾

کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَّمَآ اَنَآ مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾

اے پیغمبر! کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صِلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں۔ [5]

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

یہ قرآن تو اہلِ عالم کے لئے نصیحت ہے۔ اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہوجائے گا.

---

[5] عن عبدالله بن مسعودؓ قال یا ایهاالناس من علم شیئافلیقل به ومن لم یعلم فلیقل الله اعلم فان من العلم ان تقول: لما لاتعلم الله اعلم، قال الله تعالی لنبیه (قرأ هذه الاية)۔ (بخاری:۴۸۰۹ ومسلم:۲۷۹۸)۔ابن مسعودؓ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! جو شخص کسی بات کو جانتا ہوتو چاہئے کہ وہ اسے بیان کردے، اور جو نہ جانتا ہوتو چاہئے کہ وہ کہے کہ اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے، اس لئے کہ جس چیز کا اسے علم نہیں ہے ''اس کے بارے میں اللہ تعالی زیادہ جانتا ہے'' یہ جملہ کہنا بھی علم کی ایک قسم ہے، یعنی معلوم کا غیر معلوم سے تمیز کرنا بھی علم کی ایک قسم ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کے واسطے فرمایا ہے: (ترجمہ) اے محمد! کہہ دیجئے کہ میں اس قران پر تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔

یعنی اس آیت کے ذریعے رسول ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ اللہ نے جو کچھ علم مجھے دیا اور جتنا مجھے سکھادیا اور پھر اس کو پھیلانے اور لوگوں کو سکھانے کا حکم دیا، اسی کو لوگوں تک پہنچاتا اور انہیں سکھاتا ہوں، اس کے علاوہ میں کسی دوسری چیز کا دعوی اپنی طرف سے نہیں کرتا، اور نہ ان چیزوں سے بحث کرتا ہوں، جو مشکل اور سخت ہونے کی وجہ سے عوام کے فہم سے بلند وبالا ہیں، کیونکہ ایسا کرنا خوامخواہ کا تکلف کرنا ہے۔

مصنف کی دیگر تصنیفات

دچاپ ځائے

دارالکتب

پرنټنګ ایجنسی موبائل: +92-333-9084990